الانوار البهیة

فی الاستعانة من خیر البریة

مؤلف

حامی العلوم النقلیة وحاوی الفنون العقلیة حضرت العلامة مولانا حافظ برہان الملة والدین
السید برہان الدین قادری علیہ الرحمة مہاجر مدنی

حسب الحکم

شیخ الاسلام امام اہلسنت مجدد دین وملت عارف باللہ
حضرت امام محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ بانی جامعہ نظامیہ

ناشر: مجلس اشاعت العلوم، جامعہ نظامیہ حیدرآباد

اشاعت بضمن صد سالہ عرس شریف شیخ الاسلام امام اہلسنت مجدد دین وملت عارف باللہ
امام محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ بانی جامعہ نظامیہ ودار العلوم معینیہ، اجمیر شریف

الانوار البهية
فی الاستعانة
من خير البرية

مؤلف

حامی العلوم النقلیۃ، وحاوی الفنون العقلیۃ، حضرت العلامۃ مولانا حافظ برہان الملۃ والدین
السید برہان الدین قادری علیہ الرحمۃ مہاجر مدنی

حسب الحکم

شیخ الاسلام امام اہلسنت مجدد دین وملت عارف باللہ
حضرت **امام محمد انوار اللہ فاروقی** قدس سرہ

بحسن تعاون

جماعت فاضل اول، دوم، سوم، کلیۃ البنات، جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔

2015ء۔1436ھ

ناشر

مجلس اشاعت العلوم، جامعہ نظامیہ حیدرآباد

نام کتاب : الانوار البهية فی الاستعانة من خير البرية

مصنف : حضرت العلامۃ مولانا حافظ سید برہان الدین قادری علیہ الرحمۃ مہاجر مدنی

صفحات : 176

تعداد : 1000

سن طباعت : جمادی الاولیٰ 1436ھ مارچ 2015ء

طباعت : مطبع ابوالوفاء الافغانی جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

قیمت : 120/-

بحسن تعاون : جماعت فاضل اول، دوم، سوم، کلیۃ البنات، جامعہ نظامیہ حیدرآباد (2015ء۔1436ھ)

ناشر : مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ

ملنے کے پتے : دفتر اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ

حیدرآباد ۵۰۰۰۶۴، تلنگانہ۔(الہند)

فون:24576772'24416847 فیاکس'24503267

ویب سائٹ:www.jamianizamia.org

ای میل:fatwa@jamianizamia.org

فہرست کتاب | صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الانوار البهية

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وآلہ و صحبہ سیما علی ولدہ الشریف سیدنا و مرشدنا ابی محمد محی الدین السید عبدالقادر الجیلانی و تبعہ اجمعین امابعد !

جب یہ فقیر خاکسار کتاب خصائص غوثیہ کو ختم کیا اور اُس کی طبع بھی ختم ہوئی اور خصائص غوثیہ صلوٰۃ الاسرار یازدہ قدی ہے جو اس میں استعانت اور استمد اد ذات پاک حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی معشوق ربانی ابی محمد محی الدین السید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ہے چونکہ یہ مسئلہ آج کل معرکتہ الآ راء ہے اس میں بہت کچھ اختلافات اور ابحاث درپیش ہوتے رہتے ہیں تو میں نے جواز استعانت کے اثبات میں دلائل شرعیہ کسی قدر بسط سے لکھا جب یہ بحث پیش نظر ناظرین ہوئی تو اُنھوں نے یہ درخواست کی کہ اس بحث کو علیحدہ جمع کرایا جائے تاکہ بکثرت طبع ہونا سہل ہو اور فائدہ عام ہو، پس اس وقت بمنظوری درخواست شائقین کے مجھ کو ارشاد فرمایا جناب **ھادی العصر والاوان مجددالزمان، قامع المبتدعة و اھل الضلال، حامی الدین علی الکمال ، مائدتہ وسیعة لکل حاضر و باد ، وافادتہ العلوم عام لمن استفاد ، مدرستہ منبع العلوم الدینیہ و مجمع العلماء والفضلاء، یفرغ فیہ فی کل عام من تحصیل العلوم کثیر من الطلباء ، ھمتہ مصروفة لاشاعة العلوم الدینیة وتائید المسلمین یداہ مبسوطتان لانجاح حوائج الفقراء والمساکین، فذاتہ مفیض الخلائق بغذاء الروح والبدن ، المشتھرة اوصافہ فی الاقالیم والمدن، صاحب الخلق الحسن ، قاضی القضاة لبلاد دکن اسمہ من الاسماء تتنزل من السماء العالم الفاضل، العارف الکامل مولانا الحاج محمد انوار اللہ خان بھادر لازالت امطار برکاتہ علی الخلائق نازلة، وما برحت انوار فیضانہ علی الانام فائضة، کیف**

وھو معلم الحضرت سلطان بلاد دکن فی ھذا الزمان، صاحب العدل والجود والاحسان باسط یدیه علی الخلائق بالکرم والامتنان، السلطان ابن السلطان میر عثمان علی خان نظام الملک آصفجاہ بھادر ابن السلطان المرحوم میر محبوب علی خان نظام الملک آصفجاہ بھادر غفران مکان لازالت اجلال اقبالہ مترقیا فی العشی والبکور ودام بقاء دولته علی ممر الایام والدھور کہ بحث استعانت کو کتاب خصائص غوثیہ سے علیحدہ کروں اور بتحریر دیباچہ اُس کا نام علحدہ رکھوں اور اول وآخر میں اُس کے مضامین مناسب اضافہ کروں کہ مطبع اشاعۃ العلوم سرکار نظام جو آپ کے علاقہ میں ہے واسطے نفع عام اور فیضان انام کی طبع کرائی جائے گی پس یہ خاکسار اپنی سعادت جان کر آپ کا امتثال امر کیا اور اس رسالہ کو دو باب پر مرتب کیا اور نام اس کا ''الانوار البھیة فی الاستعانة من خیر البریة والنفوس القدسیة'' رکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معنیٰ آیت یا ایھاالذین اٰمنو ااتقو اللہ و ابتغو االیہ الو سیلۃ

یـاایھـا الـذیـن آمـنوا ا تقوا اللہ و ابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھد وافی سبیلہ لعلکم تفلحون

معنیٰ آیت اے ایمان والو خدا سے خوف کرو اور طرف خدا کے وسیلہ طلب کرو اور مجاہدہ اور مشقت کرو اُس کے راستہ میں تا کہ فلاح پاؤ۔ اس آیۃ کریمہ میں خدائے تعالیٰ پہلے ہم کو اپنی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ خدا سے خوف کرو خوف اُس وقت ہوتا ہے کہ جب بندہ خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے جب تم خدا کی طرف متوجہ ہو گے اور اُس کے جلال سے خوف کرو گے تو ضرور ہے کہ اُس کے جمال سے اُس کی رحمت کے امیدوار ہو گے جب یہ خوف و رجاء تم میں متحقق ہوگی تو ضرور ہے کہ تمکو خدا کی خوشنودی اور اُس کا قرب حاصل کرنے کا شوق ہوگا اور اُس کے اسباب کی طرف متوجہ ہو گے کہ کونسے اسباب سے اس مقصود کو پہونچیں اور کس راہ سے یہ منزل طے کریں تو خدا نے اس کے اسباب کی طرف ہم کو ہدایت کیا اور اپنا قرب اور خوشنودی حاصل کرنے کا راستہ بتلا دیا اور فرمایا کہ ہمارے قرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وسیلہ طلب کرو کیونکہ دنیا عالم اسباب ہے ہر شے سبب سے ملتی ہے اور ہر چیز کے حصول کے لئے خدا نے ایک سبب مقرر فرمایا ہے۔ خواہ اُمور دینی ہو یا دنیوی اور انسان کو جس چیز کے حاصل کرنے کا شوق ہوتا ہے اُس کے اسباب کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اگر علم حاصل کرنے کا شوق ہوتا ہے تو اُس کے اسباب کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو صحبت علماء اور اُن سے تعلیم پاتا ہے اور جبکہ آدمی کو علم کا شوق ہی نہ ہو اور اُس کی طرف توجہ ہی نہ ہو تو وہ اسباب علم حاصل کرنے کی جانب متوجہ نہیں ہوتا اور تمام عمر اپنی جہالت میں گزارتا ہے۔ اگر چہ زمانہ عالموں سے مملوء ہو تو اُس کو کچھ فائدہ نہیں۔

حال ابوجہل

ملاحظہ کیجئے حال ابوجہل کا کہ پہلے اُس کا نام ابوالحکم تھا جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ کے فیضان ہدایت سے تمام عالم نورانی ہوا اور ظلمت کفر وشرک سے پاک ہوا مگر ابوجہل باوجود مشاہدہ معجزات کثیرہ اور علامات نبوت آپ کے جو کتب سابقہ میں پائی جاتی تھی ہدایت کی طرف متوجہ نہیں ہوا اور آپ کے نبوت کا انکار کیا اور معجزات کو سحر کہا اور تمام عمر اپنی ظلمت کفر وجہالت میں بسر کیا تو اُس کا نام ابوالحکم سے ابوجہل ہوا۔

قرآن ہدایت ہے متقین کے لئے

سحرۂ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا لیکن فرعون اور اُس کے تابعین اپنے ہٹ پر قائم رہے اور موسیٰ علیہ السلام کو ساحر کہتے رہے اِس واسطے قرآن ہدایت متقین کے لئے ہوا جن کی توجہ خدا کی طرف ہے اور جن کی توجہ خدا کی طرف نہیں ہے تو اُن کی شقاوت انکار قرآن سے اور زیادہ ہوئی جیسا کہ خدائے تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: **و اذا ما انزلت سورة فمنهم من يقول ايكم زادته هذه ايمانا فاما الذين آمنوا فزادتهم ايمانا وهم يستبشرون واما الذين فى قلوبهم مرض فزادتهم رجسا الى رجسهم وماتوا وهم كافرون** اس لئے خدا نے پہلے ہم کو اپنی طرف متوجہ ہونے کا اور تقویٰ اللہ کا حکم کیا تا کہ تجسس وسائل قرب الٰہی کا ہم کو شوق ہو جب ہم کو خدائے تعالیٰ کی طرف توجہ ہوئی اور خوشنودی اور قرب الٰہی کے وسائل اور اسباب مل گئے تو پھر اپنی راہ میں مجاہدہ کا حکم فرمایا کیونکہ جب تک اُس کی طرف ہم کو وسیلہ پیدا نہ ہوتو ہم کو طریقہ مجاہدہ کیا معلوم ہوگا کہ راہِ خدا میں مجاہدہ کیسا کرنا جو ہم منزل مقصود کو پہونچیں یہ تربیت ربانیہ ہے کہ خدا ہی کو سزاوار ہے۔

کیفیت شقاوت وسعادت بنی آدم

الحاصل شقاوت یا سعادت انسان کی فرشتہ بامر الٰہی لکھ دیتا ہے پھر بعد میں اُس کا ظہور ہوتا ہے کہ جس کے حصہ میں سعادت ہے اُس پر اعمال سعادت آسان ہوتے ہیں اور جن کے حصہ

میں معاذ اللہ شقاوت ہے اُن پر اعمال شقاوت آسان ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ ہر شخص پر وہ اعمال آسان ہیں جس کے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اعمال سعادت اہل سعادت کے لئے آسان کئے گئے لیکن اہل شقاوت پس وہ آسان کیا گیا ہے اعمال اہل شقاوت کے لئے پس جو اہل سعادت ہیں اُن کو خدا کی طرف توجہ ہوتی ہے اور اُس کے قرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے جو وسائل ذوات انبیاء علیہم السلام ہیں اُن سے توسل اختیار کرتے ہیں اور اُن کے وسیلہ سے منافع دارین سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور جو اہل شقاوت ہیں وہ اُن کے وسائل سے اعراض کرتے ہیں اور منافع دنیوی اور اُخروی سے محروم رہتے ہیں جو نفع دائمی ہے منافع دنیوی تو عام ہے کافرین اور مومنین کے لئے۔ بریں خوان لغیما چہ دشمن چہ دوست۔ حدیث میں آیا ہے اگر دنیا کی وقعت خدا کے پاس پر پشہ کے برابر بھی ہوتے تو خدائے تعالیٰ دنیا میں کافروں کو ایک جرعہ پانی بھی نہ پلاتا۔ قولہ تعالیٰ: **فمن الناس من يقول ربنا آتنا في الدنيا حسنة وماله في الآخرة من خلاق ومنهم من يقول ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الاخرة حسنة وقنا عذاب النار اولئک لهم نصيب مما کسبوا۔**

طریقہ امداد انبیاء علیہم السلام

الحاصل چونکہ امر آخرت اہم اور دائمی ہے اُس کی درستی کے لئے خدا نے اولاً وبالذات خدا نے انبیاء علیہم السلام کو ہمارا وسیلہ کیا کہ اُن کے وسیلہ سے ہمارے اُمور اُخروی اور دینی درست ہوجائے اور جن اُمور سے کہ اُخروی اور دینی کاموں میں ہم کو نقصان پہونچتا ہے اُس سے ہم بچیں اور اُمور آخرت جس سے درست ہوتی ہیں اُس کو ہم اختیار کریں اور اُس پر عمل کریں پس بہ تبعیت آخرت انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے جو دلائل اُن کی نبوت کے ہیں ہم دنیا میں اُن کے وسیلہ سے منافع حاصل کریں پس منافع دارین جو بوسیلہ انبیاء علیہم السلام کے ہم کو حاصل ہوتے ہیں اُس کے دو طریقے ہیں ایک یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ اُن کی دعا مستجاب فرماتا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ اُن کو قوت اور ہمت سرفراز فرماتا ہے کہ اُس قوت و ہمت وہبیہ حق سے وہ ہمارا انجاح مرام فرماتے ہیں خواہ وہ عالم شہادت میں ہوں یا عالم برزخ میں اُس کا ذکر بتفصیل و

تشریح آئندہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ پس ہمارے انجاح حوائج جو بقوت و ہمت انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں اس کی مثال قوت البراء کو عطا ہوئی اور ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم سے ہزاروں معجزات اس قسم کے ظاہر ہوئے جن کا ذکر احادیث میں ہے۔ مثل شق القمر باشارہ انگشت مبارک اور ظاہر ہونا پانی کا اُنگلیوں سے مثل فوارہ کے اور شیریں ہونا آب شور باولی کا اور چنگا ہونا چشماں مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اور بہت سے معجزات لعاب دہن شریف سے آپ کے ظاہر ہوئے۔ پس قرآن شریف یا احادیث میں ذکر نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوقت ابراء اکمہ و ابرص یا احیاء موتیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بوقت القاء لعاب دہن مبارک اور بوقت اجرائے آب انگشتان مبارک خدا سے دعا کی جیسا کہ انسان بوقت کام لینے اپنی قوت سمع و بصر اور بطش اور مشی جو یہ عطایائے الٰہی سے ہیں خدا سے دعا نہیں کرتا ہے ایسا ہی یہ معجزات عیسیٰ علیہ السلام سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم سے بہمت اور قوۃ وہبیہ الٰہیہ آپ سے صادر ہوئی لیکن جو وارد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام **قم باذن اللہ** بوقت احیاء اموات کے فرماتے تھے تو یہ دعا نہیں بلکہ اموات کو حکم زندہ ہونے کا ہے جو خدا نے اُن کو اجازت اور اذن احیاء اموات کا عطا فرمایا اور یہ قوت عنایت کیا۔ اولیاء اللہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے تابعین اور آپ کے فیضان سے فیضیاب ہیں اُن سے بھی کرامات بہمت اور بقوت عطا شدہ الٰہی احیاءً واموا تاً صادر ہوتے ہیں جس سے کتب تراجم اولیاء اللہ مملوء ہیں۔ جناب خواجہ حافظ شیراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بر سر تربت ما چوں گذرے ہمت خواہ، بعضے معجزات انبیاء باستجابت دعا اُن کی ظاہر ہوئے۔ جیسا نزول مائدہ آسمان سے بدعاء عیسیٰ علیہ السلام ہوا اور ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم سے بھی اس قسم کے معجزات ہزاروں ظاہر ہوئے جیسا بوقت قحط حضرت سرور عالم نے نزول باران کے لئے دعا فرمائی فوراً ابر آ کر نزول باران ہوا اور اسلام سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا فرمائی مستجاب ہوئی اور سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے ومثل ذلک کثیر۔ حالت حیات اور وفات انبیاء علیہم السلام کے برابر ہے ایسا ہی بہ تبعیت انبیاء علیہم السلام اولیاء اللہ کا بھی وہی حال ہے اُس کا ذکر آئندہ بتفصیل آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

کیفیت عطائے استعداد قوت الٰہیہ بمخلوق

تصریح اُس کی یہ ہے کہ خدا نے ہر ایک انواع خلائق میں خواہ وہ از قسم حیوانات یا نباتات یا جمادات ہوں استعداد اور قوت عطا فرمائی ہے کہ جس سے ایک مخلوق دوسری مخلوق کی مدد کر سکتے ہیں۔ مثلاً نباتات کو پانی سے مدد ملتی ہے اور ہوا کو پانی سے کہ پانی ہوا بن جاتا ہے اور آگ کو ہوا سے مدد ملتی ہے کہ آگ کو ہوا سے قوت حاصل ہوتی ہے، علی ہذا القیاس انسان جو ایک نوع حیوانی ہے اُس کو تینوں انواع مخلوق سے مدد ملتی ہے اُمور معاش اور اُمور معاد میں پانی سے تشنگی دفع ہوتی ہے جو اُس کے اُمور معاش سے ہے عبادت کے لئے طہارت کو کام آتا ہے جو اُس کے اُمور معاد سے ہے۔ مٹی سے ظروف استعمالی اور مکانیں رہنے کے لئے بنتے ہیں جو یہ اُمور معاش سے ہے اور بوقت تعذر پانی کے تیمّم کو کام آتی ہے جو یہ اُس کی اُمور معاد سے ہے۔ علی ہذا آگ اور ہوا سے بھی انسان بہت سے کاموں میں مدد لیتا ہے اور دوسری نوع حیوانات سے بھی مدد لیتا ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے: **وتحمل اثقالکم الی بلدلم تکونوا بالغیه الا بشق الا نفس** سب سے زیادہ انسان کو قوت عطا ہوئی کہ ایک انسان دوسرے انسان کی مدد کرے۔ انسان میں کوئی ضعیف ہے کوئی قوی کوئی عام ہے کوئی خاص، قوی کو قوت امداد بہ نسبت ضعیف زائد ہے خاص کو بہ نسبت عام کے قوت امداد یہ زیادہ ہے پھر خواص کی دو قسم ہیں، ایک تو وہ ہے کہ اُن کو قوت اور عزت فقط دنیا میں زیادہ انسانوں میں عطا فرمایا خواہ بباعث غنا اور مالدار ہونے کے یا باعتبار حکومت کہ اُن کو شوکت اور عزت فقط دنیا میں بہ نسبت اور انسانوں کے زائد ہے پس وہ بباعث شوکت دنیوی کے قوت امداد یہ زیادہ رکھتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں کہ جن کو خدا نے اپنا مقرب کیا اور بباعث قرب اُن کو قوت روحانیت سب اپنی مخلوق سے زیادہ عطا کیا اور اُن کی قوت روحانیت جسمانیت پر غالب ہوئی یہاں تک کہ اُن کا جسد حکم میں روح کی ہوا اور حجب ظلمانیہ اجسام اُن سے مرتفع ہوگئی جو اُن کا ارشاد ہوا **اروا حنا اجسادنا** چونکہ اُن کے اجساد بھی حکم میں ارواح کے ہوئے ہر چند عالم اجساد میں ہیں مگر اُن کو علاقہ تمام عالم ارواح سے ہوا جو عالم ملکوت ہے اس لئے اُن کو خواص ملکوتی سے تعبیر کیا گیا وہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ ہیں اُن کا ذکر کسی قدر ہوا اور بعد ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

عطاء قوت و ہمت الٰہیہ بانبیاء علیہم السلام

اُن کی قوت دنیا میں اور عالم حیات ہی میں منحصر نہیں بلکہ اُن کو قوت عالم برزخ جو قبر ہے اور روز قیامت میں بترقی ہے کہ وہ اپنی قوت سے عالم شہادت اور عالم برزخ اور قیامت میں اپنے متوسلین کی امداد کریں گی انشاء اللہ تعالیٰ عوام انسان سے زیادہ قوت نوع جنات کو ہے پس وہ انسان کی ایسی امداد کرتے ہیں جو عوام انسان سے نہ ہوسکے جنات سے زیادہ قوت ملائکہ کو ہے کہ جس چیز پر جنات قادر نہیں ہیں وہ کام ملائکہ سے ہوتا ہے اس لئے اہل دعوت بار یاضات شاقہ جنات اور موکلات کی تسخیر کرتے ہیں جو نوع ملائکہ سے ہیں اور اُن سے اپنے انجاح حوائج میں مدد لیتے ہیں۔ سب انواع مخلوقات سے زیادہ تر قوت خواص انسان ملکوتی کو ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اُن کے تابعین اولیاء اللہ ہیں کیونکہ یہ خلفائے الٰہی ہیں جنات کیا ملائکہ بھی خلیفۂ حق نہیں ہوئے مگر خلیفہ حق انسان کامل ہوئے انسان کامل کی ملتجی ہر ایک نوع مخلوقات ہے کیا جنات کیا ملائکہ خیال کیجئے کہ احیائے اموات جو بڑی قوت ہے سوائے انسان کامل کے جو خدا کا خلیفہ ہے کسی کو بھی خدا نے عطا نہیں کیا دیا تو اپنے خلیفہ ہی کو دیا جیسا کہ خدا نے قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نقل فرمایا: **وابرئ الاکمہ والابرص واُحی الموتی باذن اللہ** عیسیٰ علیہ السلام نے ابرائے اکمہ وابرص اور احیائے موتیٰ کو اپنی طرف منسوب کیا اور ایسا نہیں کہا کہ خدا نے اندھے اور کوڑی کو اچھا کرتا ہے اور مُردہ زندہ کرتا ہے میری دعا سے اور خدا نے کوئی اعتراض بھی اُن کے قول پر نہیں فرمایا جیسا کہ کہاء **انت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ** پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ صفات اور قدرت جو خدا نے اُن کو عطا فرمائی ہے اور اس کا انتساب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی طرف فرمایا درست تھا جیسا کہ انسان صفات سمع و بصر عطیۂ الٰہیہ کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میری سماعت اور میری بصارت میں سنتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کیونکہ خدا نے اپنی سبعہ صفات کا اطلاق انسان کو عطا فرمایا خود سمیع و بصیر انسان کو خدا نے فرمایا: **انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتلیه فجعلناه سمیعا بصیرا** اور یہ جو وارد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام **قم باذن اللہ** فرماتے تھے تو یہ خدا سے دعا نہیں ہے جیسا کہ نزول مائدہ کے لئے عیسیٰ علیہ السلام نے خدا سے دعا فرمائی **ربنا انزل علینا مائدة من السماء** بلکہ اذن کے معنی اجازت کے ہیں امر کے نہیں ہے یعنی مجھ کو خدا نے

اجازت احیاءِ اموات کی دی ہے پس اس اجازت سے اے موتیٰ تو زندہ ہوجا اور کھڑی ہوجا پس میت حکم عیسیٰ علیہ السلام سے زندہ ہوکر کھڑی ہوجاتی خدا کا حکم بامرکن مربوط بامرقُم عیسیٰ علیہ السلام ہی سے تھا جیسا کہ سب صفات الٰہیہ جو انسان کو عطا کئے گئے ہیں اُن کا ربط اُس کے افعال سے ہے اور جیسا کہ صفت احیائے پرندہ گلی کو عیسیٰ علیہ السلام کے پھونکنے پر موقوف کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو صفتِ خلق یعنی پیدا کرنے کے ساتھ اطلاق فرمایا: **انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیرا باذن الله** اور ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ تم چار پرندوں کو پرورش کرو اور اپنے سے خوب مانوس کرلو کہ تم کو اُن کی خوب شناخت ہوجائے پھر اُن کو پارہ پارہ کرکے چار پہاڑوں پر ڈال دو پھر تم اُن کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑے چلے آئیں گے پس خدا نے اپنی صفت احیاء کا ظہور ان مقاموں میں اپنے خاص بندوں کے افعال پر موقوف رکھا۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام موتیٰ کو **قم باذن الله** نہ فرماتے تو اُن کا زندہ ہونا قیامت کے روز پر ہی موقوف رہتا اور اگر وہ مٹی کا پرندہ بنا کر اُس میں نہ پھونکتے تو وہ قیامت تک مٹی ہی مٹی رہتا اور ابراہیم علیہ السلام پارہ پارہ پرندوں کو نہ بلاتے تو وہ پارہ پارہ ہی رہتے اور بھی دیکھئے کہ خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کو علم مغیبات کا عنایت فرمایا جو وہ خاص صفت الٰہی ہے۔ چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام نے علم مغیبات کو بھی اپنی طرف منسوب فرمایا **وانبئکم بما تأکلون وما تدخرون فی بیوتکم** یہاں باذن اللہ کا ذکر نہیں ہے تنبیہ ہے اس بات پر کہ یہ سب صفات عطیۂ الٰہیہ ہیں اُن کو بوقت استعمال اُن کے خواہ باذن اللہ ذکر ہو یا نہ ہو پس جب ایسی قوتیں عظیم الشان انسان کامل کو خدا نے عطا فرمائیں جو انبیاء علیہم السلام ہیں پس اُن قوتوں سے وہ اور اُن کے خلفاء عالم کا انجاح حوائج دنیا و عقبیٰ کرتے ہیں

قوت جبرئیلیہ وعطاء اولاد

اور ایسا ہی خدائے تعالیٰ نے اپنی خاص صفت جو اولاد کا دینا ہے غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی عطا فرمایا اور وہ اُس کی نسبت بباعث عطائے الٰہی اپنی طرف کئے دیکھے خدا نے قول جبرئیل علیہ السلام کو قرآن مجید میں ذکر فرمایا جو اُنھوں نے مریم علیہا السلام کو فرمایا **قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیًا** اور نہیں کہا **لیھب الله لک غلاماً زکیًا** بدعائی پھر یہ معلوم کیا

جائے کہ اتخاذ وسائل میں خدا کی کیا حکمت ہے اور خدا اپنی مخلوق پر اپنا فیضان خواہ عام ہو جو دنیوی ہے خواہ خاص ہو جو وہ فیضان دینی ہے بلاوسیلہ کیوں جاری اور فائض نہیں فرمایا۔

حکمت توسل بمقربان الٰہی

سرّ اُس میں یہ ہے کہ ذاتِ پاک حق تعالیٰ کے لئے صفت تنزیہ ہے کہ وہ صفات خلق سے منزہ ہے پس ذات اُس کی منزہ ہے عیب و زوال کی صفات اُس کی قدیمہ موصوف بصفت کمال اور مخلوق عالم تشبیہ میں موصوف بصفات نقص و زوال و محدوث پس ذات باکمال و قدیم کے فیضان خاص کی متحمل مخلوق جو عالم تشبیہ میں ہے کبھی نہیں ہوسکتی ہاں ایزد متعال کا عام فیضان جو قبل وجود انبیاء علیہم السلام کے عالم پر ہو رہا تھا اُس کے لئے وسیلہ کچھ ضروری نہیں ہے جیسا کہ کفار پر فیضان عام خدا کا ہوتا ہے جو مراد ہے اُن کی رزق رسانی اور اسباب معیشت مہیا کر دینے سے اس مخلوق کے لئے کہ قبل وجود انبیاء علیہم السلام کے عالم شہادت میں تھی مثل جنات کے اور جو مخلوق کہ قبل وجود انبیاء علیہم السلام کے عالم علوی میں تھی اُن کے لئے تسبیح و تحمید کی تعلیم ہے جو اُن کی یہی غذا اور سبب اُن کی زندگی اور معیشت عالم قدس کا ہے جب خدا نے چاہا کہ اپنے فیضان خاص کے لئے کسی مخلوق کو پیدا کرے جو وہ متحمل اُس کے تجلیات اسمائیہ و صفاتیہ کی ہو اور اُس کی نائب ہو اُس کے اخذ فیضان کا اور فیضان رسانی کا بھی تو علم الٰہی میں مخلوق میں کوئی اس قابل نہیں تھا بجز انسان کامل کے جیسا کہ خدا نے فرمایا **انا عرضنا الامانة علی السموات والا رض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان** پس حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح نفخ فرمائی۔ حقیقت روح وہی جانتا ہے کہ اُس کی روح کے کیا معنی ہیں مگر چونکہ قرآن میں وارد ہے اُس پر ایمان لانا ہم کو فرض ہوا، علماء فرماتے ہیں کہ یہ اضافت تشریفی ہے اور اپنے اسماء و صفات کے تجلیات سے آدم علیہ السلام کو مانوس کیا جیسا کہ خدا نے فرمایا **وعلم آدم الاسماء کلها** یعنی سب عالم میں اپنے اسماء وصفات کے تجلیات کا مشاہدہ کروایا کہ سب عالم میں اُس کے اسماء وصفات متجلی ہیں اور سب اس کے اسماء وصفات کے مظاہر عالم میں آدم علیہ السلام بھی داخل ہیں۔

کیفیت انست آدم علیہ السلام بروح موسیٰ علیہ السلام در عالم ارواح

پس وہ اپنی ذات میں بھی تجلیات اسماء وصفات الٰہیہ کا مشاہدہ فرمایا خواہ وجود میں چھوٹی ہو یا بڑی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے حتی القصعۃ والقصیعۃ پس جب کہ آدم علیہ السلام اسماء و صفات الٰہیہ سے تربیت پائے اور تجلیات سے اُس کی مانوس ہوئے تو آدم علیہ السلام کو ذات موسیٰ علیہ السلام سے نسبت تام پیدا ہوگئی اور وہ قابل اس بات کے ہوئے کہ ذات الٰہی کا فیضان خاص جو عبارت ہے تجلیات اسماء وصفات حق سے اس کو قبول کریں اور اُس کے متحمل ہوں پھر مخلوق کو پہنچادیں پس اس حال میں اُن پر صحیفہ نازل ہوا جو وہ کلام الٰہی ہے اُس میں تربیت اُن کی امت کو ہے اُمور معاش اور معاد میں اگر پہلے سے تربیت الٰہی تجلیات اسماء و صفات اُن کو نہ ہوتی تو ہرگز قابل نزول کلام الٰہی کے نہ ہوتے۔

اصرار قوم موسیٰ علیہ السلام در باب سماعت کلام الٰہی

فتح الربانی میں ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے وعظ شریف میں فرمایا کہ ایک وقت قوم بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ جو خدا کے ساتھ ہم کلام ہوتے ہو اور خدائے تعالیٰ آپ سے بات کرتا ہے ہم کو بھی سناؤ ہر چند موسیٰ علیہ السلام نے فہمائش کی کہ تم کلام الٰہی کی سماعت کے متحمل نہ ہوں گے مگر وہ نہ مانے بالآخر جو ایک گروہ جو اُس کا طالب تھا اُن کو اپنے ہمراہ کوہِ طور پر لے گئے جب خدا کا کلام موسیٰؑ سے ہونے لگا تو وہ قوم متحمل نہ ہوکر بیہوش زمین پر گرگئی اور ایک جا دیکھا ہوں کہ جب خدا کا کلام ہونے لگا تو اُن کے ہر بن مو سے وہ کلام الٰہی سنا جاتا تھا نہ فقط کان سے جو انسان کا کلام انسان سنتا ہے اُس کا سبب یہ ہے کہ خدا کا کلام مطلق ہے مقید بہ آلہ لسانی مثل ہمارے کلام کے نہیں ہے پس اُس کلام ذات مطلق کا سننا بھی مقید بہ آلہ گوش ہمارے نہیں ہوا اب دیکھئے کہ ہم عادی ہیں کہ کلام کو ہمارے کان سے سنیں جب یہ غیر عادی امر درپیش ہو کہ ہمارا ہر بن مو کلام سننے لگے تو ہمارا کیا حال ہو اور ہمارے حواس کیسے باقی رہیں اگر کوئی شخص مخلوق میں جلیل الشان ہو اور اس سے کبھی گفتگو کی عادت نہ ہو تو آدمی پر اُس کا کیسا رعب ہوتا ہے اور اُس کے حواس میں خلل پیدا ہوتا ہے جب شہنشاہ ملک الملوک ذوالجلال والاکرام کہ جس کے کلام سننے کے ہم عادی نہیں اُس کے کلام کے ہم کیسے متحمل ہوں گے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ہوش آیا تو کہی کہ اے موسیٰ ہم کو خدا کے کلام سننے کی طاقت نہیں تم ہی واسطہ ہو، فی مابین ہمارے اور خدا کے صفات الٰہی کے لئے کوئی حد و نہایت نہیں تو اُس کے مراتب تجلیات کی بھی کوئی حد و نہایت نہیں ہے ایک مرتبہ تجلیات صفات الٰہی کا دوسری مرتبہ سے اعلیٰ ہے انبیاء علیہم السلام کے بھی مراتب بسبب استعداد قبول تجلیات اسماء وصفاتِ الٰہیہ ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔

سِرّ عدم تحمل موسیٰ علیہ السلام

لقد فضلنا بعض النبیین علی بعض قرآن میں وارد ہے اس وجہ سے جب کہ خدائے تعالیٰ نے موسیٰ پر اس مرتبہ کی تجلی فرمائی کہ جس کے وہ عادی نہ تھے تو بیہوش ہو کر گر گئے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے پس یہ تجلی بھی تجلی اسماء وصفات کی تھی نہ تجلی ذات جیسا کہ علماء فرماتے ہیں پس جب کہ موسیٰ علیہ السلام تجلی صفاتی غیر عادی کے متحمل نہ ہو سکی باوجود اس کے کہ آپ کلیم اللہ تھے تجلیات صفات کلام الٰہیہ سے آپ ہمیشہ مانوس تھے پس عوام جو کبھی تجلیات صفات الٰہیہ سے مانوس ہی نہیں بلکہ مطلقاً عادی نہیں کیونکر تجلیات صفات الٰہیہ کے متحمل ہو سکیں گے۔

سِرّ تحمل آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم برؤیت الٰہی

ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم شب معراج میں مقام قاب قوسین تک پہنچ گئے اور بکثرت آپ کو اُدْنُ مِنِّیْ کا ارشاد ہوا اور ہزار حجب نورانی قطع کر کے مقام قرب الٰہی میں پہنچے جہاں کسی مقرب کا گذر نہیں اور نہ ہوگا اور ذات باری تعالیٰ کو بچشم سر مشاہدہ فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محققین کا یہی مذہب ہے مگر بایں مشاہدہ آپ کی ذات مبارک کو نہ جنبش ہوئی اور نہ بصر مبارک نے اس مشاہدہ ذات میں قصور کی قرآن مجید میں وارد ہے **ما زاغ البصر وما طغیٰ** پس آپ کے مراتب اعلیٰ بین الانبیاء علیہم السلام اس سے ظاہر ہوئے وجہ اُس کی یہ ہے کہ محققین فرماتے ہیں آپ مخلوق نور ذات الٰہی سے ہیں اور انبیاء علیہم السلام نور صفات سے مخلوق ہیں۔ شیخ جمالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے: موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات تو عین ذات می نگری در تبسمی لکھتے ہیں کہ یہ شعر آپ کا بارگاہِ نبوی میں مقبول ہوا اور صلہ میں اُس کے رویت شریفہ سے جو ایک بڑی نعمت عظمیٰ ہے مشرف ہوئے جس

کے مشتاق ملاء اعلیٰ اور انبیاء علیہم السلام ہمیشہ رہتے ہیں اور آپ کی رویت شریف سے ترقی درجات اور مراتب ہوتی ہے جیسا کہ روایت بہجۃ الاسرار شیخ محمد بلخی سے ہے ظاہر ہے جبکہ احیائے اموات اور علمِ مغیبات انبیاء کا معجزہ نصِ قرآنی سے ثابت ہوا اُن کا حال عالم شہادت اور عالم برزخ میں برابر ہے بیان اُس کا احادیث اور اقوال علمائے کرام سے آئندہ بتفصیل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

طریقہ امداد از انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ

پس اُن سے ملتجی ہونا اس طور پر کہ خدا نے جو آپ کو قوت اور ہمت عطا کی ہے اُس سے ہماری حاجت روائی فرمائیے یا اس طور پر کہ آپ ہماری شفاعت خدا کے پاس کر کے ہمارے انجاح حوائج کیجئے برابر ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ مقربان الٰہی کبھی بقوت و ہمت وہبیۂ الٰہیہ اور کبھی بدعا در بارگاہ الٰہی انجاح حوائج مخلوق فرماتے ہیں اولیائے کرام نائبین انبیاء علیہم السلام ہیں علم عقائد کا مسئلہ ہے کہ جس چیز کا ظہور معجزہ انبیاء علیہم السلام سے ہو اُس کا ظہور کرامت اولیاء اللہ سے ہونا جائز ہے پس جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا حال انجاح مرام خلائق میں ہے ویسا ہی حال اولیاء اللہ کا نیابۃً عن الانبیاء علیہم السلام ہے یہاں تک ذکر استعانت در باب انجاح حوائج مخلوق از انبیاء علیہم السلام کا ہوا۔ اب میں یہاں سے بیان استعانت در باب حاجت روائی خلائق از رحمۃ العالمین سید المرسلین شفیع المذنبین صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ الف الف مرۃ فی کل لمحۃ ولحظۃ الیٰ یوم الدین عرض کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما۔ ترجمہ: بیشک اللہ اور فرشتے اُس کے درود پڑھتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر۔ اے ایمان والو تم درود پڑھو اُن پر اور سلام کرو درست طور سے کتاب نورالانوار اُصول میں بحث مشترک میں پہلے معنی خدا کے درود پڑھنے اور فرشتوں کے درود پڑھنے کے علیحدہ علیحدہ بیان کر کر پھر لکھے ہیں کہ جامع معنی درود پڑھنے کے جو شامل ہوں خدا کے درود اور فرشتوں کے درود اور مومنین کے درود کو وہ یہ ہے کہ توجہ بشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی خدائے تعالیٰ اور اُس کے فرشتے متوجہ بشان آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم ہیں۔ پس اے ایمان والو تم بھی بشان آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم متوجہ ہو۔ پس جاننا چاہئے کہ خدائے تعالیٰ اور اُس کے خاص بندوں کی توجہ آپ کی ذات پاک کی جانب متوجہ ہے تو ہماری توجہ کی آپ کی ذات مبارک کی طرف کیا ضرورت ہے۔ یہ خدا کا حکم ہماری بہتری کے لئے ہے وہ ارحم الراحمین ہے اس کے سب اوامر ونواہی ہمارے ہی بہتری کیلئے ہیں۔ پس خدا بجوش اپنی دریائے رحمت کے ہم بندوں کو ترغیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف متوجہ ہونے کی کرتا ہے۔ اے بندو ہمارے جب ہم بذات پاک اپنے مع خاص بندوں اپنے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہیں جو وہ ہمارا حبیب ہے، تو تم بھی آپ کی ذات پاک کی طرف متوجہ ہوتے کہ ہمارا قرب اور ہماری خوشنودی ہمارے ساتھ موافقت کرنے سے تم کو حاصل ہو اور تم پر ہمارا فیضان خاص فائز ہو اور فلاح دارین میسر ہو چونکہ ہماری توجہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ و سلم کی طرف بباعث حکم الٰہی اُس کی کمال رضامندی ہے اس لئے ایک بار درود پڑھنے سے دس بار خدا کی رحمت ہم پر نازل ہوتی ہے۔ اسی امر کا ذکر خدائے تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے: **ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ لیخرجکم من الظلمات الی النور و کان بالمومنین رحیما۔** اسی وجہ سے خدائے تعالیٰ نے فرمایا **قل ان کنتم تحبون اللہ**

فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم ۔معنی آیت: کہوتم اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کہ اگرتم خدا سے محبت رکھتے ہوتو تم میری اتباع کرو خداتم کو دوست رکھے گا۔پس اس آیۂ کریمہ میں شان محبوبیت آپ کی خدائے تعالیٰ کے پاس دوطرح سے ظاہر ہوئی۔ایک یہ کہ خدا نے فرمایا کہ اگرتم محبّ خدا ہوتو تم میرے حبیب کا اتباع کروتو اُس کا صلہ تم کو نہ صرف اس قدر ملے گا کہ تم محبّ صادق خدا کے ہوگے اورتمہاری محبت خدا کے پاس مقبول ہوگی بلکہ تم کو بہت بڑے درجہ کی ترقی عنایت ہوگی کہ تم جوخدا کے محبّ تھے بباعث اتباع اُس کے حبیب کے محبوب خدائے تعالیٰ ہوجاؤ گے اور تمہارے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ دوسری یہ شان محبوبیت آپ کی خدا کے پاس ظاہر ہوئی کہ خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ اگرتم محبّ خدا ہوتو میرے حبیب سے محبت رکھو بلکہ یہ فرمایا کہ میرے حبیب کی اتباع کرو کیونکہ محبت میں معنی تذلل اور انکسار کے نہیں پائے جاتے ہیں جو منصب عبد کا ہے اُس کے مولا کے ساتھ۔حاصل معنی یہ ہیں کہ خدا نے فرمایا کہ جب تم میرے محبّ ہوتو تم میرے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے محبت مع تذلل وعجز وانکسار کے رکھوتو تم میرے محبوب ہوگے اسی وجہ سے بڑے بڑے علمائے کرام اپنا نام عبدالنبی وعبدالرسول وعبدالمصطفےٰ رکھے پس معنی عبدالنبی کے مثلاً محبّ النبی مع العجز والانکسار کالعبد مع مولاہ ہیں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء میں فرماتے ہیں کہ حقوق آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے امت پر زیادہ ہیں۔حقوق مولا سے جواُس کے بندہ پر ہیں اس لئے کہ عبد پر واجب نہیں واسطے اتقا مولا کے بذل نفس اپنا کرے اور ہم پر واجب ہے کہ اتقائے نفس زکیہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لئے بذل نفس اپنا کریں بدلیل قول حق سبحانہ تعالیٰ کے النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ مغازی میں اپنے نفس پر جراحات کے متحمل ہوئے۔ واسطے اتقائے نفس پاک آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے۔سِرّ اس میں یہ ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ روح عالم ہیں اورسب عالم بمنزلہ اجساد ہیں روح کی بچاؤ کے لئے اجساد کا ضائع کرنا واجب ہے۔جیسا کہ قطع جسد اس وقت میں جب کہ موت اورخروج روح کا اندیشہ ہو۔ان امراض میں کہ جب قطع نہ کیا جائے تو جسد کو موت عارض ہو مثل مرض اکلہ وغیرآں پس اس سے ثابت ہوا کہ ہم کو

تذلل وانکسار عبد سے زیادہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے روبرو ہونا چاہئے۔ اسی وجہ سے ادنیٰ سوءادب سے آپ کی جناب میں خوف حبط عمل کا ہے جو جہر بالقول اور تقدم بین یدیہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ایسا ہی تھوڑی توجہ مومن کی آپ کی جناب میں باعث توجہ اضعاف مضاعفہ خدا کی مومن کی طرف ہے جیسا کہ ایک بار آپ کا پروردگار سے عرض کرنا باعث دس بار نزول رحمت خدا اور مغفرت گناہاں اور رفع درجات کا ہے۔ حدیث صحیح میں وارد ہے حصن حصین میں ہے کہ جب بندہ خدا کو تین بار یاارحم الراحمین کے نام سے پکارے تو ایک فرشتہ خدا کی طرف سے مقرر ہے وہ تیسرے بار پکارنے میں کہتا ہے کہ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہوا ہے پس تو خدا سے مانگ لے جو مانگنا ہو اور انسان کامل میں شیخ عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مومن یامحمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ندا کرے تو خدا بذات پاک خود جواب دیتا ہے لبیک پس خیال کیا جائے کہ جب بندہ خدا کو بصفت رحمت اُس کی پکارے تو پہلے ہی دفعہ نہیں بلکہ تیسری دفعہ میں اور بذات خود نہیں بلکہ بذریعہ فرشتہ جواب دیتا ہے اور جواب دیتا ہے تو کیسا کہ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہوا اُس سے تو مانگ لے اور جب آنحضرتؐ کو آپ کا اُمتی پکارتا ہے تو نہ بصفت رحمت آپ کی جو رحمۃ للعالمین ہے بلکہ باسم علم آپ کے جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہے تو خدا دوسرے بار تک بھی پکارنے کا انتظار نہیں فرماتا بلکہ اول ہی دفعہ جواب دیتا ہے اور یہ جواب بھی بواسطۂ فرشتہ نہیں دیتا بلکہ بذات خود بندہ کو جواب دیتا ہے اور جواب بھی کیسا لفظ لبیک کے ساتھ یہ جواب کیسا ہے اور کون کس کو ایسا جواب دیتا ہے جو تصریح اُس کی بے ادبی سے فدا ہو جانا چاہئے۔ ایسے اخلاق پر اور اُس کے حبیب کریم محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم پر جن کی وجہ سے ہم گنہگار نابکار بندوں کو ایسے اخلاق قدسیہ اور توجہات نامتناہیہ ربانیہ سے سرفرازی ہوتی ہے پس اس سے آپ کو کس قدر وضاحت سے ظاہر ہوا کہ آپ کو پکارنا ہمارا خدا کو پکارنے سے کس قدر زیادہ ہماری حاجت روائی کو مفید ہوا۔ ویسا ہی حال اولیاء اللہ کو پکارنے کا ہے جو آپ کے نائبین اور وارثین ہیں۔ جاننا چاہئے کہ صلوٰۃ الاسرار جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امر ہوا کہ اس طریقہ سے استعانت انجلِ مرام میں کی جائے یہ امر قدم بقدم آپ کے جدامجد حضرت

سیدالمرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ہے جو آپ نے صلوٰۃ الحاجۃ تعلیم فرمائی ہے جس میں استعانت آپ کی جناب میں اپنی حاجت روائی میں ہے جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔ اُس سے جواز استعانت اور استغاثہ بجمیع مقربانِ الٰہی بخوبی ثابت ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پاک منبع شریعت علی الکمال ہے۔ علماء کبار اہل شریعت آپ کی استقامت علی الشریعۃ پر متفق علیہ ہیں آپ کے اقوال شریفہ آپ کے احوال شریفہ اوراعمال مبارک سب کے سب موافق قرآن وحدیث کے ہیں۔ کسی علمائے شریعت کی مجال نہیں کہ آپ کے کسی قول پر دم زدنی کریں بلکہ سب کے سب آپ کے مداح اور ثنا خواں ہیں اور جو علمائے شریعت کہ متعصب ہیں مثل ابن جوزی وہ بھی بحصول سعادت اپنی آپ کے احوال شریفہ میں ایک کتاب تصنیف کی گویا آپ کی ذات پاک مجسم قرآن واحادیث ہے اور آپ کے جدامجد محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی تصویر ہے۔ خاکسار نے آپ کے احوال مبارکہ میں ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں آپ کی کرامات کو معجزات نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ تطبیق دی گئی ہے اور نام اس کا ''محی الکونین'' رکھا ہے اور روایت آپ سے جو صلوٰۃ الاسرار کی کئے ہیں وہ بہت بڑے عالم ہیں وہ رواۃ میں مراعات رواۃ حدیث کئے ہیں۔ پس ارشاد آپ کا جو صلوٰۃ الاسرار کے واسطے ہوا یہ بہت بڑی دلیل ہے جواز استغاثہ اور استعانت پر مقربان الٰہی سے اور سوائے اس کے میں نے جو دلائل نصوص شرعیہ اور اقوال علمائے کبار در باب استعانت اس میں بیان کئے ہیں وہ شامل ہیں۔ جواز استغاثہ و استعانت مقربان الٰہی کو لہٰذا خاکسار خصیصۂ صلوٰۃ الاسرار کو کتاب خصائص غوثیہ ص ۲۴۰ سے بعینہ نقل کیا وہ یہ ہے:

ومن خصائص رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنا صلوٰۃ الاسرار ۔ صلوٰۃ الاسرار بھی آپ کے خصائص شریفہ سے ہے جس کو نماز حاجت وغیرہ بھی کہتے ہیں۔ بہجۃ الاسرار میں باسانید متصلہ شیخ ابوالحسن علی قریشی سے دمشق میں ۶۱۳ ہجری میں روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آپ فرماتے ہیں جس وقت خدا سے کوئی حاجت چاہو تو میرے وسیلہ سے چاہو۔ ایضاً بہجۃ الاسرار میں باسانید متصلہ شیخ ابوالقاسم عمر بزاز سے

روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے میرے سردار شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آپ فرماتے ہیں جو شخص کسی سختی میں مجھ سے فریاد کرے اُس کی سختی دور ہو جائے گی اور جو شخص کہ میرے نام سے مجھ کو پکارے کسی سختی میں وہ دفع ہو جائے گی اور جو شخص میرے وسیلہ سے خدا کے پاس حاجت چاہے اُس کی حاجت روا ہوگی اور جو شخص دو رکعت ادا کرے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے۔ بعد نماز کے درود وسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر عرض کرے پھر عراق کی جانب گیارہ قدم جائیں اور میرا نام یاد کرے پس اُس کی حاجت روائی ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ مناقب غوثیہ میں ملفوظ غیاثیہ سے نقل کرتے ہیں کہ اکثر بزرگان دین اور مشائخ اہل یقین نے فضائل دوگانہ یازدہ قدمی کو بیان فرماتے ہیں اور اس کو صلوٰۃ الاسرار اور صلوٰۃ الختم اور صلوٰۃ الحاجت اور صلوۃ الہدیۃ الحضرۃ القادریہ کہتے ہیں اور استفادہ اس نماز کا حضرت جناب سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے کیا ہے اور بارگاہ نبویہ سے اس کی ادائی کے لئے مامور ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ یوسف سجاوندی قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضرت سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اگر کسی کو موت آئی ہو اُس کا کوئی علاج ہے حضرت نے فرمایا اس کا علاج میرے فرزند سید عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوگانہ ہے جو شخص کہ باعتقاد راسخ اس دوگانہ کو ادا کرے اُس کی عمر زیادہ ہوگی انتہیٰ پھر صاحب مناقب غوثیہ کیفیت ادائے صلوٰۃ الحاجت اور صلوٰۃ الاسرار کی اس طور سے بیان کرتے ہیں کہ نیت دوگانہ مذکور کی ایسی کرے **نویت ان اصلی للہ تعالیٰ رکعتین صلوۃ الاسرار تقربا الیٰ اللہ تعالیٰ و انقطاعاً عن غیرہ متوجھًا الٰی جھۃ الکعبۃ اللہ اکبر۔** ترجمہ: نیت کرتا ہوں میں کہ خدا کے واسطے دو رکعت صلوٰۃ الاسرار ادا کروں واسطے نزدیکی چاہنے اللہ کے اور انقطاع غیر حق سے متوجہ طرف جہت کعبہ کے اللہ اکبر پھر ہر رکعت میں سورۂ اخلاص گیارہ، گیارہ بار بعد سورہ فاتحہ کے پڑھے بعد سلام کے سجدہ میں جائے اور گیارہ بار کہے **یا شیخ الثقلین یا قطب الربانی یا غوث الصمدانی یا محبوب السبحانی یا محی الدین ابا محمد الشیخ السید**

عبدالقادر جیلانی اغثنی و امددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجتی بعداس
کے سیدھا پیر بائیں پیر پر رکھے۔ اول درود شریف گیارہ بار، سورہ فاتحہ گیارہ بار، سورہ اخلاص
گیارہ بار، سورۂ اذا جاء گیارہ بار پڑھے اور کہے یا جنود اللہ و یا عباد اللہ اغثنی وامددنی فی قضاء
حاجتی یا قاضی الحاجات آمین آمین ثم آمین۔ بعدہٗ مراقبہ میں جائے اور جانماز پر بیٹھے اور ذکر لا
الٰـہ الا اللہ کا ایک سو آٹھ بار کہے۔ بعد اُس کے سجدہ میں جائے اور کہے یا روح القدس یا جنود
اللہ یا عباد اللہ اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات آمین آمین ابتداء میں خوشبوئی
جلائے۔ صلوٰۃ الاسرار کے بہت سے طریق مناقب غوثیہ میں تحریر ہیں صرف ایک ہی وجہ پر
اکتفا کیا گیا۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے کوئی ارشادات اور کوئی آپ کے احوال شریفہ
ایسے نہیں ہیں جن میں علمائے شریعت کو ذرہ بھی دم زدنی ہو سوائے کورچشم بد مذہبوں کے جو شیعی
یا وہابی ہیں گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب راچہ گناہ۔ صاحب الوسیلۃ الجلیلہ بعد نقل
کرنے صلوٰۃ الاسرار کے لکھتے ہیں کہ اس میں کسی قسم کا محذور شرعی نہیں۔ قضائے حاجت کے
لئے نماز کا پڑھنا تو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے بعد نماز کے درود وسلام غیر مشروع نہیں بلکہ
درود وسلام سے دعا مقبول ہوتی ہے۔ حضرت غوث پاکؓ کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے بلکہ جس وقت
اولیاء اللہ کا ذکر ہوتا ہے رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ حدیث میں وارد ہے عنـــد ذكـــر
الـصالحين تتنزل الرحمة ابن جوزی نے مقدمہ کتاب صفوۃ الصفوہ میں لکھا ہے اس میں
نئی بات یہ ہے کہ کھڑے ہو کر گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف جانا حضرت غوث پاک رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرنا اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا ہم جہاں تک غور کرتے ہیں اُس کے عدم جواز
کی کوئی وجہ پائی نہیں جاتی توسل اور تشفع تو ہر صورت میں جائز ہے۔ آدمی کھڑا ہو یا بیٹھا البتہ
کھڑے ہو کر توسل کرنے میں اہتمام مقصود ہوتا ہے۔ بغداد شریف کی طرف چلنا اسی خیال
سے ہے کہ توسل حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے ہے جن کا مزار مقدس بغداد شریف میں
ہے۔ اگر یہ کہے کہ یہ عبادت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ گیارہ قدم چلنا نہ داخل عبادت ہے نہ کسی
عبادت کا شبیہ ہے۔ انتہیٰ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماوراء آپ کے مقامات باطنی
طریقت اور حقیقت اور معرفت کے جو آپ کا مرتبہ علوم شریعت میں کمالیت پر تھا اُس کو بہت

بڑے بڑے علماء اور محدثین مثل شیخ شہاب الدین قسطلانی روضہ الزاہر میں امام عبداللہ یافعی نے خلاصۃ المفاخر میں امام نووی نے بستان العارفین میں وغیرہم رحمۃ اللہ علینا وعلیہم بیان فرماتے ہیں مگر میں فقط امام نووی رحمۃ اللہ علیہ جو محدث جلیل القدر مشاہیر علماء اور محدثین سے ہیں اور انھوں نے جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح آپ کے رسوخ اور کمالیت علوم شریعت میں ماورا۔ آپ کے مقامات باطنی کے بیان فرمائے۔ فقط اُن کے ہی بیان کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔ قلائدالجواہر میں لکھتے ہیں **وقال شیخ الاسلام الشیخ محی الدین النووی رحمة الله عليه فی كتابه بستان العارفين ما علمنا فيما بلغنا من الثقات الناقلين كرامات الاولياء اكثر ممّادوصل الينامن كرامات القطب شيخ بغداد محی الدين الشيخ عبدالقادر الجيلی رضی الله عنه كان شيخ السادة الحنابلة والشافعية ببغداد و انتهت اليه رياسة العلم فی وقته وتخرج بصحبته غير واحد من الاكابر وانتهی اليه اكثر اعيان مشائخ العراق و قال بارادته جم غفير من ذوی الاحوال الفاخرة و تلمذ له خلق لا يحصون عددا و كثرة من ارباب المقامات الرفيعة و انعقدت عليه اجماع المشائخ والعلماء رضی الله عنهم بالتجبيل والاعظام و الاحكام والرجوع الی قولهٖ والمصير الیٰ حكمهٖ و قصد بالزيارات مع النذورات من كل فطرورمی بالامال من كل جهة واهرع اليه اهل السلوک من كل جج عميق وكان جميل الصفات شريف الاخلاق كامل الادب والمروة كثير التواضع دائم البشر وافر العلم والعقل شديد الاقتفاء لكلام الشرع و احكامه معظما لاهل العلم مكرماً لارباب الدين والسنة مبغضا لاهل البدعة والاهواء محبا لمريدی الحق من دوام المجاهدة و لزوم المراقبة الی الموت و كان لهٗ كلام عال فی علوم المعارف شديد الغضب اذا انتهكت محارم الله سبحانه و تعالیٰ سخی الكف كريم النفس علیٰ اجمل طريقة وبالجملة فلم يكن فی زمنه مثله رضی الله عنه .انتهی كلامه ملخصاً** ۔ف ا: جاننا چاہئے کہ جہاں امام نووی کے کلام میں حضرت

غوث پاک رضی اللہ عنہ کی کمالیت علوم شریعت اور آپ کے رسوخ اتباع شریعت کا بیان ہے وہاں اُس کے ترجمہ میں واسطے انتباہ کے خط کھینچوں گا اب ترجمہ شروع کرتا ہوں۔ کہا شیخ الاسلام شیخ محی الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب میں جو بستان العارفین ہے نہیں جانا ہم نے اُن اخبار میں جو ثقات ناقلین سے ہم کو پہنچے اولیاء اللہ کے کرامات اکثر اُن سے جو کرامات قطب شیخ بغداد محی الدین عبدالقادر جیلی رحمۃ اللہ علیہ کے پہنچے کہ آپ شیخ تھے علمائے شافعیہ اور علمائے حنبلیہ کے بغداد میں اور آپ کی طرف علم کی صدارت آپ کے وقت میں منتہی ہوئی اور آپ کی صحبت سے بہت سے اکابر تربیت پا کر نکلے اور آپ کی طرف اکثر اکابر ملک عراق منسوب ہوئے اور آپ کی مرید اور معتقد ایک جماعت کثیر اصحاب احوال فاخرہ سے ہوئی اور آپ کی شاگرد یعنی علم ظاہر میں ایک مخلوق ہوئی بلند مقام والی کہ جن کی تعداد اور کثرت بیان نہیں ہوسکتی اور مشائخ اور علماء کا اجماع آپ کے علو مرتبت اور تعظیم اور آپ کے قول اور آپ کے حکم پر عمل کرنے اور آپ کے مرجعیت پر ہوا اور آپ کی طرف بقصد آپ کی ملاقات کے ہر طرف سے لوگ نذریں لیکر آنے لگے۔ فـاِوہابیہ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی خدمت میں پیش کش کرنے کو نذر نہ کہنا چاہئے دیکھو کیسے بڑے محدث عظیم الشان نے اس کو نذر کہا ہے انتہیٰ رجعنا الی الترجمہ اہل السلوک دُور دُور گاؤں سے آپ کی خدمت میں دوڑے ہوئے آئے آپ کی ذات مبارک نیک صفات بزرگ اخلاق کامل الادب اور مروت تھی بہت فروتنی ہمیشہ کشادہ چہرہ علم اور عقل کے سخت پیروی کرنے والے کلام شریعت اور احکام شریعت اور اہل علم کی تعظیم کرنے والے اہل دین اور سنت کی تکریم کرنے والے اہل بدعت اور اھواء کو یعنی بد مذہبوں کو بُرا جاننے والے طالب راہِ خدا کو دوست رکھنے والے ہمیشہ مجاہدہ عبادت میں اور مراقبہ اپنے پر لازم کرنے والے رحلتِ شریف تک اور معارف میں آپ کا کلام عالی رتبہ تھا بہت غصہ ہوتے جس وقت خدا کے اوامر ونواہی کا خلاف کیا جاتا الحاصل آپ کے زمانۂ مبارک میں کوئی آپ کا مثل نہ تھا انتہیٰ پس ایک محدث عالم جلیل القدر کے بیان سے آپ کے صفات کریمہ معلوم ہوئے کہ آپ کا مرتبہ علومِ شریعت میں اس قدر رفیع تھا کہ مخلوق بے شمار علومِ شریعت میں آپ سے فیض حاصل کی اور آپ کی شاگرد ہوئی اور سب علماء میں آپ کو علومِ شریعت میں صدارت

حاصل تھی اور آپ کی ذاتِ مبارک فتوے شریعت میں مرجعِ وقت تھی اور اتباع شریعت میں آپ کا قدم اس قدر راسخ تھا کہ آپ کو کلامِ شریعت اور احکامِ شریعت میں پیروی بشدت تھی اہل دین وسنت سے آپ کو محبت اہل بدعت اور اھواء سے آپ کو انکار تھا۔ جب علومِ شریعت میں آپ کو اس مرتبہ کا کمال تھا اور اتباعِ شریعت میں آپ کا اس قدر قدم راسخ ہوا آپ کے ارشادات اور احوال شریف پر علماء کو کیا مجالِ دم زدنی اور کیوں نہ موافقِ شرع شریف ہوں۔ اب اس امر کی تحقیق باقی رہی کہ روایت صلوٰۃ الاسرار کی جو صاحب بہجۃ الاسرار نے آپ سے کی ہے اُس کو کس درجہ کا اعتبار حاصل ہے۔ اعتبار روایت کے دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ روایت میں راویوں کی تعداد جس قدر کم ہو اُسی قدر وہ روایت اعتبار میں زیادہ ہوتی ہے۔ دوسری وجہ اعتبار راوی کا ثقہ ہونا پس صلوٰۃ الاسرار کی روایت میں یہ دونوں اعتبار کی وجہ ہیں۔ بیان وجہ اول یہ کہ فی مابین حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اور صاحب بہجۃ الاسرار کے دو ہی واسطے ہیں یعنی طریقہ اجازت میں اور اس روایت صلوٰۃ الاسرار میں تین واسطے ہیں اس لئے صلوٰۃ الاسرار کی روایت صاحب بہجۃ الاسرار نے شیخ ابوالمعالی سے وہ شیخ ابوالحسن علی جنّاز سے وہ شیخ ابوالقاسم عمر بزاز سے وہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ تین واسطے سے یہ روایت نہایت معتبر ہے اس لئے بخاری میں ثلاثیات کو بہت ہی قابل اعتبار سمجھتے ہیں۔ دوسری وجہ اعتبار اس روایت کی یہ ہے کہ راوی آخر اس روایت کے بہت ہی صاحب مرتبہ ہیں پس جو ایک بڑے مرتبہ کے عالم ہوں وہ اُنھیں رواۃ سے روایت کریں گے جو ثقہ ہوں پس یہ ہر دو وجوہ اعتبار روایت کے موجود ہیں صاحب وسیلۃ الجلیلہ لکھتے ہیں کہ صاحب بہجۃ الاسرار نامی فاضل تھے۔ اس جلیل الشان فاضل کی نسبت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ مرآۃ الجنان میں فرمائے **الشیخ الامام الفقیہ العالم المقری** حافظ ذہبی طبقات القراء میں لکھتے ہیں الامام البارع شیخ القراء بہجۃ الاسرار کی تعریف علماء نے بہت کی ہے۔ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف الالیف میں لکھا ہے بہجۃ الاسرار کتابیست مقرر معتبر مذکور مشہور بین المشائخ والعلماء صنّفہا بعض عظماء المشائخ المقربین وبینہ وبین الشیخ رضی اللہ عنہ واسطتان اور ما ثبت من السنۃ میں لکھا ہے قد ذکر فی بہجۃ الاسرار الکتاب المشہور فی بیان احوال ہذا الشیخ الکریم المختار بروایۃ الثقات من

المشائخ الکبار و بین مصنف ہذا الکتاب و بین الشیخ رضی اللہ عنہ واسطتان فحسب اور انہار مفاخر میں مولوی محمد غوث صاحب مدراسی نے تحریر کیا ہے و استخراج نمود آنرا از کتب معتبرہ مثل بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار تصنیف فقیہہ عالم عامل فاضل کامل مقری علامہ محدث فہامہ شیخ نور الدین ابی الحسن علی الخ اب صاحب وسیلۃ الجلیلہ اس امر کو بیان کرتے ہیں اگر چہ صاحب بہجۃ الاسرار جو وہ ایک بڑے مرتبہ کے شخص ہیں جن کی عظمت و مرتبہ کو علماء نے تسلیم کیا ہے اُن کا نقل کرنا اس روایت کے معتبر ہونے کے لئے کافی ہے مگر صاحب بہجۃ الاسرار ہی اپنی اس روایت میں منفرد نہیں بلکہ اور علماء و فقہاء محدثین نے بھی جو صلوٰۃ الاسرار کو روایت کئے ہیں تا کہ بد مذہبوں کو کسی قسم کے کلام کی گنجائش نہ رہے جیسے شیخ مجد الدین فیروز آبادی یعنی صاحب قاموس روض الناظر میں اور شیخ محمد بن سعید زنجانی نزھۃ الخواطر اور شیخ شہاب الدین قسطلانی روض الزاہر میں اور امام عبداللہ یافعی خلاصۃ المفاخر میں اور شیخ ابوبکر بن نصر انوار الناظر میں اور سید عبدالقادر عیدروس دُر المفاخر میں اور شیخ محمد بن یحیٰی التناونی قلائد الجواہر میں اور شیخ عبدالحق دہلوی زبدۃ الآثار مختصر الاسرار میں اور شاہ ابوالمعالی تحفہ قادریہ میں اور مولوی محمد غوث صاحب انہار المفاخر میں اور قاضی الملک مدراسی نثر الجواہر میں اگر کچھ گفتگو ہوتی تو اسے جائز کیوں لکھتے۔ علماء و فقہاء و محدثین کی ایک جماعت کا اُس کو معتبر جان کر نقل کرنا اُس کے جواز پر سند کافی ہے انتہیٰ۔ ابھی دو امر قابل اظہار ہیں اول یہ کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جن سے حاجت روائی میں استمداد اور استغاثہ کیا جاتا ہے اس عالم سے عالم جاودانی میں تشریف فرما ہیں پس حضرت سے استمداد اور استغاثہ کیا جس کو صاحب الوسیلۃ الجلیلہ بیان کرتے ہیں۔ شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ شرح فتوح الغیب میں لکھتے ہیں کہ سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی علیہ السلام راموت نیست حیات وممات برابر است ملفوظ قاضی شہاب الدین ملک العلماء میں ہے کہ سیدنا و مولانا شیخ ابومحمد سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ راموت نیست حیات و موت برابر است انتہیٰ۔ صاحب قلائد الجواہر فرماتے ہیں اقول وقد انعقد الاجماع من جماھیرا لا شیاخ من الفقھاء والفقراء وتضمنت الکتب المدونۃ ان اصحاب التصریف التام من السادۃ القادۃ الاولیاء فی حیاتھم وفی قبورھم بعد وفاتھم

کتصرف الاحیاء الی یوم القیمة بتخصیص من اللہ تعالیٰ لھم وھم سیدنا و مولانا و قدوتنا الی اللہ تعالیٰ الامام الاکمل الشیخ عبدالقادر الجیلی والشیخ الکبیر التریاق المجرب معروف بن محفوظ بن فیروز ابن المرزبان الکرخی والشیخ واصل الرحلة عقیل المنجی والشیخ الکامل حیات بن قیس الحرانی رضی اللہ عنھم و ان السادة البررة اربعة ایضا الذین یبرؤن الاکمه والابرص ویحیون الموتی باذن اللہ تعالیٰ وھم القطب الغوث الشیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنه المشار والشیخ الکبیر سیدی احمد الرفاعی و الشیخ السالک الناسک علی بن ھیتی والشیخ القدوة الصالح بقا بن بطو رضی اللہ عنھم میں کہتا ہوں کہ جماہیر مشائخین فقہاء اور فقراء کا اجماع منعقد ہوا اور کتب مدونہ اس بات کے بیان پر شامل ہوئے کہ صاحبانِ تصرف تام سادات پیشوا اولیاء اللہ کہ اُن کی حیات میں اور اُن کے قبور میں بعد اُن کی وفات کے مثل تصرف زندوں کے ہی قیامت تک بوجہ ایک خصوصیت جو خدا کی جانب سے اُن کو عنایت ہے وہ ہمارے سردار اور پیشوا خدا کی طرف امام کامل شیخ عبدالقادر جیلی رضی اللہ عنہ اور شیخ کبیر تریاق مجرب معروف کرخی اور شیخ واصل منزل عقیل منجی اور شیخ کامل حیات بن قیس رضی اللہ عنہم اور سادات ابرار بھی چار ہیں جو خدا کے حکم سے نابینا مادر زاد کو اور کوڑی کو تندرست کرتے ہیں اور مُردوں کو خدا کے حکم سے جِلاتے ہیں وہ لوگ جن کا ذکر ہوا قطب غوث شیخ محی الدین عبدالقادر جیلی رضی اللہ عنہ اور شیخ کبیر سیدی احمد رفاعی اور شیخ سالک عابد علی بن ھیتی اور شیخ پیشوا صالح بقا بن بطو ہیں رضی اللہ عنہم مقصود اظہار اس معنی کا کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا حال مبارک حیات اور وفات میں برابر ہے وہ یہ ہے کہ لوگ بخیال آپ کے وفات کے آپ کے استفاضہ مدد سے اور استغاثہ سے محروم نہ رہیں جیسا کہ آپ سے حالت حیات میں مدد چاہا کرتے تھے ویسا ہی بعد وفات کے بھی مدد چاہا کریں اور جیسے کہ آپ کی مدد حالت حیات میں لوگوں کے حال پر شامل ہوا کرتی ہے ویسا ہی بعد وفات بھی پہنچا کرتی ہے بیان تساوی آپ کی حالت حیات اور وفات سے یہ غرض نہیں کہ ترقیات مراتب میں بھی آپ کی حالت حیات اور وفات برابر ہے کیونکہ صاحب الوسیلة

الجلیلہ رسالہ شیخ عابد سندی سے نقل کرتے ہیں **وھولاء الموتی من الصالحین بعد انسلاخھم عن الصفات البشریة وانقطاع علایقھم عن الدنیاء الدنیة وارتیاحھم بلقاء اللہ تعالیٰ المستوجب لھم السعادة السرمدیة افیضت علیھم انوار الحضرت القیومیة حتی او ضحت لھم کل خفیه ورفعت عنھم الحجب البشریة وقد ثبت ذلک لبعض فی حیاتھم الدنیویة کما یشیر الیه یا ساریة الجبل فی السیرة العمریة** ۔اوروہ لوگ جوانتقال کئے ہوئے ہیں صالحین سے بعد علیحدہ ہوجانے اُن کے صفات بشریت سے اور منقطع ہوجانے اُن کے علائق دنیاء ودینہ سے اور راحت پانے اُن کی حضوری بارگاہ الٰہیہ کے ساتھ جو مستوجب ہے اُن کے لئے سعادت دائمی کا فائض ہوئے اُن پر انوار بارگاہِ الٰہی کی یہاں تک کہ ہر ایک پوشیدہ امر اُن پر عیاں ہوگیا اور اُٹھائے گئے اُن سے حجابات بشریہ اور تحقیق کہ ثابت ہوئی یہ بات واسطے بعض اُن کے حیات دنیویہ میں جیسا کہ اشارہ کرتا ہے اُس طرف قول یا ساریۃ الجبل کا بیچ خصلت عمر رضی اللہ عنہ کے انتہیٰ ۔پس اس تحریر شیخ عابد سندی رحمۃ اللہ علیہ سے جن کی متفق جماہیر علماء اور اہل اللہ ہیں ظاہر ہوا کہ اولیاء اللہ کو ترقیات مراتب اور درجات اس عالم سے بھی زیادہ اُس عالم میں ہوتے ہیں۔توضیح امر دوم وہ یہ کہ توضیح امر اول سے ظاہر ہوا کہ حضرت کی حیات اُس عالم میں ویسی ہے جیسی کہ اس عالم میں تھی بلکہ ترقیات مراتب حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کو اس عالم سے بھی زیادہ اُس عالم میں ہیں مگر غائبانہ دور سے حضرت کے اسم پاک کے ساتھ ندا کرنا کیسا ہے اگرچہ قول شیخ عابد سندی سے یہ امر معلوم ہوگیا کہ اولیاء اللہ کو دنیا میں اُس سے زیادہ انتقال کے بعد ہر پوشیدہ امر کی اطلاع خدا کے فیضانِ انوار سے ہوتی ہے پس اس بناء پر نداء لسانی تو کیا نداء قلبی سے بھی آپ باطلاع الٰہی کشفاً مطلع ہوسکتے ہیں بلکہ اس قسم کے کرامات حضرت کے بکثرت مرویات صحیحہ سے ہیں مگر ایک استفتاء اس بارے میں جو پیش ہوا تھا اُس کا جواب لکھا گیا ہے اُس سے اس مسئلہ کی توضیح باحسن وجوہ معلوم ہوجائے گی۔استفتاء سوال اول نداء باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باسم پاک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ واسطے استمداد اور استعانت کے جائز ہیں یا نہیں؟

سوال دوم اگر جائز ہے تو اُس کے منکرین کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

جواب وسوال

استعانت اور استمداد اور استغاثہ ساتھ ندا کرنے اسم پاک حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باسماء آپ کے تابعین کے جو آپ کے آل کرام اور اصحاب عظام اور اولیاء عالی مقام ہیں خصوصاً باسم پاک صاحبزادہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اعظم وسائل حصول مقاصد دارین ہی شرقاً وغرباً خلائق بوجہ نداء باسم مبارک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جو اپنے مقاصد سے کامیاب ہوئے اور ہوتے ہیں اُس کے بیان میں جو کتب کثیرہ حضرت کے احوال میں تصنیف ہوئے مملو ہیں۔ علاوہ اُس کے جو لوگوں کو اس امر کا تجربہ ہوا اور ہوتا جاتا ہے یا سوا اُس کے بھی بعد حاصل کرنے رُسوخ عقیدت کے ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باسماء مبارک اولیاء اللہ خصوصاً باسم مبارک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بوقت حاجت کیا جائے۔ فوائد اُس کے از قسم بدیہیات کے معلوم ہوسکتے ہیں جواز ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء اللہ احادیث اور عمل صحابہ واجماع اُمت سے ثابت ہے چنانچہ اُس کا بیان آئندہ تفصیلاً اور تصریحاً کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اب مختصر پہلے اس امر کا بیان کرتا ہوں کہ باوجود جواز نداء اور استعانت واستغاثہ باسماء مقربان الٰہی از روئے احادیث اور اجماع اُمت اور اعمال صحابائے کرام رضی اللہ عنہ کے ابتداءً انکار اس کا کب سے شائع ہوا اور کون شخص اس امر کا بانی ہے۔ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب شفاء الاسقام میں فرمائے ہیں **اعلم انہ یجوز ویحسن التوسل والاستغاثۃ والتشفع بالنبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الی ربہ سبحانہ تعالیٰ وجواز ذالک و حسن من الامور المعلومۃ لکل ذی دین المعروفۃ من الانبیاء والمرسلین وسیر السلف الصاحین والعلماء والعوام من المسلمین ولم ینکر احد من اھل الادیان ولا سمع بہ فی زمن من الازمان حتی جاء ابن تیمیہ فتکلم فبذالک بکلام یلبس فیہ علی الضرو الاغماز وابتدع مالم یسبق الیہ فی سائر الاعصار۔**

ترجمہ: جان تو تحقیق کہ شان یہ ہے کہ جائز ہے اور اچھا ہے وسیلہ کرنا اور فریاد چاہنا اور شفاعت چاہنا ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرف پروردگار اُن کے اور جائز ہونا اُس کا اور بہتری اس بات کی اُن اُمور سے ہے جو ہر دین والے کو معلوم ہے اور جانی گئی یہ بات انبیاء اور مرسلین سے صلوۃ اللہ وسلامہ علیہم اور کسی نے اہل ادیان سے انکار نہیں کیا اور نہ کسی اہل زمانہ نے اہل زمانہ سے اس بات کو سنا یہاں تک ابن تیمیہ آیا پس اُس نے اس بات میں کلام کیا اور اپنے کلام سے اُن لوگوں کو دھوکا دیا جو ضعیف الاعتقاد اور علم سے نا آشنا تھے اور امر نو ایجاد کیا جو اس سے پہلے کسی نے اس بات پر سبقت کسی زمانہ میں نہیں کیا انتہی ۔ پھر بعد اُس کے حال توسل کا ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیان کر کے امام سبکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں **وكذلك يجوز مثل هذا التوسل بسائر الصالحين وهذا شيئٍ لا ينكره مسلم بل متدين بملة من الملل** ۔ ایسا ہی جائز ہے مثل اس کے وسیلہ کرنا تمام صالحین کو اور یہ ایک چیز ایسی ہے کہ جس کو کوئی مسلمان انکار نہیں کرتا خواہ وہ کسی کا ہو انتہی ۔ اب میں تھوڑا سا حال امام تقی الدین سبکی مصنف کتاب شفاء الاسقام کا تحریر کرتا ہوں **هو الشيخ الامام الفقيه المحدث العلامة تقى الدين وهو ابن عبدالكافى الشافعى صاحب التصانيف ولد فى صفر سنة ثلاث و ثمانين و ستمائة و تفقه فى صغره على والده وكان من الورع والدين وسلوك سبيل الاقدمين على سنن و يقين صادع بالحق لايخاف لومة لائم ومن مصنفاته هذا الكتاب وهو الرد على الحافظ بن تيميه الحرانى والمصنف قد سماها ايضا شن الغازه علىٰ من انكر سفر الزيارة وصح من طرق عن الحافظ ابن تيميه انه كان لا يعظم من اهل العصر كتعظيمه الشيخ تقى الدين السبكى و انه كان كثير الثناء على تصنيفه فى الرد عليه يعنى هذا الكتاب انتهى ملخصاً من ترجمته فى الطبقات الكبرىٰ والصغرى لابنه العلامه تاج الدين سبكى رحمهما الله تعالىٰ انتهى هذا ما وجدت ترجمة المصنف على كتاب شفاء الاسقام المطبوعه فى مطبع الدائرة المعارف النظاميه بحيدرآباد دكن سنه**

۱۳۱۵ھ۔

ترجمہ: وہ شیخ امام فقیہ محدث علامہ تقی الدین فرزند عبدالکافی کے جو صاحب تصانیف ہیں پیدا ہوئے ۶۸۳ چھ سوتراسی میں فقہ حاصل کئے ایام صغرسنی میں اپنے والد سے اور تھے صاحب ورع اور دین اور چلنے والے مسلک قدماء کے اوپر طریقوں یقین کے آشکار کرنے والے امر حق کے بلا خوف ملامت اور مصنفات سے اُن کے یہ کتاب ہے وہ رد ہے حافظ بن تیمیہ حرانی پر اور مصنف نے اس کتاب کا نام شن الغازہ علی من انکر سفر الزیارۃ بھی رکھے ہیں اور کئی طریقوں سے مجھے یہ بات صحیح پہنچی ہے حافظ ابن تیمیہ سے کہ وہ کسی اہل زمانہ کی ایسی تعظیم نہیں کرتے جیسا کہ شیخ تقی الدین سبکی یعنی مصنف اس کتاب کی تعظیم کرتے اور ابن تیمیہ شیخ تقی الدین کی بہت تعریف کرتے اوپر اُس تصنیف کے جو شیخ نے ابن تیمیہ پر رد کیا یعنی یہ کتاب۔ تمام ہوا حال مصنف کا مختصراً جو شیخ کا احوال طبقات کبریٰ اور صغریٰ میں اُن کے فرزند علامہ تاج الدین سبکی رحمھما اللہ نے ذکر فرمائے۔(کتاب مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن جو ۱۳۱۵ھ میں طبع ہوئی موجود ہے۔ کتاب شفاء الاسقام کی عبارت سے کئی مضامین مستفید ہوئے۔ ایک تو یہ کہ قبل ابن تیمیہ کے کسی کو بھی مسئلہ توسل اور استغاثہ سے انکار نہ تھا بلکہ یہ مسئلہ نو احداث پیدا کیا ہوا ابن تیمیہ کا ہے اور دسرا امر شیخ نے ابن تیمیہ کا وصف بیان فرمایا سو ظاہر ہوا کہ اُن کی تقریر دھوکا دینے والی ہے۔ ضعیف العقائد کو اور اُن لوگوں کو جو علم سے نا آشنا ہیں پس ایسے امامِ وقت اور محدث اور صاحبِ ورع کا قول فیصلہ کر دیتا ہے اس امر کا مسئلہ توسل اور استغاثہ صحیح اور انکار ابن تیمیہ کا غلط ہے اور بہت بڑی حجت صحت مسئلہ اور توسل اور استغاثہ پر قائم ہے کہ خدا نے حقیقت کا اثر اور رعب اور ہیبت ابن تیمیہ کے دل میں ایسا ڈالا کہ ابن تیمیہ کو سوائے تسلیم بلکہ تعریف کرنے امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ بھی نہ بن پڑا مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ہیبت حق است ایں از خلق نیست۔ اور یہ بات بہت درست معلوم ہوتی ہے کہ اگر ابن تیمیہ کو یہ رد اُن کا تسلیم نہ ہوتا تو اُس کے جواب میں کوئی کتاب تصنیف کرتے حالانکہ کوئی کتاب ابن تیمیہ کی جواب میں کتاب شفاء الاسقام کے مشہور نہیں ہے۔ اگر لکھتے تو ضرور مشہور ہوتی پس سلیم الطبع انصاف پسند کو اس قدر دلیل جواز استغاثہ اور توسل پر کافی ہے مگر واسطے تشفی خاطر

ناظرین کے ایک اور تقریر شیخ وقت محدث کی نقل کرتا ہوں جو حق میں ابن تیمیہ کے فرمائے ہیں فتاویٰ حدیثیہ ابن حجر ہیتمی میں لکھا ہے **وسئل نفع الله به بما لفظه لابن تیمیه اعتراض علی متاخری الصوفیة وله خارق فی الفقه والاصول فما محصل ذالک. فاجاب بقوله ابن تیمیه عبد خذله الله واضله و اعماه و اصمه واذله وبذالک صرح الائمة الدین بینوا فساد احواله وکذب اقواله ومن اراد ذالک نعلیه بمطالعة کلام الامام المجتهد المتفق علی امامته و جلالته و بلوغه مرتبة الاجتهاد ابی الحسن السبکی وولده التاج والشیخ الامام الغربن جماعة واهل عصر هم وغیرهم من الشافعیة والمالکیة والحنفیته ولم یقصروا اعتراضه علی متاخری الصوفیة بل اعتراض علی مثل عمر بن الخطاب وعلیٰ ابن ابی طالب رضی الله عنهما کما یاتی والحاصل ان لایقام لکلامه وزن بل یرمی فی کل وعرو خرز و یعتقد فیه انه ضال و مضل جاهل غال عامله الله بعدله واجار نامن مثل طریقته و عقیدته و فعله آمین** ۔آمین۔ترجمہ: کسی نے شیخ ابن حجر ہیتمی سے پوچھا اس بیان کے ساتھ کہ ابن تیمیہ کے متاخر صوفیہ پر اعتراض ہیں اور اُن کے نئے مسائل ہیں فقہ اور اصول میں پس حاصل اس کا کیا ہے پس اُنھوں نے جواب دیئے کہ ابن تیمیہ ایک بندۂ خدا ہے جس کو خدا نے راہ راست سے دور کیا اور گمراہ کیا اور نابینا کیا اور بہرا کیا اور ذلیل کیا اور اُس کے ساتھ تصریح کئے ہیں وہ ائمہ دین جو اُس کے فساد احوال بیان کئے اور کذب اقوال کا اُس کے ذکر کئے جو شخص کہ اُس پر اطلاع کا ارادہ کرے تو وہ امام مجتہد جن کی امامت اور جلالت اور مرتبۂ اجتہاد کو پہنچنے پر سب متفق ہیں جو ابی الحسن سبکی اور اُن کے فرزند تاج الدین سبکی ہیں اُن کے کلام کا مطالعہ کرے اور بھی کلام شیخ غربن جماعہ اور اُن کے اہل عصر اور سوا اُن کے علماء شافعیہ اور مالکیہ اور حنفیہ کا مطالعہ کرے اور ابن تیمیہ نے فقط متاخرین صوفیہ پر اعتراض کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُنھوں نے مثل عمر بن الخطاب اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما پر بھی اعتراض کئے اور حاصل یہ ہے کہ اُن کا کلام کچھ بھی قابل اعتبار نہیں بلکہ اس قابل ہے کہ کنکروں میں اور ٹھیکروں میں پھینکا جائے اور ابن تیمیہ کے حق

میں یہ اعتقاد کرنا چاہئے کہ وہ خود آپ بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے جاہل ہے راہ راست تجاوز کیا ہے خدا اُس کے ساتھ معاملہ عدل کا کرے اور اُس کے طریقہ اور اعتقاد اور فعل سے خدا ہم کو بچائے، آمین۔ پھر شیخ ابن حجر نے اقوال ابن تیمیہ کے جو در باب سوء عقیدت بزرگان صادر ہوئے تھے نقل کئے ہیں۔ جس کا حال سوال فتوے ابن حجر میں اجمالی بیان ہوا نقل اقوال کے بعد شیخ ابن حجر فرماتے ہیں ولا زال یتبع الا کابر حتیٰ تمالا علیه اهل عصره ففسقوه وبدعوه بل کفره کثیر منهم و قد کتب الیه بعض اجلاء عصره علما و معرفة سنة خمس و سبع مائة من فلان الیٰ الشیخ الکبیر العالم امام عصره بزعمه اما بعد اجبناک فی الله زمانا و اعرضنا عمایقال فیک اعراض الفضل احسانا الی ان ظهر لنا خلاف موجبات المحبة بحکم ما یقضیه العقل والحس وهل یشک فی اللیل عاقل اذا غربت الشمس وانک اظهرت انک قائم بالامر بالمعروف والنهی عن المنکر والله اعلم بقصدک و نیتک ولکن الاخلاص مع العمل ینتج ظهور القبول ومارابنا آل امرک الٰی هتک الاستار والاعراض باتباع من لایوثق بقوله من اهل الاهواء والاعراض فهو سائر زمانه بسبب الاوصاف والذوات ولم یقنع بسبب الاحیاء حتی حکم بکتفیر الاموات ولم یکفه التعرض علی من تاخر من صالحی السلف حتی تعدی الٰی الصدر الاول ومن له اعلی المراتب فی الفضل فیاویح من هولا خصماولا یوم القیمة وهیهات ان لاینال غضب وانی بالسلامیة و کنت لمن سمعه وهو علی منبر جامع الجبل والصالحیة وقد ذکر عمر بن الخطاب رضی الله عنه فقال ان عمر له غلطات وبلیات وای بلیات واخبرنی عنه السلف انه ذکر علی بن ابی طالب رضی الله عنه فی مجلس آخر فقال ان علیا اخطاء فی اکثر من ثلاثمائة مکان فیالیت شعری من این یحصل لک الثواب اذا اخطاء علی کرم الله وجهه و عمر بن الخطاب رضی الله عنه والان قد بلغ هذالحال الی منتهاه والامر الی مقتضاه

ولا ینفعنی الا القیام فی امرک و دفع شرک لانک قد افرطت فی الغی ووصل اذاک الی کل میت وحی فلزمنی الغیرة للہ ولرسولہ و یلزم ذالک جمیع المومنین وسائر عباداللہ الصالحین بحکم مایقول العلماء وھم المسلمین اھل الشرع وارباب السیف الذین بھم الوصل والقطع الی ان یحصل منک الکف عن اعتراض الصالحین رضی اللہ عنھم اجمعین ۔ترجمہ:

اور ہمیشہ ابن تیمیہ پیچھا اکابر دین کا کرتا رہا یہاں تک کہ متوجہ ہوگئے اُس پر اُس کے علماء اہل عصر پس اُس کو منسوب بکفر کئے اور بتحقیق کہ اُس کی طرف خط لکھا بھیجا بعض اُن لوگوں نے جو ابن تیمیہ سے علم اور معرفت میں زیادہ تھے۔سنہ ۷۰۵ سات سو پانچ میں طرف سے فلاں شخص کے طرف شیخ کبیر کے عالم امام عصر اپنے زعم میں امابعد پس ہم نے تجھ کو راہ خدا میں ایک زمانہ تک دوست رکھا اور جو تیرے حق میں لوگ کہا کرتے تھے اُس سے ہم نے اپنے فضل واحسان سے اعراض کیا یہاں تک کہ ہم کو خلاف موجبات محبت امر ظاہر ہوا بحکم اُس چیز کے جس کو عقل حس چاہتا ہے کیا شک کرتا ہے کوئی عاقل شب میں جس وقت کہ آفتاب غروب ہو جائے اور تو نے ظاہر کیا تھا تو قائم ہے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے خدا خوب جاننے والا ہے تیرے قصد اور نیت کو اور لیکن اخلاص ساتھ عمل کے قبول کا نتیجہ دیتا ہے اور نہیں دیکھا ہم نے کہ تیرا امر رجوع کیا مگر ساتھ توڑنے پردوں اور آبروؤں کے ساتھ متابعت کرنے قول اُن لوگوں کے جو اہل اہواء اور اغراض یعنی بدمذہب ہیں پس وہ لوگ مشہور ہیں اپنے زمانہ میں بسبب اُن کے اوصاف اور ذاتوں کے اور نہیں اکتفا کیا تو نے ساتھ بُرا کہنے کے اوپر زندوں کے یہاں تک کہ حکم کیا ساتھ کفر اموات کے اور نہیں کافی ہوا تعرض اوپر اُن لوگوں کے جو متاخرین سلف صالحین سے ہیں یہاں تک کہ متعدی ہوا تعرض طرف صدر اول کے اور طرف اُن لوگوں کے جن کا مرتبہ اعلیٰ ہے فضیلت میں پس کیا خرابی ہے اُس شخص کے لئے جو وہ لوگ خصم ہو جائیں قیامت میں اور بعید ہے کہ اُس کو غضب خدا کا نہ پہنچے اور کہاں ہے اُس کے لئے سلامتی اور تھا میں اُن لوگوں میں جو میں نے اُس سے سنا ہوں اور وہ منبر پر جامع مسجد پہاڑ کے تھا مقام صالحیہ میں اور اُس نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے لئے کئی

غلطیاں ہیں اور کئی بلیات ہیں اور کس قدر بڑے بلیات ہیں اور مجھ کو سلف سے پہنچا کہ اُس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر دوسری مجلس میں کیا اور کہا کہ علی رضی اللہ عنہ نے تین سو جائے سے زیادہ غلطیاں کئے کاش کہ وہ یہ بات جانتا تو اچھا تھا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تیرے گمان میں غلطیاں کئے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تو پھر تیرے لئے راہ صواب کہاں سے ملی اب یہ حال انتہا تک پہنچ گیا اور امر اپنے مقتضیٰ کو پہنچا۔ اب مجھے کوئی چارہ نہیں ہے سوائے اس بات کے جو میں تیرے امر کی طرف قائم ہوں اور تیرے شر کو دفع کروں کیوں کہ گمراہی تیری حد سے تجاوز کی اور تیری ایذا ہر زندہ اور مردہ کی طرف پہنچی اور مجھکو لازم ہے غیرت اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے واسطے اور تمام مومنین اور اللہ کے عباد صالحین کو لازم ہے ساتھ حکم اُس چیز کے جس کو علماء نے کہا ہے جو وہ اہل شرع اور صاحبان سیف ہیں جن کے ساتھ وصل اور قطع ہے یہاں تک کہ حاصل ہوئے تجھ سے رُکنا اغراض صالحین سے انتہیٰ پھر شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ نے اُن مسائل کا ذکر کیا جو ابن تیمیہ سے خلاف عقیدۂ مسلمین کے صادر ہوئے جو تاج الدین سبکی سے نقل کیا ہے۔ مسئلہ (۱) اولیٰ حاجت غسل جس کو ہو وہ شب میں قبل طلوع فجر بلا غسل نماز نفل ادا کرسکتا ہے۔ مسئلہ (۲) ثانیہ حق تعالیٰ محل حوادث ہے۔ مسئلہ (۳) ثالثہ خدا فاعل مختار نہیں ہے۔ مسئلہ (۴) رابعہ خدا مرکب ہے۔ مسئلہ (۵) خامسہ خدا کو جسم ہے۔ مسئلہ (۶) سادسہ خدا بقدر عرش ہے نہ کم نہ زیادہ۔ مسئلہ (۷) سابعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت بالوجاہت نہیں ہے۔ مسئلہ (۸) ثامنہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توسل نہ کیا جائے۔ مسئلہ (۹) تاسعہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرنا گناہ ہے۔ **وغیر ذالک من العقائدة الفاسدة اعاذنا الله منها انتھیٰ**۔ ابن تیمیہ نے اپنے کردار کی سزا دنیا میں ہی پالی پس یہ سزا باعث اُن کے کفارۂ سیات کی ہو جا کر اُن کا خاتمہ بخیر توبہ کے ساتھ ہو تو کوئی عجب کی بات نہیں ہے۔ جیسا کہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ابن تیمیہ کا حال لکھا ہے **ولد فی ربیع الاول سنة احدی وستین (۶۶۱ھ) وستمائه**۔ یعنی ابن تیمیہ بانی انکار و توسل و استغاثہ وغیرہ کا تولد ۶۶۱ چھ سو اکسٹھ ہے۔ پھر ذہبی کہتے ہیں **وقد امتحن واوذی مرات وحبس بقلعة مصر**

والقاهرة والاسكندرية و بقلعة دمشق مرتين وبها توفي فالعشيرين من ذی القعده سنة ثمان و سبعمائة فی قلعة مغتلا ۔ترجمہ:اور بتحقیق محنت میں ڈالا گیا ابن تیمیہ اور ایذا دیا گیا کئی بار اور حبس کیا گیا قلعہ مصر میں اور قلعہ قاہرہ اور قلعہ اسکندریہ میں اور قلعہ دمشق میں دو بار اور اُس میں ہی وفات پائی۔ بیس ذی قعدہ ۷۰۸ھ سات سو آٹھ میں ایک میدان میں بیڑیاں پہنے ہوئے انتہیٰ اس کے بعد ذہبی نے وجہ اُن کی قید اور ایذا کی بیان کی۔ وقد انفرد بفتاویٰ نیل من عرضه لاجلها وهی مغمورة فی بحر علمه فالله يسامحه و يرضیٰ عنه ۔ترجمہ:بتحقیق کہ ابن تیمیہ اکیلے ہوئے چند مسائل جس کی وجہ سے اُن کی آبرو لے گئی وہ مسائل اُن کے دریائے علم میں ناآشنا تھے یعنی اُن مسائل کو کوئی عالم پسند نہ کرتا پس حق تعالیٰ اُن کو معاف کرے اور اُن سے راضی ہووے۔ف ا: بیان اول الذکر سے معلوم ہوا کہ تاریخ تولد ابن تیمیہ کی چھ سو یکسٹھ ۶۶۱ ہے اور تاریخ وفات حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی ۵۶۲ آپ کے احوال شریفہ کی کتابوں میں درج ہے اُس سے ظاہر ہے کہ ابن تیمیہ بانی انکارِ ندا کا ظہور بعد وفات حضرت غوث اعظم رضی اللہ کے ایک سو ۱۰۰ برس بعد ہوا پہلے اس کے سوائے فریق معتزلہ وغیرہ کے جو فرقۂ ضالہ مشہور تھے کوئی اہل علم خاندان اہل سنت سے دعویٰ اہل سنت ہونے کا کر کے مسئلہ ندا وغیرہا میں خلاف اہل سنت نہیں کیا رجعنا الی المقصود ابن تیمیہ کے قائم مقام قاضی شوکانی ہوئے پھر ابن تیمیہ کے شاگرد رشید ابن قیم اپنے استاد کے سجادہ نشین ہوئے۔ پھر بعد ایک زمانہ کے عبدالوہاب نجدی اور اُن کے خلف الصدق محمد مسعود نے ابن تیمیہ اور قاضی شوکانی اور ابن قیم سے فیض حاصل کیا۔علاوہ اُس کے معتزلہ سے چند مسائل اخذ کر کے کتاب التوحید جس میں یہ سب مسائل انکار شفاعت بالوجاہت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکار توسل انکار استغاثہ انکار نداء انکار سفر زیارت آنحضرت ﷺ وغیرہا درج ہیں تصنیف کر کے حرمین شریفین میں فساد عظیم برپا کیا۔ ہزار سادات بنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قتل کیا۔سلطان عبدالمجید خاں والد سلطان حال عبدالحمید خاں نے اُن کا قلع وقمع کیا بااینہمہ عبدالوہاب نجدی اور اُن کے فرزند مسعود کو انکار تقلید نہ تھا کیونکہ وہ خود مقلد مذہب حنبلی تھے۔اب تک بھی عبدالوہاب نجدی کی نسل اور اُن کے تابع مذہب قوم

عصیر جوعرب میں باقی ہیں وہ مقلد مذہب حنبلی ہیں اگر کوئی شخص مقلد حنفی یا شافعی اُن کے پاس جائے سوائے مسائل اختلافیہ کے بوجہ تقلید مذہب اُن کا تعرض نہیں کرتے ہاں سوائے تقلید کے اور مسائل اختلافیہ میں کوئی اگر ان سے خلاف کرے تو البتہ درپے ایذا ہوتے ہیں اور اگر اُن مسائل میں بھی اُن کی ہوں میں اپنی ہاں ملادے تو اُس کی بہت کچھ خاطر داری اور ضیافت کرتے ہیں۔ ہندوستان میں رواج مذہب عبدالوہاب نجدی کا مولوی اسمٰعیل سے ہوا۔ اُنھوں نے کتاب التوحید ابن عبدالوہاب نجدی کا ترجمہ کرکر ہندوستان میں شائع کیا مگر بمصداق شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ہر کہ آمد برآں مزید نمود۔ مولوی اسمٰعیل نے عبدالوہاب نجدی کے مذہب کو اور ایک طرہ لگایا کہ انکار تقلید ائمہ مجتہدین کیا اُن کے دام میں بہت سے لوگ آ گئے جب علمائے وقت کا اُن پر حملہ ہوا اور فتاویٰ بد مذہبی اُن کا لکھا گیا چنانچہ تفصیل اُس کی کتاب سوط الرحمٰن علی قرن الشیطان وغیرہ مصنفات مولوی فضل رسول صاحب علیہ الرحمۃ میں بخوبی مذکور ہے۔ اب اس قسم کے عقائد والے جو ہندوستان میں ہیں وہ مولوی اسمٰعیل کے تابع ہیں بعضے سب مسائل میں اُن کے تابع ہیں۔ بعضے اقل میں بعضے اکثر میں بعضے سب مسائل کو مولوی اسماعیل کے انکار کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء اللہ سے آداب رکھتے ہیں مگر فقط ایک ہی مسئلہ ندا میں مولوی اسمٰعیل کے تابع ہیں اب میں اُن دلائل شرعیہ کا ذکر کرتا ہوں جو جواز نداء پر دلالت کرتے ہیں۔ نداء باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احادیث اور اعمال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اجماع سے ثابت ہے۔ ذکر اُن احادیث کا جو جواز نداء پر دلالت کرتے ہیں۔ حدیث اول امام بخاری اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اذا صلی احدکم فلیقل التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ وفی روایۃ اذا جلستم فقولوا التحیات الی آخرہ** ۔ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت کہ نماز پڑھے ایک تم میں کا پس چاہئے کہ کہے **التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ الی آخرہ** اور ایک روایت میں آیا ہے جس وقت کہ تم جلسۂ نماز میں ہو پس کہو **التحیات للہ الخ** جب ان

احادیث میں التحیات کے پڑھنے کے لئے نماز میں حکم ہوا علماء فرماتے ہیں کہ التحیات کا پڑھنا واجب ہے۔ پس ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو جزوِ التحیات ہے وہ بھی واجب ہوا جو مافوق جواز ہے۔ الوسیلۃ الجلیلہ میں مرقوم ہے اس مقام پر دو شبہ وارد ہوتے ہیں۔ پہلا شبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ السلام علی النبی کہتے تھے اُس کا جواب یہ ہے کہ یہ دوسری روایت کے مخالف ہے۔ علاوہ بریں یہ کہ اس تغیر کے لیے آپ نے حکم نہیں دیا ہمارے استاد مولانا محمد عبدالحلیم ادخلہ اللہ تعالیٰ فی جنات النعیم نے رسالۂ نور الایمان بزیارت آثار حبیب الرحمٰن میں ایسا ہی تحریر فرمایا ہے۔ دوسرا شبہ تشہد میں خطاب بغرض اسماع نہیں ہے بلکہ یہ کلمہ جس طرح قصۂ معراج میں واقع ہوا ہے، اُسی طرح باقی رکھا گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ کلمات جس طرح قصۂ معراج میں وارد ہوئے اسی طرح باقی رکھے گئے ہیں مگر اُس سے حکایت معراجیہ مقصود نہیں ہے بلکہ مصلی کو چاہیئے کہ اُن کلمات کے معانی کا قصد کرے یعنی اللہ پر تحیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اپنی ذات پر اور اولیاء اللہ پر سلام یعنی انشاء کا قصد کرے نہ اخبار کا نہر فائق شرح کنز الدقائق میں ہے **لابدان یقصد فی الفاظ التشهد معنا ها التی وضعت له كان يحيي الله تعالىٰ و يسلم علىٰ نبيه وعلى اولياء الله تعالىٰ اى انه يقصد الانشاء بهذه الالفاظ لا الاخبار** ۔التحیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس لئے خطاب کیا گیا ہے تا کہ سمجھا جائے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی اُمت کے نمازی لوگ مکشوف ہوتے ہیں بلکہ یہ خیال کیا جائے کہ آپ اُن کے سامنے موجود ہیں اُس میں دو فائدے ہیں۔ پہلا یہ کہ آپ کو اُن کے اعمال عمدہ کی اطلاع ہو، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس حضوری کا خیال باعث مزید خشوع اور خضوع ہو۔ چنانچہ شیخ ابن حجر شرح عباب میں اسی مضمون کو بیان کرتے ہیں۔ **وخوطب صلى الله عليه و آله و سلم كانه اشارة الى انه تعالىٰ يكشف له عن المصلين من امته حتى يكون كالحاضر معهم ليشهد لهم بافضل اعمالهم وليكون تذكر حضوره سبباً لمزيد الخشوع والخضوع** رسالۂ ابی زید القیر وانی شرح فواکہ دوانی میں لکھا ہوا ہے کہ مصلی کو چاہیئے کہ جب السلام علیک

ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہے تو روضۂ شریفہ کا قصد کرے چنانچہ یہ اُس کی عبارت ہے **وینبغی اذا قالہ المصلی ان یقصد الروضۃ الشریفۃ** اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ندا کرنا میت کو جائز ہے عام ازینکہ منادیٰ قریب ہو یا بعید دیکھئے تشہد میں اے حرف ندا سے ہے۔ علاوہ اُس کے تشہد میں بعد انتقال حضرت کے بھی خطاب ہے۔ اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ قریب اور بعید خطاب وندا میں مساوی ہیں جواز کا انحصار اُس پر موقوف نہیں ہے کہ منادیٰ قریب ہو ورنہ مصلی تشہد میں اُن الفاظ کے پڑھنے پر مامور نہ ہوتا۔ چنانچہ اسی مضمون کو شیخ عابد سندی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے جس کی یہ عبارت ہے **ویستفاد من ھذہ الآثار جواز نداء المیت بعد موتہ قریباً کان منہ او بعیدا عنہ ویوید ذالک ما ثبت فی الفاظ التشھد السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ فان ای من حروف النداء علیٰ ان فیہ مخاطبۃ المیت بعد موتہ و یستفاد انہ لا یقتصر علیٰ جوازہ علی اشتراط قربہ من المیت بل القرب والبعد فی ذالک الحکم وذالک لان المصلی کان ماموراًلھذ القول فی تشھد این کان** ۔انتہی محرر اوراق عرض کرتا ہے کہ قول شیخ عابد سندی کے وہ روایت تائید کرتے ہیں جو قاضی عیاض نے شفا میں لکھے ہیں **وعن علقمۃ اذا دخلت المسجد اقول السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ صلی اللہ وملائکتہ علی محمد** ترجمہ: مروی ہے علقمہ سے کہ جب میں داخل ہوتا مسجد میں تو کہتا **السلام علیک ایھا النبی الخ وقدروی مالک عن ابن عمر کان یقول ذالک اذا فرغ من تشھدہ وارادان یسلم واستحب مالک وفی المبسوط ان یسلم مثل ذلک قبل السلام قال محمد بن مسلمۃ اراد ماجاء عن عائشۃ وابن عمر رضی اللہ عنھما انھما کان یقول عند سلامھما السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین السلام علیکم** اور بتحقیق کہ روایت کیا ہے مالک نے ابن عمرؓ سے کہ وہ کہتے تھے اس بات کو جبکہ وہ تشہد سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرنے کا ارادہ کرتے اور مستحب جانتے تھے۔ اور مبسوط میں ہے کہ مثل اس کے سلام تشہد کہے قبل سلام پھیرنے کے کہا محمد ﷺ

بن مسلمہ نے کہ امام مالک نے اپنے اس قول سے اس روایت کا ارادہ کیا جو حضرت عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے اپنے وقت **السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ** پس ان روایات سے ثابت ہوا کہ علقمہ صحابی کی عادت تھی کہ جب مسجد میں داخل ہوتے **السلام علیک ایھا النبی الخ** کہتے اور ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی یہ عادت تھی کہ قبل سلام نماز کے **السلام علیک ایھا النبی** کہتیں پس کسی روایات میں ذکر نہیں کہ یہ بات ان صحابۂ کرام جلیل القدر نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں کہا کرتے یا اُس وقت یہ کہتے جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم میں تشریف فرما تھے۔ پس جو لوگ کہ شبہ کرتے ہیں کہ یہ نداء قصۂ معراجیہ ہے اب کہاں رہا کیونکہ قصۂ معراجیہ کی نقل کا محل خاص تشہد ہے نہ بعد تشہد اور نہ بوقت دخول مسجد اسی لئے امام مالک نے مستحب جانا ہے کہ قبل سلام نماز کے مصلی ہمیشہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بلفظ نداء **السلام علیک ایھا النبی** کہا کرے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو تابعین یا تبع تابعین میں ہیں۔ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت شریف کے بعد میں پس امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب جواز ندا کا بعد آپ کی رحلت شریف کے ہوا۔ دوسری حدیث شریف کتاب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نابینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ خدا سے دعا کیجئے کہ مجھے بینائی عطا کرے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہارے لئے دعا کروں۔ انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نابینائی مجھ پر شاق ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو پھر یہ دعا کہو **اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبییّ محمد نبی الرحمۃ یا محمدانی اتوجہ الی ربی بک ان تکشف لی عن بصری اللھم شفعہ فی نفسہ** جب وہ نابینا نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر عمل کیا واپس ہوا اُس حالت میں کہ وہ بینا ہو گیا۔ صاحب مطالع مسرات تصحیح میں اس حدیث کے کہتے ہیں کہ مثل اس حدیث کے ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور ابن ماجہ نے اس حدیث کے اول نابینا کا قصہ ذکر

کیا۔ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں بشرط بخاری اور مسلم روایت کیا ہے اور بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ یہ روایت عثمان بن حنیف کے اور بیہقی کے الفاظ کے موافق نسائی نے روایت کی ہے انتہی کتاب مظہر الانوار فی الصلوٰہ علی النبی المختار میں امام نمیری نے یہ تصحیح اس حدیث کی کی ہے۔شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں اور قاضی عیاض شفا میں صاحب حصن حصین نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ بستان الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں اس مقام پر لکھا ہوا ہے کہ پھر حدیث مستند اور صحیح ہے اُس کو حاکم اور ترمذی کے سوائے اور محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔عثمان بن حنیف اور اُن کے فرزند اس حدیث کو لوگوں کو تعلیم کرتے۔ اس حدیث کے متعلق بہت سے حکایات ہیں جن میں بیان اس امر کا ہے کہ جس نے اس حدیث پر عمل کیا کامیاب ہوا۔ برہان چلپی نے اس حدیث کو بہت سے طریق سے روایت کیا۔صحت میں اس حدیث کے کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔اس کو یاد رکھوانتہیٰ اس مقام پر ایسا نہ خیال کیا جائے کہ یہ امر خاص آپ کی حضوری خدمت کے لئے تھا آپ کا فیض عام تا قیامت باقی ہے۔امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شفاء السقام میں اس شبہ کو دفع کیا ہے جس کی یہ عبارت ہے **فان اعترض معترض بان ذلک انما کان لان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم شفع فیه فلهذ اقال له ان یقول انی توجهت الیک بنبیک قلت الجواب من وجوه** ترجمہ: پس اگر کوئی کہے اعتراض کرنے والا کہ یہ امر اس لئے واقع ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نابینا کے لئے شفاعت فرمائی پس اس وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نابینا کو ارشاد فرمایا کہ وہ کہے کہ میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی کے میں کہتا ہوں کہ اُس کا جواب کئی طرح سے ہے۔**احدها سیاتی عن عثمان بن حنیف وغیره استعملوا ذلک بعد موته صلی الله علیه و آله و سلم و ذالک یدل علی انهم لم یفهموا اشتراط ذالک** ۔ترجمہ: ایک اُن وجوہ سے یہ ہے عثمان بن حنیف کی اور سوائے اور حضرات نے اس امر کا برتاؤ بعد وفات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیا اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ نے حضرت کی حضوری کو اس عمل کی شرط نہیں سمجھا **الثانی انه لیس فی الحدیث ان النبی صلی للہ**

علیہ و الہ و سلم بین ذلک دوسری وجہ یہ ہے حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عمل میں اپنی حضوری کی شرط فرمائی ہو۔ الثالث انہ ولو کان کذالک لم یضر فی حصول المقصود وھو جواز التوسل الی اللہ تعالیٰ بغیرہ یعنی السوال بہ کما علمہ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم و ذالک زیادۃ علی طلب الدعاء فلو لم یکن فی ذالک فائدۃ لما علمہ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم و ارشدہ الیہ و یقال لہ انی قد شفعت فیک ویمکن لعلہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ارادان یحصل من صاحب الحاجۃ التوجہ بذل الاضطرار والافتقار والانکسار مستغیثا بالنبي صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یحصل کمال مقصودہ ولاشک ان ھذا المعنی حاصل فی حضرت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم وغیبتہ فی حیاتہ و بعد وفاتہ فانا نعلم شفقتہ صلی اللہ علیہ و الہ و سلم علی امتہ ورفقۃ بھم و رحمۃ لھم واستغفارہ لجمیع المومنین و شفاعتہ فاذانضم الیہ توجہ العبد بہ حصل ھذا الغرض الذی ارشدالنبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم الاعمی الیہ تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا بھی ہوتو حصول مقصود کو مضر نہیں ہے۔ وہ جواز توسل ہے۔ طرف خدا کے ساتھ غیر خدا کے یعنی صالحین کے ساتھ۔ یعنی سوال کرنا خدا سے بوسیلہ صالحین جیسا کہ حضرت نے نابینا کو اس امر کی تعلیم فرمائی۔ اور یہ بات آپ سے دعا طلب کرنے سے زیادہ ہے۔ پس اگر اس میں کوئی فائدہ نہ ہوتا تو ہرگز آپ یہ دعا نابینا کو تعلیم نہ فرماتے اور نہ راستہ بتاتے۔ حضرت نابینا کو اس طرف اور نابینا کو فرماتے کہ میں نے تیرے باب میں شفاعت کی ہے اور ممکن ہے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا ہو، اس امر کا کہ حاصل ہو صاحب حاجت کو توجہ ساتھ ذل اضطرار اور افتقار اور انکسار کے اُس وقت میں کہ وہ فریاد کرتا ہو ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس اُس کا پورا مقصود حاصل ہوا اور نہیں شک ہے کہ یہ بات حاصل ہے حضرت کی روبرو میں اور حضرت کے غیب میں حضرت کی حیات میں اور حضرت کی وفات کے بعد میں پس ہم جانتے ہیں حضرت کی شفقت اور مغفرت چاہنے کو تمام مومنین کیلئے اور آپ کی شفاعت کو پس جس

وقت کہ حضرت کی شفاعت کے ساتھ بندہ کا متوجہ ہونا بارگاہ الٰہی میں مل جائے تو یہ غرض جو حضرت نے نابینا کو ہدایت فرمائی حاصل ہوجاتی ہے الحالة الثالثة ان یتوسل بذالک بعد موته صلی الله علیه و آله و سلم لما رواه الطبرانی رحمة الله علیه فی المعجم الکبیر فی ترجمة عثمان بن حنیف فی الجزء الخمسین حدثنا طاهر بن عیسی بن یونس المصری المقری حدثنا اصبغ بن الفراح حدثنا ابن وهب عن ابی سعید المکی عن روح بن القاسم عن ابی جعفر الحطمی المدنی عن ابی امامة بن سهل بن حنیف عن عمه عثمان بن حنیف ان رجلا کان یختلف الیٰ عثمان بن عفان رضی الله عنه فی حاجة له فکان عثمان رضی الله عنه لا یلتفت الیه ولا ینظر فی حاجته فلقی ابن حنیف فشکا ذالک الیه فقال عثمان بن حنیف رضی الله عنه ایت المیضاء ة فتوضأثم ائت المسجد فصل فیه رکعتین ثم قل اللهم انی اسئلک واتوجه الیک بنبینا محمد صلی الله علیه و آله و سلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربک لیقضی حاجتی و تذکر حاجتک حتی اروح معک فانطلق الرجل فصنع ماقال له ثم اتی باب عثمان بن عفان فجاء ه البواب حتی اخذه بیده فادخله علی عثمان بن عفان فاجلسه معه علی الطنفسة فقال ماحاجتک فذکر حاجته و قضاها له ثم قال له ماذکرت حاجتک حتی کان الساعة و قال ماکانت لک من حاجة فاذکر هاثم ان الرجل خرج من عنده فلقی عثمان بن حنیف فقال له جزاک الله خیراً ما کان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الی حتی کلمه فی فقال عثمان بن حنیف والله ماکلمته ولکنی شهدت رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم واتاه ضریر البصر فشکاالیه ذهاب بصره فقال النبی ﷺ او تصبر الی آخر الحدیث ۔ترجمہ: تیسری حالت یہ ہے کہ اس دعائے ندائیہ کے ساتھ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توسل کیا جائے بسبب اس روایت کے جس کو طبرانی علیہ الرحمۃ نے معجم کبیر میں عثمان بن حنیف کے احوال میں روایت کی

پچاسویں جز میں کہا طبرانی۔ کہ بیان کیا ہم کو طاہر بن عیسیٰ بن قریشی المصری المقری نے اُنھوں نے کہا کہ بیان کیا ہم کو اصبع بن الفرج نے اُنھوں نے کہا کہ بیان کیا ہم کو ابن وھب نے ابی سعید مکی سے اُنھوں نے روح بن القاسم سے اُنھوں نے ابی جعفر حطمی مدنی سے، انھوں نے ابی امامہ بن سہل بن حنیف سے انھوں نے اپنے چچا عثمان بن حنیف سے کہ ایک مرد عثمان بن عفان کے پاس آیا جایا کرتا اپنی ایک حاجت کے لئے پس عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نہ اُس کی طرف التفات فرماتے اور نہ حاجت میں اُس کی خیال کرتے پس وہ شخص صاحب حاجت عثمان بن حنیف سے ملاقات کیا اور عدم التفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اُن کے پاس شکایت کیا پس اُس کو عثمان بن حنیف نے کہے کہ آفتابہ لا اور وضو کر پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ پھر یہ دعا **اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک الخ** پڑھ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جا میں بھی تیرے ساتھ چلتا ہوں پس وہ مرد نے جو کچھ عثمان بن حنیف نے کہا تھا اُس پر عمل کیا پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر حاضر ہوا دربان نے اس صاحب حاجت کا ہاتھ پکڑ کر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت نے اُس کو اپنے ساتھ بستر پر بٹھایا اور فرمایا کہ تیری کیا حاجت ہے، پس اُس نے اپنی حاجت بیان کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُس کی حاجت روائی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مجھے تیری حاجت سے بالکل فراموشی تھی گویا کہ میں ابھی یاد کیا اور ارشاد فرمایا کہ جو تجھ کو حاجت ہو مجھے کہا کر پھر وہ مرد صاحبِ حاجت نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکل کر عثمان بن حنیف سے ملاقات کی اور اُن کو کہا کہ حق تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کبھی میری حاجت میں نظر نہیں کی اور نہ میری طرف التفات کیا یہاں تک کہ تم نے میرے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا یعنی صاحب حاجت کو خیال ہوا کہ شاید عثمان بن حنیف نے اپنے لئے سفارش کی اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صاحب حاجت کی طرف التفات کیا، عثمان بن حنیف نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہے کہ میں نے تمہارے لئے عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سفارش نہیں کی ولیکن میں حاضر ہوا ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اور آپ کے پاس ایک نابینا حاضر ہوا اور اس نے اپنی نابینائی کی

شکایت کی حضرت کی خدمت میں آخر حدیث تک بیان کیا انتہی صاحب کتاب شفاء السقام نے اس روایت کو اور بہت طریقوں سے روایت کی ہے۔ تیسری قسم کے احادیث جو اعمال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہے میرے استاد مولوی عبدالحلیم صاحب مغفور اپنی کتاب میں جو مسمیٰ نور الایمان بزیارۃ حبیب الرحمان ہے جواز نداء کے قائل ہیں اور اس مقام پر لکھا ہے کہ بعض مشائخ نے جس سے مراد شیخ عابد سندھی ہے علیہ الرحمۃ لکھا ہے کہ ابن سنی نے کتاب عمل الیوم واللیلہ میں لکھا ہے کہ جب کسی شخص کو پیر میں خدر لاحق ہو جائے تو وہ کیا کرے (ف ا) خدر ایک کیفیت ہے کہ آدمی کو دیر تک چلنے سے پیر میں عارض ہوتی ہے جس سے پیر بے حس ہو جاتا ہے اُس کو اس دیار دکن میں چونٹیاں بھرنا کہتے ہیں۔ ابوسعید سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ چل رہا تھا اُن کے پیر میں خدر لاحق ہوا، اُن کو ایک مرد نے کہا کہ تمہارے پاس جو سب سے زیادہ دوست ہو اُن کو یاد کرو تو ابن عمرؓ نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس کھڑے ہو گئے اور چلنے لگے ایضاً عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا۔ پس اُن کے پیر میں خدر لاحق ہوا، میں نے اُن کو کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن تمہارے پیر کی کیا حالت ہے اُنھوں نے کہا کہ میرے پیر کے پٹھے جمع ہو گئے ہیں، میں نے کہا کہ جو تمہارے دوست سب سے زیادہ ہیں اُن کو یاد کرو، اُنھوں نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس کھڑے ہو گئے اور اُن کا پیر کھل گیا۔ ایضاً روایت ہے ہیثم سے اُنھوں نے کہا کہ ہم عبداللہ بن عمرو یعنی ابن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اُن کے پیر میں خدر لاحق ہوا اُن کو ایک مرد نے کہا کہ تم یاد کرو اُن کو جو تمہارے پاس سب سے زیادہ دوست ہیں اُنھوں نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس کھڑے ہو گئے گویا کہ قید سے چھوٹ گئے۔ عمدۃ المتحصنین بعدۃ الحصن والحصین میں شیخ الاسلام برہان الدین مجاہد نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک مرد کے پیر میں خدر لاحق ہوا اُن کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ جو تمہارے پاس سب سے زیادہ دوست ہوں اُن کو یاد کرو۔ اُنھوں نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس وہ گویا قید سے چھوٹ گئے۔ مجاہد نے کہا کہ اُن کا خدر جاتا رہا انتہی۔ قاضی عیاض کتاب شفا میں عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہما سے ایسا ہی روایت کیا ہے جو کتاب عمل الیوم واللیلہ کے مضمون سے متفق ہے محرر اوراق عرض کرتا ہے کہ اگر اس مقام پر کوئی شخص کہے کہ بعض مجربات ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے عمل کرنے سے فائدہ ظاہر ہوتا ہے پس حالتِ خدر میں سب سے زیادہ دوست کو یاد کرنا تجربہ سے مفید ثابت ہوا۔ اس صورت میں یہ دلیل جواز ندا باسم خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کیونکر ہوسکتی ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ اُس عمل کو تعلیم کرنے والے اور کہنے والے سب صحابہ تھے زمانہ صحابہ کا تھا سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس کوئی شخص یا کوئی چیز حضرت سے زیادہ دوست نہ تھی۔ چونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت کی صحبت کی برکت سے ایمان کامل نصیب تھا۔ حدیث میں آیا ہے **لایومن احدکم حتی اکون احب الیه من ماله وولده والناس اجمعین** ترجمہ مومن کامل نہ ہوگا تم میں کا کوئی شخص یہاں تک کہ میں اُس کے پاس اُس کے مال اور اُس کی اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ دوست ہوں اور دوسری روایت میں **احب الیه من نفسه** آیا ہے یعنی میں اُس کے نفس سے بھی زیادہ دوست ہوں پس جو لوگ کہے کہ جو تمہارے دوست سب سے زیادہ ہیں اُن کو یاد کرو وہ کنایہ حضرت کی ذاتِ مبارک سے ہی تھا گویا کہ اُنھوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد چاہو اور آپ کو پکارو کہ سب صحابۂ کرام کے پاس یہ مسئلہ از قسم بدیہیات کے تھا کہ اُن کو سب سے زیادہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھی۔ حضرت سے زیادہ اُن کو کسی کے ساتھ محبت نہ تھی۔ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جان سے بھی زیادہ دوست رکھتے تھے اسی لئے اُنھوں نے حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ صراحت نہیں کی بلکہ سب سے زیادہ دوست کہہ کر حضرت کی ذات مبارک کے ساتھ کنایہ کیا **الکنایة ابلغ من التصریح** بالفرض والتقدیر اگر سب سے زیادہ دوست کا یاد کرنا ہی خدر کے دفع کرنے میں مجرب ہوتا تو یاد کرنے میں آپ کے اسم مبارک کے ساتھ ندا کرنے کی کیا ضرورت تھی بلکہ آپ کا اسم مبارک بلا ندا فقط محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا کافی تھا ندا کرنے کی کیا ضرورت کہنے والوں نے تو ایسا نہیں کہا تھا کہ تمہارے سب سے زیادہ دوست کو ندا کرو بلکہ فقط سب سے زیادہ دوست کو یاد کرنا کہا تھا باوجودیکہ عمل مجرب میں تو زیادتی الفاظ یا کمی الفاظ جائز نہیں ہے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

پاس ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناجائز ہوتی جیسا کہ منکرین کا مذہب ہے تو صحابہ کرام کیوں حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ ندا کرتے حالانکہ دفع خدر میں تو سب سے زیادہ دوست کے ندا کرنے کو اُنھیں کہا گیا تھا۔ حدیث اول سے ثابت ہوا کہ ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت نماز میں واجب ہے۔ دوسری حدیث سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ندا باسم مبارک بوقت شدت خود تعلیم فرمائی اُس کا فائدہ بھی فوراً ظاہر ہوا۔ تیسری قسم کی احادیث سے عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ساتھ ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوا اُس کے فوائد بھی فوراً معلوم ہو گئے۔ عمل صحابۂ کرام بھی مثل حدیث ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** یعنی میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں اُن میں سے جس کے ساتھ پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اب حدیث چہارم بیان کرتا ہوں جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جن لوگوں نے کہ دور سے اپنی فریادرسی چاہی حضرت ﷺ کی مدد اور اعانت اُن کے حال پر کیسی سرفراز ہوئی۔ شواہد النبوۃ میں مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں تاریخ حبیب الٰہ میں لکھا ہے کہ قبیلہ خزاعہ کے لوگ زمانۂ صلح حدیبیہ میں جو عہد میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہو گئے تھے اور بنی بکر کے لوگ عہد میں قریش کے ہو گئے تھے آپس میں لڑے اور زیادتی بنی بکر کی تھی کہ شبخون خزاعہ کو مارے بیس آدمی اُن سے مارے گئے قریش نے خفیۃً اُن کی مدد کی بلکہ عکرمۃ بن ابی جہل وغیرہ خود بھی منہ چھپا کر مدد کو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باعلام الٰہی اُسی وقت خبر ہوئی بلکہ خزاعہ کا راجز رات میں اُسی وقت آپ کو پکارا اور مدد چاہی آپ کو خدائے تعالیٰ نے اُس کی آواز پہنچائی آپ نے اُس کا جواب **لبیک** دیا اُس وقت آپ وضو کرتے تھے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے جن کے حجرہ میں آپ تھے لبیک آپ کا سن کے پوچھا کہ کس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ راجز خزاعہ کا مجھے پکارتا ہے اور مجھ سے فریاد کرتا ہے کہ قریش نے بنوبکر کی مدد کی وہ ہم پر شبخون گرے صبح کو حضرت نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رات کو خزاعہ میں ایک بات ہوئی حضرتؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کا گمان ہے کہ

قریش عہد شکنی پر جرأت کریں گے حالانکہ انھیں تلوار نے فنا کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُنھوں نے عہد توڑا اس لئے کہ خدائے تعالیٰ کا اُن میں ایک حکم ظاہر ہو پھر تین دن کے بعد عمر بن سالم خزاعی نے حضور اقدس میں پہنچ کر روبرو اصحاب کے سب حال نظم میں عرض کیا انتہیٰ مدارج النبوۃ میں بھی یہی روایت ہے۔ شواہد النبوۃ میں ایک بات زائد ہے کہ حضرت کی دعا سے قبیلہ خزاعہ کو جو مغلوب تھے غلبہ ہوا، یہ سب لوگ مکہ میں تھے اور آپ مدینہ میں تھے۔ انتہیٰ پس اس روایت سے ظاہر ہوا کہ جن لوگوں نے مراحل بعیدہ سے حضرت کے ساتھ استغاثہ کیا حضرت ﷺ نے اُن کا جواب بحالت وضو ادا فرمایا اور کن الفاظ سے ادا فرمایا جیسا چھوٹے رتبہ والا بڑے مرتبہ کے شخص کو اُس کے پکارنے کا جواب ادا کرتا ہے یعنی کلمۂ لبیک سے حضرت ﷺ نے مستغثین کا جواب دیا یہ کیسی سرفرازی حضرتؐ کی مستغثین کے حال پر ہے۔ آپ نے اُن کی حاجت روائی کے لئے دعا فرمائی اور اُن کی حاجت روائی بھی ہوگئی۔ حضرت کی ذاتِ مبارک سراسر نورِ الٰہی ہے کیوں نہ احوال بعیدین کا آپ کو منکشف ہو آپ کی ذات مبارک مثل آفتاب کے ہے جس کی روشنی سے تمام عالم فائز ہے مگر ہم کو کہاں آنکھیں ہیں کہ اُس نور مبارک کو دیکھیں آپ کو اختیار ہے کہ آپ اپنی قبر مبارک سے برآمد ہوں اور جس کو چاہیں عالم خواب میں تو کیا بلکہ عالم بیداری میں اپنے جمالِ مبارک سے سرفراز فرمائیں۔ اس کی ایضاح کے لئے شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر بیان کرتا ہوں جو اُنھوں نے ایک مسئلہ کے جواب میں لکھی ہے جو اُن سے پوچھا گیا تھا وہ فتاوی حدیثیہ میں درج ہے یہاں بطور خلاصہ کے لکھتا ہوں اصل عربی ہے ترجمہ لکھا جاتا ہے وہ یہ ہے۔

سوال: لوگوں نے شیخ ابن حجر مکی سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا حالت بیداری میں دیکھنا ممکن ہے؟ جواب ایک جماعت نے اُس کا انکار کیا اور دوسری جماعت نے اُس کو جائز رکھا اور یہی مذہب حق ہے اور تحقیق کہ صالحین ثقہ نے اُس کے ساتھ خبر دی ہے جو لوگ کہ حضرت کے لقاء مبارک عالم بیداری میں ہونے کے قائل ہیں اُن کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری میں مروی ہے **من رانی فی المنام فسیر انی فی الیقظة** یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھے خواب میں دیکھے تو قریب ہے کہ وہ مجھے عالم بیداری میں

دیکھے گا اُس سے مراد چشم سر سے دیکھنا ہے جو لوگ کہ منکر ہیں اُس کے توجیہات کئے ہیں شیخ نے اُس کا جو جواب دیا ہے اس مختصر میں لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ شرح ابن ابی حمزہ میں لکھا ہے جو اُنھوں نے چند بخاری کی احادیث کی شرح کی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جس نے اس حدیث سے انکار کیا اُس نے مخبر صادق کے قول کی نہیں تصدیق کی اور خدا کی قدرت سے وہ جاہل ہے اور کراماتِ اولیاء اللہ کا بھی منکر ہے باوجودیکہ اُس کا ثبوت احادیث سے واضح ہے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہو ضرور ہے کہ وہ حضرت کو بیداری میں دیکھے گا۔ اگرچہ ایک ہی دفعہ بیداری میں دیکھے کیونکہ آپ کا وعدہ سچا ہے وہ پورا ہونا ضرور ہے۔ خواہ عام مومنین سے دیکھنے والا ہو یا خاص مومنین سے ہو اگر وہ عام مومنین سے ہو اور تمام عمر اُس کو حضرت کی رؤیت بیداری میں نصیب نہ ہو تو وقت سکرات کے تو بھی وہ ضرور دیکھے گا پس اُس کی روح جسد سے اس کے نکلے گی نہیں یہاں تک کہ وہ حضرت ﷺ کو بیداری میں نہ دیکھ لے کیونکہ حضرت نے جو اس سے وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور واقع ہوگا۔ کتاب منقد من الضلال میں امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ مدح صوفیہ میں لکھتے ہیں کہ صوفیہ بیداری میں ملائکہ کو دیکھتے ہیں اور ارواح انبیاء علیہم السلام سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ پھر ترقی کرتا ہے حال صورتوں اور امثال کے مشاہدہ سے طرف ایسے درجات کے جو اُن کے بیان سے ناطقہ تنگ ہوتا ہے اور کہا تلمیذ حجۃ الاسلام نے جو ابوبکر بن المغربی مالکی ہیں دیکھنا انبیاء اور ملائکہ کا اور سننا اُن کے کلام کا ممکن ہے مومن کے لئے ازروئے کرامت کے لئے اور کافر کے لئے عقوبتاً اور کتاب مدخل میں بھی جو ابن الحاج مالکی کی ہے کہ دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیداری میں دشوار ہے اور کم وہ شخص ہیں جن کو یہ امر نصیب ہوتا ہے مگر وہ شخص کہ اس صفت پر ہو کہ جس کا پایا جانا کم ہے اس زمانہ میں بلکہ معدوم ہے باوجود اُس کے کہ ہم انکار نہیں کرتے اُس شخص کا جس کو یہ امر نصیب ہوتا ہے۔ اکابر دین سے کہ خدائے تعالیٰ اُن کو اُن کے ظواہر و بواطن میں محفوظ رکھے۔ پھر شیخ ابن حجر نے جماعت منکرین کا مذہب نقل فرماکے اُس کا جواب تحریر فرمایا اور فرماتے ہیں کہ امام یافعی وغیرہ شیخ بزرگ ابوعبداللہ قریشی سے نقل کئے ہیں کہ ایک سال مصر میں قحط واقع ہوا، پس اُنھوں نے دعا کی تاکہ قحط دفع ہو جائے

اُن کو کہا گیا کہ تم دعا نہ کرو تم میں سے کسی کی دعا مقبول نہ ہوگی پس ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ میں شام کی طرف سفر کیا جب قبر شریف حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے قریب پہنچا میں نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسول میری آپ ضیافت کرو وہ یہ کہ اہل مصر کے لئے دعا فرمایئے پس خلیل اللہ نے دعا فرمائی خدا نے قحط کو دفع کیا اور بارزی کہے کہ اُنھوں نے سنا ایک جماعت سے جو اُن کے اولیاء وقت تھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زندہ ملاقات کئے اور آپ کی وفات ہوگئی تھی پھر شیخ ابن حجر نے طبقات اولیاء میں ابن ملقن سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ حال نقل فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حالت بیداری میں وعظ کے لئے ارشاد فرمایا جس کا بیان خصیصہ مجلس وعظ میں بہ تفصیل مذکور ہے۔ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن ملقن حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ آپ خواب اور بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت دفعہ شرف یاب ہوئے اور کہے تاج ابن عطاء اللہ اپنے شیخ کامل عارف باللہ ابوالعباس مرسی سے کہ میں نے اپنے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصافحہ کیا اور بیان کئے ہیں ابن فارس نے سیدی علی وفا سے اُنھوں نے کہا کہ میں لڑکا پانچ سال کا تھا کہ قرآن پڑھنا ایک شخص سے سیکھتا تھا پس میں نے اُن کے پاس ایک بار آیا پس میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالت بیداری میں دیکھا نہ خواب میں اور حضرت پر قمیص سفید سُوت کی تھی پھر میں نے دیکھا کہ وہ قمیص مجھ پر ہے پس حضرت نے مجھ کو فرمایا کہ پڑھو میں حضرت کے روبرو سورۂ ضحیٰ اور الم نشرح پڑھا پھر حضرت مجھ سے غائب ہوگئے۔ پھر جب میں اکیس سال کی عمر کا ہوا قریہ قرافہ میں نماز صبح کی نیت باندھی پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے روبرو دیکھا۔ حضرت نے فرمایا **واما بنعمة ربک فحدث** پس میں اس کو اس وقت پڑھا پھر شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کیفیت رؤیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو اقوال وارد ہوئے ہیں اُن کا ذکر فرمایا ہے پھر شیخ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ رؤیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مع الجسد دیکھنا ممکن ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء زندہ ہیں کہ بعد قبض ارواح اُن کے

اجساد میں اُن کی ارواحیں پھیری گئیں اور اُن کو اجازت ہے کہ وہ اپنی قبور سے برآمد ہوں اور تصرف عالم علوی اور سفلی میں کریں اور کوئی چیز اس کی مانع نہیں ہے کہ وقتِ واحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سے لوگ دیکھیں کیونکہ آپ کی مثال مثل آفتاب کے ہے اور جب قطب تمام عالم کو بھر دیتے ہیں جیسا کہ تاج بن عطاء اللہ نے کہا ہے کہ پس تمہارا خیال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیسا ہے اور اس رؤیت سے لازم نہیں آتا کہ دیکھنے والا صحابی ہوجائے کیونکہ صحابی ہونے کے لئے شرط ہے کہ آپ کی صحبت اس عالم میں ہو اور یہ رؤیت آپ کی اُس حالت میں ہے کہ آپ عالم ملکوت میں تشریف فرما ہیں۔ یہ صحبت صحابیت کو مفید نہیں ہے ورنہ ثابت ہوجائے گا کہ جمیع اُمت آپ کی صحابی ہوجائے کیوں کہ آپ کی اُمت عالم ارواح میں آپ کے روبرو پیش ہوچکی ہے اور آپ نے ملاحظہ فرمایا اور اُمت مرحومہ آپ کے جمال باکمال سے مشرف ہوگئی ہے جیسا کہ اس مضمون میں احادیث وارد ہوئی ہیں انتہیٰ شیخ عبدالکریم جیلی اپنی کتاب انسان کامل کے ساٹھویں باب میں جو اس باب کا نام بھی مصنف نے انسان کامل رکھا ہے فرماتے ہیں وہ کتاب عربی ہے میں اُس کا ترجمہ بطور خلاصہ کے لکھتا ہوں وہ یہ کہ افراد نوع انسان کی کمالِ انسانی میں ہر ایک فرد دوسرے کا نسخہ ہے جو کمال کہ ایک فرد انسانی میں ہو دوسرے میں معدوم نہیں بلکہ موجود ہے مگر باعتبار عوارض جیسا کہ کسی شخص کا ہاتھ یا پیر کٹا ہوا ہو یا نابینا پیدا ہوا ہو بسبب اُن عوارض کے جو شکم مادر میں اُس کو لاحق ہوئے اور جب عارض نہ ہو تو وہ مثل دو آئینہ مقابل کے ہیں کہ جو کمال ایک میں پایا جائے دوسرے میں بھی موجود ہے لیکن بعض انسان میں یہ کمالات بالقوہ ہیں اور بعض انسان میں بالفعل موجود ہیں وہ کمل انبیاء اور اولیاء سے ہیں پھر وہ کمال میں متفاوت ہیں۔ پس بعض اُن میں سے کامل ہیں اور بعض اکمل میں نہیں متعین ہوا کوئی اُن کمالات کے ساتھ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وجود کمالات انسانی کے ساتھ متبعین منفرد ہیں حضرت کے اخلاق اور احوال اور بعض اقوال اس امر پر گواہ ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان کامل ہیں اور باقی انبیاء اور اولیاء اللہ اکمل صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم ملحق ہیں حضرت ﷺ کے ساتھ مثل لاحق ہونے کامل کے ساتھ اکمل کے اور حضرت کے ساتھ منتسب ہیں مثل انتساب فاضل کے طرف افضل کے اور

جس جائے کہ میرے مولفات میں مطلق لفظ انسان کا واقع ہو میں اُس سے ارادہ کرتا ہوں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک کے ساتھ بسبب آداب آپ کے مقام اعلیٰ کے اور محل اکمل اسنیٰ کے اور مجھے یہ آپ کا نام عرض کرنے میں اشارات اور بینات ہیں او پر مطلق انسان کامل کے کہ نسبت اُن اشارات کی اور اسناد اُس عبارت کی جائز نہیں ہے مگر واسطے اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس لئے کہ آپ ہی انسان کامل ہیں بالاتفاق اور کسی اکمل انسان کے لئے وہ اخلاق نہیں ہیں جو آپ کے لئے ہیں پھر کئی صفحوں کے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ انسان کامل کے لئے قدرت ہے کہ اپنے نفس سے خطرات کو منع کرے خواہ وہ خطرات بڑے ہوں یا باریک ہوں پھر اُس کو تصرف کا اختیار ہے۔ اشیاء میں کہ وہ تصرف نہ اتصاف سے ہے اور نہ آلہ سے اور نہ رسم سے اور نہ اسم سے بلکہ جیسا کہ ہم میں کا کوئی شخص اپنے کلام میں اور اپنے اکل میں اور شرب میں تصرف کرتا ہے اور انسان کامل کے لئے تین برزخ ہیں کہ بعد ان برزخوں کے ایک مقام ہے جس کا نام ختام ہے۔ (۱) برزخ اول کا نام بدایت ہے اور وہ تحقق ہے ساتھ اسماء اور صفات کے یعنی انسان کامل میں جلوہ گری اسماء اور صفات الٰہیہ کی ہونا۔ (۲) برزخ دوم کا نام توسط ہے وہ فلک حجابات انسانیہ کا ہے ساتھ حقائق رحمانیہ کے یعنی حجاباتِ انسانیہ میں حقائقِ رحمانیہ کا متجلی ہونا پس جس وقت کہ یہ مشہد کمال کو پہنچے تمام پوشیدہ چیزوں کو انسان کامل جان لیتا ہے اور جب چاہے اشیاء غائب کو جان لیتا ہے۔ (۳) برزخ سوم معرفت اقسام حکمت الٰہی پیدا کرنے میں اُمور مقتدرات کے یعنی اس برزخ میں انسان کامل کو معرفت اس بات کی حاصل ہو جاتی ہے کہ اُمور مقدرات کے پیدا کرنے میں کیا کیا حکمت الٰہیہ ہیں اور ہمیشہ انسان کامل کے لئے ملکوت قدرت میں خرق عادات ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ خرق عادت ملک حکمت میں اُس کی عادت ہو جاتی ہے پس اس وقت اس کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ ظاہرا کوان میں قدرت الٰہی کو ظاہر کرے پس جس وقت کہ وہ متمکن ہووے اس برزخ میں تو وہ اترتا ہے اُس مقام میں جس کا نام ختام ہے اور موصوف ساتھ جلال اور اکرام کے ہے اور نہیں ہے بعد اس کے مگر کبریاء وہ نہایت ہے کہ اُس کی انتہا معلوم نہیں ہوتی اور آدمی اس مقام میں مختلف ہیں کامل ہیں، اکمل ہیں، فاضل، افضل ہیں انتہیٰ شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کی تقریر سے

واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لقائے مبارک سے جس کو چاہیں حالت بیداری میں سرفراز فرماسکتے ہیں۔ بہت لوگ اس سعادت عظمٰی سے فائز بھی ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں، قیامت تک اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال آفتاب کی ہے جس کی روشنی سب عالم پر فائز ہے مگر جب تک کہ چشم بصیرت نہ کھل جائے چشم سر حالت چشم شپرہ رکھتی ہے جو آفتاب کی روشنی کے دیکھنے سے محروم ہے جن کی چشم بصیرت کشادہ ہے وہ حضرت کے مراتب عالیہ سے موافق اپنے مبلغ علم کے مشاہدہ کرتے ہیں جیسا کہ شیخ عبدالکریم جیلی علیہ الرحمہ کی تقریر سے ظاہر ہوا کہ انسان کامل اصالۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور بہ تبیعت آپ کے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ ہیں انسان کامل کے تین مقام ہیں۔ دوسرا مقام وہ ہے جس میں انسان کامل جب چاہے اشیاء مغیبات کو معلوم کرسکتا ہے پس یہ دو تقریر دو علمائے کرام کی جو نقل ہوئی بمنزلہ شرح اُس حدیث کے واقع ہوئی جس حدیث میں بیان ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستغثین کے حال پر امداد فرمائی جو آپ سے کئی مراحل بعیدہ پر تھے کتاب جذب القلوب اور کتاب مصباح الظلام میں روایات بکثرت موجود ہیں جن میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستغثین کی فریادرسی بوقت نداء باسم مبارک آپ کے فرمائے ہیں۔ بعض اشخاص نے ضیفک **یا رسول اللہ** عرض کی بعض **یا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم** کے ساتھ ندا کی بعض نے **انا مستجیر بک یا رسول اللہ** کے ساتھ نداء کی اور فریاد چاہی اور ان سب کی فریادرسی حضرت نے بوقت مصیبت اُن کی کس سرعت سے فرمائی ہے اور کیسی کیسی سخت مصیبتیں اُن کی آپ کی فریادرسی سے آسان ہوگئیں۔ مصنفین ان کتابوں کے محدثین سے ہیں کہ باسانید صحیحہ اُن روایات کو بیان کئے ہیں، جب جواز نداء پر احادیث بیان ہوگئے۔

اجماع امت سے جواز نداء

اب بیان اجماع کا کرتا ہوں کہ اجماع اُمت سے جواز نداء باسم مبارک آپ کے کیسا ثابت ہوسکتا ہے۔ توضیح اُس کی یہ ہے بنا بر حدیث التحیات کے جس کا بیان اوپر ہوگیا عمل صحابۂ کرام

سے آج تک نماز میں التحیات پڑھنے کا چلا آیا کہ کسی کو اُس میں انکار نہیں ہوا پس یہ صریح اجماع قولی اور عملی ہے۔ دوسرا بیان اجماع کا یہ ہے کہ تمامی ممالک عرب میں خصوصاً حرمین شریفین بعد ہر اذان کے نصف ساعت نجومی تک موذنین صلوٰۃ وسلام حضرت پر بلفظ **الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** عرض کرتے ہیں۔ کوئی علماء عرب سے یا علماء حرمین شریفین سے اس امر کا انکار نہیں کرتے بلکہ اس کو ایک امر مستحسن سمجھتے ہیں۔ دُرِمختار میں لکھا ہے **کالتسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنة سبعمائة واحدی وثمانین فی عشا لیلة الاثنین ثم یوم الجمعة ثم بعد عشرثنین احدث فی الکل سوی المغرب ثم فیھا مرتین وھو بدعة حسنة انتھی** شرح میں اُس کے غایۃ الاوطار میں لکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر سلام کہنا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ سات سو اکاسی ہجری میں عشاء کی نماز میں دوشنبہ کی رات میں پھر جمعہ کے دن پھر دس سال کے بعد پیدا ہوا، سب نمازوں میں سوائے مغرب کے پھر مغرب میں بھی دو بار کہنا رائج ہوا اور یہ امر بدعت حسنہ ہے۔ یہ فائدہ شارح نے حضرت جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حسن المحاضرہ سے نقل کیا ہے اور سخاوی کے قول بدیع میں ہے کہ اُس کی ابتداء سلطان صلاح بن المظفر کے حکم سے ہوئی۔ ۷۹۱ سات سو اکانوے ہجری میں طحطاوی نے کہا کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت میں رائج نہیں ہوا اور نہ سیوطی کی اُس عبارت میں ہے جو نہر الفائق میں منقول ہے انتھیٰ بدعت حسنہ وہ ہے جو بدعت کہ قواعدِ شریعت کے خلاف نہ ہو یہاں تک کہ عبارت غایۃ الاوطار کی تمام ہوئی۔

ف اسلطان صلاح الدین بن ایوب سلاطین دولت ایوبیہ مصر میں شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ سلاطین دولتِ ایوبیہ صلاح وغیرہ کے ساتھ مشہور تھے۔ صاحبِ دُرِمختار نے اُن الفاظ کی تصریح نہیں کی کہ جن الفاظ سے سلام بعد اذان کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عرض ہوتا ہے اور کن ملک میں عرض ہوتا ہے سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ساتھ لفظ ندا کے ان الفاظ میں عرض کیا جاتا ہے **الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدنا و نبینا و شفیعنا یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم** راقم

بگوش خود سنا ہے چونکہ دولت ایوبیہ مصر میں قائم تھی پہلے مصر میں غالباً اُس کا رواج ہوا ہوگا بعد اُس کے حرمین شریفین اور سب ملک میں عرب کے رواج ہوا ابھی تک وہی رواج باقی ہے صاحب دُرِمختار نے تو صریح الفاظ میں اُس کو اچھا کہہ دیا اور امام سخاوی اور طحطاوی اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس بات کو بلا انکار کے نقل کیا ہے پس اس سے یہ امر ظاہر ہوا کہ ان چاروں علماء کبار کا اجماع اور اتفاق جواز ندا پر ہوا کتاب فتح المبین تصنیف مولوی منصور علی خان صاحب اُس کے ضمیمہ و بوس المقلدین مطبوعہ اصح المطابع لکھنو کے صفحہ ۶۲ میں لکھا ہے کہ یا رسول اللہ کہنے کو شرک اور کفر قرار دینا تمام جہاں اور تمام سلف اور خلف اور اساطین دین کی تکفیر ہے۔ بُنیان شرع کا اصل سے منہدم کر دینا ہے انتہیٰ جب از ندا باسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باحادیث وعمل صحابہ و باجماع اُمت ہوگیا تو اُس سے ہی جواز ندا باسماء اولیاء اللہ ثابت ہوسکتا ہے کیونکہ اولیاء اللہ تابعین اور مقتبسین انوار نبوت ہیں مگر علاوہ اُس کے اور بھی دلائل شرعیہ بیان کرتا ہوں جو جواز نداء باسماء اولیاء اللہ پر دلالت کرتے ہیں دلیل اول مولانا عبدالرحمٰن صوفی لکھنوی کی تقریر کتاب انوار الرحمٰن لتنویر الجنان میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ندا باسم پاک انبیاء علیہم السلام یا اولیاء اللہ کے شرک بے مثل یا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کہ پس واسطے روزعم اُن لوگوں کے دو حدیث نقل کرتا ہوں جو واسطے تمام اُمت کے مقرر کیا ہو طریقے سے حدیث اول طبرانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا **اذاضل احدکم دابته اواراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباداللہ اعینونی یا عباداللہ اعینونی فان اللہ عبادالا ترونھم** ترجمہ جس وقت کہ کوئی تمہارا اپنے چار پائے کو گم کرے یا کوئی اور قسم کی مدد چاہے اور وہ ایسی زمین میں ہو کہ اُس کا کوئی غمخوار نہ ہو، پس وہ کہے اے بندگانِ خدا مدد کرو اور اے بندگان خدا مدد کرو پس خدا کے ایسے بندے ہیں جو تم اُن کو دیکھتے نہیں ہو میرک شاہ بعض علمائے ثقات سے نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے جس کے محتاج ہیں تمام مسافرین اور مشائخین سے روایت ہے کہ اس مقدمہ میں یہ عمل مجرب ہے اُس کے ساتھ فتح مقصود ہے ایسا ہی ذکر کیا ہے اُس کو فخر رازی اور

ملاعلی قاری نے انتہیٰ صاحب الوسیلۃ الجلیلہ کتاب بلاغ المبین سے جو اُس کا مصنف اہل مذہب مخالف سے ہے چند اعتراضات نقل کر کے پھر اُس کا جواب دیتا ہے جن اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے۔(۱) اول یہ کہ یہ حدیث صحاح میں مروی نہیں ہے اس لئے اُس کی صحت میں گفتگو ہے۔(۲) دوم یہ کہ اس حدیث سے ندا طرف اُن بندوں کے ہے جو خدا کی جانب سے اس کام کے لئے مقرر ہیں۔(۳) سوم یہ کہ اس قدر استعانت بھی مشروط ہے کہ اُس جائے کوئی دوست نہ ہو زندہ لوگوں سے۔(۴) چوتھا یہ کہ یہ استعانت خاص اُس امر میں ہے کہ آدمی ایک دوسرے کی مدد کیا کرتے ہیں۔(۵) پانچواں یہ ہے کہ اگر یہ حدیث بروایت ثقات مروی ہوئی ہو تو یہ استعانت خاص ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوئی اگر بروایت صحیحہ ثابت نہ ہوئی ہو تو عمل اس حدیث پر بھی دوسری حدیث سے ممتنع ہوا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو تقید فرمایا **واذا استعنت فاستعن باللہ** اور قرآن شریف میں **ایاک نعبد وایاک نستعین** ہے۔ یہ آیۃً غیر منسوخ الحکم ہے جو مفید حصر کو ہے پس استفادہ قبر سے جو اہل زمانہ کلمہ **اعینوا یا عباداللہ** سے سمجھتے ہیں قیاس غائب کا حاضر پر ہے اور قیاس مع الفارق ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی اُن بندوں کی بلکہ خدمت معینہ اور حاضر ہونا اُن کا واضح فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ خدا کے بندے ہیں کہ اُن کو وہ لوگ نہیں دیکھتے اور انتقال اہل قبور کا اس عالم سے متیقن ہے انتہیٰ پس بعد نقل کرنے اعتراضات صاحب بلاغ المبین کے صاحب الوسیلۃ الجلیلہ نے اُن کے جوابات کی طرف توجہ کی پہلا اعتراض جو اُن کو درباب صحت حدیث **اعینونی یا عباداللہ** کے تھا اُس کے جواب میں صاحب الوسیلۃ الجلیلہ کی یہ عبارت ہے ہم کہتے ہیں کہ گر یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں ہے تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ موضوع ہو احادیث صحیحہ کا انحصار انھیں احادیث میں نہیں ہے جو صحاح ستہ میں مذکور ہیں اس حدیث کے نسبت جامع الدرر شرح حصن حصین میں لکھا ہے **قال بعض العلماء الثقات هذ احدیث حسن** بزار نے اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو مرفوع روایت کیا ہے حافظ ابوالحسن الہیثمی نے مجمع الزوائد

میں اُس کوذکرکر کے لکھا ہے ورجالہ ثقات اورحافظ ابن حجر عسقلانی نے زوائد میں اُس کی تحسین کی ہے۔ حافظ شمس الدین جزری کا حصن حصین میں اس حدیث کا ذکر کرنا دلیل اس حدیث کے صحیح ہونے کی ہے اس لئے کہ حافظ جزری نے حصن حصین میں اُس کا التزام کیا ہے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کو موقوف بھی روایت کی ہے اور طبرانی نے کبیر میں اُس کو عتبۃ بن غروان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ابن سنی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس کی سند ضعیف ہے لیکن اگر کوئی حدیث ایک طریق سے ضعیف ہوئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بلحاظ جمیع طرق کے ضعیف ہوجائے خصوصاً جب حدیث طرق متعددہ سے مروی ہو تو اُس کا ضعف جاتا رہتا ہے وہ حدیث قابل احتجاج سمجھی جاتی ہے۔سوائے اُس کے فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل احتجاج سمجھی جاتی ہے۔ جب امام نووی اور حافظ جلال الدین سیوطی اور حافظ جزری اور ملا علی قاری نے اس کو قابل احتجاج تسلیم کیا ہو تو پھر وہ قابل جرح نہ رہی۔ دوسرا اعتراض صاحب بلاغ المبین کا یہ ہے کہ خدا کے بندگان حاضرین سے مدد لی جاتی ہے نہ غائبین سے اُس کا جواب صاحب الوسیلۃ الجلیلہ یوں ادا کرتے ہیں کہ وہ بندگانِ خدا جن سے مدد چاہی جاتی ہے گو حاضر ہوں لیکن ہمارے بصر سے اور بلحاظ ہمارے علم کے تو لامحالہ غائب ہیں پھر نداء غیب چہ معنی۔ تیسرا اعتراض صاحب بلاغ المبین کا یہ ہے کہ یہ مدد چاہنا اُس وقت ہے کہ جب کوئی انیس کا عدم تحقیق نہ ہمارے لئے مضر ہے نہ تم کو مفید معلوم نہیں اس میں کیا فائدہ سوچا گیا۔ چوتھا اعتراض صاحب بلاغ المبین کا یہ ہے کہ یہ استعانت ایسی ہے جیسا کہ لوگ باہم استعانت کیا کرتے ہیں اُس کا جواب صاحب الوسیلۃ الجلیلہ یوں ادا کرتے ہیں کہ اگر یہ استعانت خاص ایسے امر میں ہے جس میں لوگ باہم استعانت کرتے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے ہمارے مقصود کو مضر نہیں کہ نداء غائب جب بھی ثابت ہے۔ پانچواں اعتراض صاحب بلاغ المبین کا یہ ہے کہ یہ امر خاص بحکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے الخ اُس کا جواب صاحب الوسیلۃ الجلیلہ یوں ادا کرتے ہیں کہ جب تم خود ہی کہتے ہو کہ یہ استعانت خاص بحکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے الخ تو اس قسم کی استعانت کا

ثبوت ہو گیا اگر یہ حدیث بروایت صحیحہ ثابت نہیں تو عدم صحت حدیث اُس حدیث کے قابل عمل نہ ہونے کے لئے کافی ہے اور اس میں صرف اس قدر بیان کافی ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث صحیح وارد نہیں اُس کے لئے کچھ ضرور نہیں کہ دوسری حدیث یا آیت سے اُس فعل کا منع ثابت کیا جائے۔ علاوہ بریں **اذا استعنت فاستعن باللہ** کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایسے اُمور میں استعانت ممنوع ہے جس میں استعانت کا معمول ہے علی ہذا **ایاک نستعین** سے بھی یہ بات پائی نہیں جاتی کہ ہر قسم کی اعانت کا حصر اللہ تعالیٰ میں ہے چنانچہ اُس کے معنی (۱) سابقاً لکھ چکا ہوں قیاس غائب علی الحاضر یا قیاس مع الفارق کا جو دعویٰ کیا گیا اُس کے لئے دلیل مطلوب ہے صاحب بلاغ المبین نے شاید کبھی حجۃ اللہ البالغہ کو نہیں دیکھا یا اُس کے سمجھنے کی لیاقت اُس کو نہ تھی شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب علاقے ٹوٹ جاتے ہیں تو ارواح اپنے خراج کی طرف رجوع کرتے ہیں اور فرشتوں میں مل جاتے ہیں اُس پر الہام ہوتا ہے اور اللہ کے گروہ کی مدد کرتے ہیں۔ جب یہ کیفیت ہو تو پھر شاہد اور غائب میں کیا فرق رہا۔ انتہیٰ حاصل جواب یہ ہے کہ جب شاہ ولی اللہ صاحب کے بیان سے یہ امر ظاہر ہوا کہ روح بعد علاقہ ٹوٹنے کے فرشتوں میں مل جاتی ہے اور اُس پر الہام ہوتا ہے پس ارواح طیبہ بھی بعد وفات کے انھیں کا حکم پیدا کئے جو ہماری نظر سے غائب ہیں ندا کرنے والوں کا حال کشفاً یا حضوراً معلوم کر سکتے ہیں پس اُن کی حضوری اور غیبت یکساں ہے پھر صاحب الوسیلۃ الجلیلہ صواعق الٰہیہ سے پانچ اعتراضات بہ نسبت حدیث **اعینونی یا عباداللہ** کی نقل کئے۔ اعتراض اول یہ حدیث ضعیف ہے اُس کا جواب صاحب الوسیلہ نے یوں ادا کیا۔ یہ حدیث اس قسم کی نہیں ہے جو قابل احتجاج نہ ہو تذکرۃ الموضوعات میں ہے **وھو صحیح وان شئت قلت متراترة المعنی یقطع بوجود الابدال ضرورة** اعتراض دوم حکم اس حدیث کا مخصوص ساتھ بھاگنے چار پائے کے ہے۔ جواب صاحب الوسیلہ کا بلحاظ الفاظ کے اس حدیث کا مورد خاص نہیں بر تقدیر تسلیم ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ غائب کو نداء کر کر استغاثہ جائز ہے اور اُس پر سے معلوم ہوا کہ اموات کے ارواح طیبہ

میں اور اُن میں کچھ فرق نہیں انتہیٰ محرر اوراق عرض کرتا ہے کہ اس اعتراض دوم کا جواب دوسری طرح پر بھی ہوسکتا ہے کہ اس باب میں دوسری حدیث بھی وارد ہے جس میں ذکر ہے کہ جب دابہ بھاگ جائے یا اور کسی قسم کی اعانت مقصود ہو تو اعینوا یا عباداللہ پکارے پھر اس حدیث کا مورد خاص بندگانِ خدا سے استغاثہ کرنے کے لئے مورد خاص چار پائے کا بھاگ جانا کہاں رہا۔ اعتراض سوم اجنہ یا ملائکہ اس کام کے انصرام کے لئے خدا کی جانب سے صحرا میں مامور ہیں جواب اُس کا عبارت حجۃ اللہ البالغہ سے ظاہر ہے کہ ارواح طیبہ فرشتوں کے گروہ میں مل جاتے ہیں اور اللہ کے گروہ کی مدد کرتے ہیں پس ملائکہ میں اور ارواح طیبہ میں کیا فرق بلکہ ارواح انسان کامل کو قدرت اور تصرف اور کشف میں ملائکہ پر بھی فضیلت ہے جنات تو کیا۔ اعتراض چہارم یہ ہے حدیث اعینونی یا عباداللہ مقابل حدیث صحیح اذا ستعنت فاستعن باللہ وآیۃ کریمہ ایاک نعبد و ایاک نستعین ہے جواب اُس کا صاحب الوسیلہ سے یہ ہے کہ ہر قسم کی استعانت کا حصر خدائے تعالیٰ میں نہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا انتہیٰ محرر اوراقِ عرض کرتا ہے کہ صاحب بلاغ المبین اور صاحب صواعق الٰہیہ نے حدیث اعینوا یا عباداللہ کو ضعیف کہہ کر اُس کے مقابلہ میں دوسری حدیث صحیح اذا ستعنت فاستعن باللہ اور آیت ایاک نعبد و ایاک نستعین لاکر حدیث اعینوا یا عباداللہ کو غیر قابل عمل ٹھہرایا ہے مگر جب دوسری حدیث صحیح مقابلہ میں حدیث اذا ستعنت فاستعن باللہ کے آجائے اور دوسری آیت معارضہ میں آیۃ ایاک نستعین کے ہوجائے تو دفع تعارض فیما بین حدیثین اور آیتین کے صاحب بلاغ المبین اور صاحب صواعق الٰہیہ سے کیا چارہ جوئی ہوگی اور وہ اس جائے کیا دست و پازنی کریں گے لیجیے مشکوٰۃ میں بروایت مسلم یہ حدیث آئی ہے وعن ربیعۃ بن کعب قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فاتیت بوضوء وحاجۃ فقال لی سل فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنۃ قال اوغیر ذاک قلت ھو ذالک قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود ترجمہ: مروی ہے ربیعۃ بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا اُنھوں نے کہ شب باشی کیا تھا میں ساتھ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس حاضر کیا میں نے حضرت کے پاس آب وضواور اشیاء ما یحتاج یعنی مسواک وغیرہ کو پس حضرت نے مجھ کو فرمایا کہ مجھ سے تو کچھ مانگ لے پس میں نے عرض کیا کہ میں آپ کی رفاقت جنت میں آپ سے چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا سوائے اس کے میں نے عرض کیا کہ وہی چاہتا ہوں پس حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تو میری مدد کثرتِ سجود کے ساتھ کر پس اس حدیث سے کئی مسائل مستنبط ہوئے۔ مسئلہ اولیٰ یہ کہ خدمت مقربان خدا باعث حصول مقاصد ہے۔ جب ربیعۃ بن کعب کی خدمت وضو کرانے کی معرض قبول خدمت نبوی میں ہوئی حضرت کا ارشاد ہوا کہ تو کچھ مانگ لے۔ مسئلہ ثانیہ یہ ہے کہ خدا سے طلب کرنے کی چیز مقربانِ الٰہی سے طلب کرنا جائز ہے کیونکہ مقصود طلب کرنے والے کا اُس وقت یہی ہوتا ہے کہ آپ خدا سے دعاء اور شفاعت کر کے ہم کو یہ چیز دلوایئے دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت جنت میں جو وہ اعلیٰ درجہ کی جنت کی طلب ہے یہ امر خاص باختیار خدا ہے اس کو سائل نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اور اپنے سوال میں اس امر کی تصریح نہیں کی کہ آپ خدا سے شفاعت کیجئے کہ مجھ کو آپ کی رفاقت جنت میں حاصل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سائل کی عدم تصریح پر عتاب نہیں فرمایا کہ تو خدا کی اختیاری چیز کو مجھ سے کیوں طلب کرتا ہے بلکہ سوال سائل کا معرض قبول ہوا اور نیت ہر مومن کی بوقت اس قسم کے سوال کے جو وہ خاصانِ الٰہی سے کرتا ہے یہی ہوتی ہے کہ خاصانِ حق اُس کے حصول مقصود کے لئے بارگاہِ الٰہی میں بدعا و شفاعت وسیلہ ہوں پس اس قسم کا سوال خاصان خدا سے ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص طبیب کو کہے کہ ہم کو مرض سے شفا دیجئے یا وزیر کو کہے کہ آپ ہمیں نوکر رکھ لیجئے یا کوئی خدمت دیجئے پس اس جائے مقصود سائل یہی ہوتا ہے کہ طبیب ہو یا وزیر جس سے سوال کرتا ہے حصول مقصود میں اپنے سبب اور وسیلہ ہیں کیونکہ ہر مومن خوب جانتا ہے کہ شفاء دینا خدا کا کام ہے اور ہر عالم شخص جانتا ہے کہ خدمت دینا سلطان کا اختیار ہے پس یہ اسناد مجازی ہے جو قرآن شریف میں اس قسم کی اسناد بہت جا واقع ہے اس وجہ سے علم بلاغت جو موضوع واسطے ایضاح معانی قرآنی کے ہوا ہے پچیس علاقے مجاز کے علم بلاغت میں مذکور

ہیں۔کیا آپ نہیں دیکھتے ہو کہ اہل بلاغت انبت اللہ البقل کو اسناد حقیقی اور انبت الربیع البقل کو اسناد مجازی کہتے ہیں اور ہر دو اسناد کو جائز فرماتے ہیں۔ایسا ہی خدا نے اُگانے کی نسبت دانہ کی طرف کی ہے اور فرمایا کمثل حبة انبتت سبع سنابل اور خلق یعنی پیدا کرنے کی نسبت طرف بندوں کے سببیت اور فرمایا فتبارک اللہ احسن الخالقین حالانکہ اُگانا اور پیدا کرنا یہ خاص خدا کے کام ہیں ورنہ بے جان میں کیا قدرت کہ اُگا دے اور بندۂ عاجز میں کیا قدرت کہ وہ پیدا کرے کہ یہ اسناد مجازی بباعث سببیت کے ہے ایسا نہیں ہے کہ بندۂ مومن اس قسم کے سوال کے وقت فاعل مستقل سوائے خدا کے مقربان الٰہی کو سمجھے جو یہ اعتقاد منافی توحید ہے جو ہر بندۂ مومن کو حاصل ہے بالفرض اگر کوئی شخص براہ جہالت ایسا سمجھے تو وہ ناجائز ہے۔مسئلہ ثالثہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیعہ سے مدد طلب فرمائی جس سے یہ امر ثابت ہوا کہ استعانت غیر حق سے جائز بلکہ فعل مسنون ہے۔شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ لمعات میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ مدد چاہنا حضرت کا ربیعہ سے کیسا ہے جیسا کہ کوئی مریض طبیب سے شفاء مرض چاہے۔طبیب مریض کے سوال کو قبول کر کے براہ شفقت اور لطف مریض کو فرمائے کہ میں تیرے علاج کی طرف متوجہ ہوں لیکن تو میری مدد کر کہ دوا اچھی طرح سے استعمال کر اور پرہیز کر پس یہ مسئلہ ثالثہ جواز استعانت بالغیر کا اس حدیث سے ثابت ہوا جو مسئلہ نحن فیہ ہے۔دوسری حدیث جو ثبوت استعانت بالغیر پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کتاب الدرر المنثرہ فی الاحادیث المشتہرہ میں شیخ جلال الدین سیوطی طبرانی سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے استعن بیمینک علی حفظک یعنی مدد چاہ اپنے سیدھے ہاتھ سے اپنی محافظت پر۔تیسری حدیث کتاب مذکور میں سیوطی نے ثعلبی سے کتاب لطائف اللطف سے جو اسناد مرفوع روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا استعینوا فی الصناعات باھلھا یعنی حرفہ میں صاحبِ حرفہ سے مدد چاہو پس یہ احادیث نبویہ حدیث اذا استعنت فاستعن باللہ کے مقابلہ میں جو لائی گئی معترض صاحب

شاید فرمائیں گے کہ اگر چہ تم نے ہماری حدیث صحیح **اذا ستعنت الخ** کے مقابلہ میں احادیث صحیحہ تو لائے مگر حدیث صحیح **اذ استعنت الخ** کے رتبہ کو تمہاری احادیث صحیحہ نہیں پہنچ سکتیں تو ہم معترض صاحب کی خدمت میں بادب عرض کریں گے کہ ہمارے احادیث صحیحہ بھی مؤید بآیت قرآنی ہیں جو افادۂ جواز استعانت بالغیر میں وارد ہے وہ یہ آیۃ کریمہ **واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ** ہے خدا نے مدد صبر وصلوٰۃ سے مدد لینے کا حکم فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ربیعہ کو کثرتِ سجود کے ساتھ حکم فرمایا غالباً عمل اسی آیت شریفہ پر کرنے کا حکم ہو پس یہ آیت مفید استعانت بغیر اللہ ہے آیت **ایاک نستعین** سے جو مفید حصر استعانت ہے ایک نکتہ فاضل ہے وہ یہ کہ آیت **استعینوا بالصبر والصلوٰۃ** میں بصیغۂ امر ارشاد ہے اور آیت ایاک نستعین بصغیۂ امر نہیں ہے بلکہ مصلی اپنا حال بیان کرتا ہے پس معترض صاحب کے خیال میں صبر وصلوٰۃ جو افعال مخلوق ہیں جن سے مدد چاہنے کا حکم ہوا غیر حق ہیں یا نہیں۔ جب **فیما بین اذا ستعنت فاستعن باللہ** اور حدیث **اعینونی یا عباداللہ** وغیرہ کے اور بھی **فیما بین آیہ ایاک نستعین** اور **استعینوا بالصبر والصلوٰۃ** کے بظاہر تعارض ہوا تو دفع تعارض کے لئے تقریر صاحب الوسیلۃ الجلیلہ کی مناسب ہوئی وہ یہ کہ معنی حدیث **اذا ستعنت فاستعن باللہ** یا آیۃ **ایاک نستعین** کے یہ نہیں ہیں کہ ایسے اُمور میں استعانت ممنوع ہو جس میں استعانت کا معمول ہے اور اس سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ ہر قسم کی استعانت کا حصر حق تعالیٰ کی ذات میں ہو انتہیٰ۔ محرر اوراق عرض کرتا ہے کہ یہ جواب صاحب وسیلہ کا دفع تعارض کے بیان میں حسب قواعد اہل مناظرہ علی سبیل المنع تھا یعنی صاحب وسیلہ آیۃ **ایاک نستعین** اور حدیث استعنت سے حصر استعانت ہر قسم کی معمولی اُمور میں تسلیم نہیں کرتے پس دعا چاہنا بھی معمولی اور عادی اُمور سے ہے محرر اوراق حدیثین اور آیتین کی دفع تعارض کا بیان علی تقدیر التسلیم عرض کرتا ہے یعنی مع افادۂ معنی حصر آیۃ **ایاک نستعین** اور حدیث **فاستعن باللہ** کی پھر تعارض فیما بین حدیثین اور آیتین نہیں ہے اور دفع تعارض کا بیان علی تقدیر التسلیم بھی ایک حدیث سے ہے جس سے فیما بین آیتین وحدیثین کے تعارض رفع ہوتا

ہے۔ وہ حدیث یہ ہے جس کا ترجمہ مثنوی شریف میں مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔ گفت پیغمبر بآوازِ بلند = برتوکل زانو راشتر بہ بند۔ تفصیل اُس کی یہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ نے کئی جا قرآن شریف میں اپنی ذات پر ہی توکل اور بھروسہ کرنے کا حکم فرمایا ہے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے خیال فرمایا کہ ہم اپنے انجاح مرام کے لئے اسباب ظاہر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں پس یہ ہماری توجہ اسباب ظاہر کی طرف خلاف امر الٰہی اور منافی توکل تو نہیں ہے اسی خیال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وصحبہ وسلم کیا ہم اونٹ کو کھلا چھوڑ کر حفاظت الٰہی پر بھروسہ کریں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ کے پیر باندہ کر حفاظت الٰہی پر بھروسہ کرو پس ارشاد نبوی ﷺ سے اُن صحابہ کو اس بات کی تربیت ہوئی کہ اسباب کو ترک نہ کرو بلکہ اسباب میں فعل الٰہی کو مشاہدہ کرتے رہو کہ اسباب کو اُسی نے پیدا کیا تاثیر قضاء حوائج کی تمہارے اسباب میں اُسی نے دی اُس نے اسباب کے استعمال پر تم کو قادر کیا اگر خدا اسباب پیدا نہ کرتا یا اسباب میں تمہارے قضاء حوائج کی تاثیر نہ دیتا یا تم کو اُس پر قادر نہ کرتا تو تم کہاں سے اسباب سے مدد لے سکتے۔ پس تمہارا اسباب سے مدد لینا بھی خدا کی مدد دینے سے ہے۔ پس جب کہ حسب تربیت نبوی مشاہدہ سبب کا اسباب میں نصیب ہوا اور شہود اسباب کا نظر میں جم گیا کہ استعانت بالاسباب بھی درحقیقت استعانت الٰہی ہے۔ پس حصر استعانت بذات خدائے تعالیٰ معنی بلا تکلیف صادق آ گئی۔ اب تکلفات کی ضرورت نہ رہی۔ مشاہدہ مسبب بوقت اختیار عام اسباب کے اُن لوگوں کو حاصل ہے کہ جن کو تصفیہ باطن عنایت ہوا مثل ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مگر بوقت اختیار خاص اسباب کے جو وہ عبارت توسل اور دعا اور شفاعت خاصان الٰہی سے چاہنا ہی مشاہدہ مسبب وہ ہر عام وخاص کو حاصل ہے کیوں کہ دعا اور شفاعت خاصانِ خدا سے اس لئے چاہی جاتی ہے کہ وہ مقربان بارگاہِ الٰہی ہیں۔ پانچواں اعتراض صاحب صواعق الٰہیہ کا یہ ہے کہ یہ استعانت یعنی ساتھ لفظ **اعینوا یا عباداللہ** کے اسباب مسبب الاسباب سے ہے جو محل نزاع نہیں ہے محل نزاع وہ استعانت ہے جو اموات سے کرتی ہیں کہ اُن کا اختیار اُس میں ثابت نہیں ہے جواب اُس کا صاحب الوسیلۃ الجلیلہ یوں

ادا کرتے ہیں کہ ہم ارواح طیبہ کوبھی مظہرعون الٰہی اورمسبب کاایک سبب سمجھتے ہیں اُن سے بھی اس قسم کا سوال یعنی دعا اور شفاعت چاہنا نا مشروع نہیں ہے نہ اُن کے اختیار سے دعا اور شفاعت چاہنا خارج ہے۔انتہیٰ۔تشریح جواب صاحبِ وسیلہ کی خدمت میں صاحب صواعق الٰہیہ کی یہ ہے کہ جب آپ کواستعانت اوراسباب مسبب الاسباب میں نزاع نہیں ہےتو آپ اس وقت میں آیۃ کریمہ **ایاک نستعین** اورحدیث **اذا استعنت فاستعن باللہ** کے مفید حصر نہ ہونے کے قائل ہوگئے کیونکہ مسبب الاسباب کےسبب سے استعانت کرنے میں نزاع نہ کرنا خلاف ہے۔قول حصر **ایاک نستعین** کا جس کے پہلے آپ قائل تھےاوراسی قول پر آپ اڑے ہوئے تھے کیونکہ **ایاک نستعین** میں استعانت بالاسباب کا استثناء ہے نہ حدیث **اذا استعنت فاستعن باللہ** میں استثناءاستعانت باسباب مذکور ہےجبکہ آیۃ **ایاک نستعین** اورحدیث **اذا استعنت فاستعن باللہ** میں استثناءاستعانت باسباب کا ذکرنہیں ہے اورآپ قائل ہیں کہ حصر استعانت بذات باری تعالیٰ ہے پس آپ کواس صورت میں استعانت باسباب میں محل نزاع ہونا چاہئے تھا کیوں نہیں ہے جب آپ کواب استعانت باسباب میں محل نزاع نہیں ہےتو ہم آپ کو پوچھتے ہیں کہ باوجودآپ کے پہلے قائل ہونے اس بات کے کہ استعانت ہدایت الٰہی محصور ہےاب آپ کواستعانت باسباب میں محل نزاع نہ ہونا دوحال سے خالی نہیں کیا آپ اسباب کوخدا سمجھتے ہو یا غیر خدا جانتے ہواگراسباب کوخدا جانتے ہوتو البتہ قولِ اول آپ کا جوحصر استعانت بذاتِ حق تعالیٰ تھا قائم رہا مگرآپ کا دعوائے توحید جس میں آپ اپنے کو عالمِ بالا سمجھ رہے تھے اور دعوائے توحید کی وجہ سے آپ کا قول حصر استعانت بذات باری تعالیٰ تھااوراسی کے باعث دلائل آیت وحدیث حصر استعانت کے پیش کررہے تھے وہ دعوائے توحید برعالم بالا ہواپس عالمِ بالا میں آپ کی توحید کی بہت کچھ قدر ومنزلت ہوگی۔اگرآپ اسباب کو غیر خدا جانتے ہوتو ہم کہیں گے کہ اس وقت میں آپ بھی جواز استعانت از غیر خدا کے قائل ہوئے جس کے ہم قائل ہیں اوراب آپ ہمارے ساتھ متفق ہوگئے اورقولِ اول سے آپ نے جوحصر استعانت باری تعالیٰ تھارجوع کیا۔اب ہم آپ سے

پوچھتے ہیں کہ آپ باوجود قائل ہونے جواز استعانت از غیر حق تعالیٰ کے جو استعانت باسباب ہے کیا وجہ ہے کہ استعانت از ارواح طیبہ کے قائل نہیں بیان فرماویں کیا ارواح مقربانِ الٰہی کی دعا خدا کی بارگاہ میں مقبول نہیں اگر دعا اور شفاعت اُن کی بارگاہ الٰہی میں مقبول اور مستجاب ہے تو یہ کہنا کیوں درست نہیں کہ دعا اور شفاعت ارواح طیبہ کی سبب انجاح مرام ہے پس باوجود آپ کے قائل ہونے اس بات کے کہ استعانت از سبب مسبب الاسباب جائز ہے استعانت اس سبب خاص میں کیوں آپ کو گفتگو ہے اور آپ یہ جو کہتے ہو کہ نزاع ہماری استعانت اموات سے اُن امور میں ہے جو اُن کے اختیار میں ہونا ثابت نہیں ہے ہم یہ کہیں گے کہ استعانت ہماری دعا اور شفاعت ارواح طیبہ سے ہے جو یہ بھی استعانت از سبب مسبب الاسباب ہے۔ ہمارے انجاح مرام کے لئے پس یہ دعا اور شفاعت بے شک امر اختیاری ارواح طیبہ کا ہے نہ غیر اختیاری ماحصل جواب صاحب الوسیلۃ الجلیلہ کا بخدمت صاحب صواعق الٰہیہ کے یہ ہے کہ حدیث **اذا استعنت فاستعن باللہ** عام ہے جس سے ہر طریق استعانت بغیر اللہ ممنوع سمجھی جاتی ہے خواہ استعانت باسباب ظاہری عادی ہو خواہ استعانت باسباب شرعی ہو یعنی استدعاء دعا وغیرہ ہو کیونکہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ مذکور نہیں ہے جس سے استعانت باسباب ظاہری عادی یا استعانت باسباب شرعی کا استثناء یا تخصیص سمجھی جا سکے جبکہ آپ کہتے ہو کہ اس حدیث سے استعانت باسباب ظاہری طبعی مستثنیٰ ہے اور استعانت باسباب ظاہری عادی طبعی کو یہ حدیث مانع نہیں ہے تو ہم اولاً اُس میں یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اُس صورت میں اُس قسم کے نصوص سے ہوگئی جس کو اصطلاح اصول میں عام مخصوص منہ البعض کہتے ہیں اور نصوص عام مخصوص منہ البعض اگرچہ قطعی مثل آیاتِ قرآنی کے بھی ہوں تو وہ ظنی ہیں اُن کا مرتبہ نصوص قطعیہ سے کم ہے جیسا کہ آیۃ **فلیوفوا نذورھم عام مخصوص منہ البعض** ہونے کی وجہ سے ظنی ہوگئی جس کا علم اصولِ فقہ میں تشریحاً اور تفصیلاً بیان ہے۔ ثانیاً ہم کہیں گے کہ جب آپ نے اس حدیث کے حکم سے استعانت باسباب ظاہری طبعی کو خاص کر لیا اور کہا کہ استعانت باسباب ظاہری طبعی جائز ہے پس دعا چاہنا صالحین سے جو یہ

استعانت باسباب شرعی ہے اُس کو یہ حدیث کیوں مانع ہے۔ دعا چاہنا تو سنت صحابہ اور سلف صالح ہے وہ ہمارے انجاح مرام کے لئے سبب ہے ہم اولیاء اللہ کے اسماء سے جو اُن کو غائباً ندا کرتے ہیں تو اُن سے بہ دعا و شفاعت مدد چاہتے ہیں کشفِ غیب اولیاء اللہ کو ہونا یہ مسئلہ مسلمہ اہل سنت و جماعت ہے اور صالحین کی دعا خدا کے پاس قبول ہونا یہ بھی احادیث میں وارد ہے جبکہ حدیث اذا استعنت الخ اختیار اسباب ظاہری کو مانع نہ ہووے تو دعا صالحین سے چاہنا جو عمدہ ذریعہ ہمارے انجاح مرام کا ہے اُس کو حدیث اذا ستعنت کیوں مانع ہوئی۔ یہ تقریر تفسیر میں قول صاحب وسیلہ کے جو انھوں نے جواب میں صاحب صواعق الٰہیہ کے کہا ہے کی گئی بطور حجت الزامی کے تھی جو مانعین ندا پر قائم کی گئی لیکن تحقیق مقام اور تقریب مرام یہ ہے کہ جو لوگ ندا کو بلا قید اور تخصیص کسی صورت کے منع کرتے ہیں اور عدم جواز ندا کا حکم مطلقاً اور عموماً دیتے ہیں اُن کے وجوہ استدلال میں کئی غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ پہلی غلطی یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجوزین نداء اولیاء اللہ کو مثل خدا کے سب جگہ ہر وقت حاضر ناظر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے خدا کی ذات بے مثل و بے نظیر ہے لیس کمثله شیئی خود اُس کا ارشاد ہے سب مجوزین ندا کا یہ اعتقاد نہیں ہے نہ اولیاء اللہ ایسے عقیدہ سے خوش ہیں نہ جس کو تھوڑا بھی عقائد اسلامیہ میں تمیز ہوگا ایسا عقیدہ رکھے گا بلکہ مجوزین ندا کا یہ عقیدہ ہے کہ بروقت ندا خدا کی جانب سے کشفاً یا الہاماً اولیاء اللہ کو اطلاع ہوتی ہے۔ اولیاء اللہ ندا کرنے والوں کی جانب بہ دعاء شفاعت متوجہ ہوتے ہیں۔ پس یہ عقیدہ اُن کا مجرد خیال نہیں ہے بلکہ تصریحات علماء کی جو مؤید تجربات کثیرۂ اہل مقاصد ہیں اُس کے دلائل ہیں۔ اگر مانعین ندا کے خیال میں یہ بات بس گئی ہے کہ مجوزینِ ندا ایسا عقیدہ رکھتے ہیں جو اُن کے خیال میں آ گیا ہے تو صورت جواز اور عدم جواز کو بہ تفصیل بتا دینا چاہئے تھا کہ اگر بخیال کشف غیب اور الہام کے جو خدا کی جانب سے اولیاء اللہ کو ہوتا ہے ندا کی جائے تو جائز ہے ورنہ ندا ناجائز ہے۔ بلا تفصیل حکم عدم جواز طریقہ علماء کے خلاف ہے مثال مانعین ندا کی جو حکم عدم جواز ندا کا عموماً بلا تفصیل دیتے ہیں ایسی ہے کہ جیسا کسی شخص کو کسی عالم نے دیکھا کہ وہ سر کھلا نماز پڑھ رہا ہے وہ عالم بمجرد اُس کے بلا غور

وتامل اور بلا استفسار نیت اور حال مصلی کے جھٹ پٹ فتویٰ دے کہ یہ نماز تمہاری جو ترک سنت عمامہ ہے مکروہ ہوگئی وہ عالم فقہی نے نہ دریافت کیا کہ آیا مصلی عالم ہے یا جاہل عامی ہے نہ مصلی کی نیت معلوم کی کہ اس حالت سے نماز ادا کرنے میں مصلی کی نیت کیا ہے آیا وہ مصلی سُستی سے سر برہنہ نماز ادا کر رہا ہے یا کوئی اور نیت سے اُس مفتی کو ضرور تھا کہ پہلے مصلی کا حال دریافت کرتا کہ وہ عالم ہے یا جاہل عامی ہے اگر وہ مصلی عالم ہے تو جھٹ پھٹ کوئی بات ایسی جو اُس کی شان کے خلاف ہو کہہ دینا بالکل نامناسب ہے اگر وہ مصلی جاہل عامی ہے تو بلا غور کچھ کہہ دینا بھی مناسب نہیں بلکہ اُس مصلی سے اُس کی نیت دریافت کرنی ضرور ہے کیونکہ نماز میں عمامہ رکھنا ہر کوئی عالم و جاہل جانتا ہے پس بعد دریافت نیت اگر وہ مصلی کہہ دے کہ میں سستی سے عمامہ سر پر نہیں رکھا اُس وقت فتویٰ دینا چاہئے کہ یہ نماز مکروہ ہوئی اگر وہ مصلی بیان کردے کہ میں براہ عجز وانکسار عمامہ سر پر نہیں رکھا تو وہ نماز بغیر کراہت ادا ہوگئی اگرچہ وہ مصلی عامی کیوں نہ ہو اس پر بھی اگر اُس عالم کو خیر خواہی مصلی کی مرکوز ہو تو احتیاطاً کہہ دینا چاہئے کہ اے برادر اگر تم سستی سے مکشوف الراس نماز ادا کروگے تو تمہاری نماز مکروہ ہوگی ایسا ہی حال مانعین ندا کا ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ لوگ اولیاء اللہ کو غائبانہ بلفظ یا ندا کرتے ہیں نحو کا مسئلہ اُن کو تو بہت یاد ہے کہ لفظ یا واسطے نداء حاضر کے ہے اور عقائد ضروریہ کا بھی یہ مسئلہ اُن کو بخوبی حفظ ہے کہ سب جگہ حاضر و ناظر سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے پس نظر بظاہر لفظ یا جو واسطے نداء حاضر کے ہے بلا تفصیل حکم لگا دیا کہ یہ ناجائز ہے بلکہ شرک ہے اُن کو یہ کچھ بھی خیال نہ ہوا کہ مجوزین نداء نہ فقط عامی اور جاہل ہیں بلکہ صحابہ کرام اور اکابر سلف بھی ہیں پس مانعین ندا کو اس محل پر دو امر کا لحاظ ضرور تھا ایک تو یہ کہ حکم عدم جواز میں ایک قید ایسی لگا دیتے کہ خاص لوگ جو ندا کے مجوز ہیں وہ بالکل اس سے علیحدہ ہو جاتے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ عالم لوگ جو بہ نیت صالحہ ندا کرتے ہیں اُن کی نیت عدم جواز کی حد تک نہیں پہنچتی ہے یعنی وہ بدیں نیت ندا کرتے ہیں کہ ہماری ندا کی اطلاع خدا کی جانب سے کشفاً والہاماً اولیاء اللہ کو ہوتی ہے پس ایسی نیت سے ندا کرنے والے عامی کو بھی حکم عدم جواز سے علیحدہ کرنا ضرور تھا۔ دوسری غلطی مانعین

ندا کی یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مجوزین ندا مقربانِ الٰہی کے علم غیب کے قائل ہیں جو علم غیب خاص صفت الٰہی ہے یہ بھی غلط ہے۔ علمِ غیب جو خاص صفت الٰہی ہے وہ علم غیب بالاستقلال یعنی بلا ذریعہ اسباب ہے اور علم بجمیع مغیبات ہے اگر باطلاع الٰہی انبیاء علیہم السلام کو وحیاً اور اولیاء اللہ کو کشفاً والہاماً جزئیات مغیبات پر اطلاع ہو تو وہ علم غیب نہیں ہے جو خاص صفت الٰہی ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اشیاء غائب اور احوال غائب پر آدمی کو بذریعۂ اخبار جو اطلاع ہوتی ہے وہ کیا علم غیب ہے جو خاص صفت الٰہی ہے ایسا ہی خواص بندگان الٰہی کو باطلاع الٰہی بعض مغیبات پر اطلاع ہو جائے تو وہ کیوں علم غیب ہوا جو خاص صفت الٰہی ہے۔ تیسری غلطی مانعین ندا کی یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجوزین ندا خدا کے خاص قدرتی کام مثل عطاء اولاد وغیرہ کو باستقلال بندوں سے چاہتے ہیں یہ بھی غلط ہے مجوزین ندا جانتے ہیں کہ اولاد دینا اور اُس کے مانند خدا کے ہی خاص قدرتی کام ہیں پس وہ لوگ خدا کے قدرتی کام خدا ہی سے چاہتے ہیں اور بندوں کے کام جو دعا اور شفاعت ہے خاص بندوں سے چاہتے ہیں۔ اگر مانعین کے خیال میں کوئی ایسے لوگ ہوں تو وہ لوگ بوجہ فساد عقیدت کے خاص منع کے قابل ہیں اس صورت میں حکم عدم جواز میں تفصیل اور تخصیص ضروری ہے جبکہ مجوزین ندا خاص لوگ اکابر علماء سے ہیں تو مقتضائے احتیاط مانعین ندا کو یہ تھا کہ صورت مسئلہ کے جواب میں وہ طریقہ اختیار کرتے جو فقہا نے صوم یوم شک میں اختیار فرمایا ہے اور خواص کو عوام سے علیحدہ کر دیا اور فرمادیا کہ خواص لوگ جن کو نیت میں سلیقہ و تمیز ہے اُن کو روزہ یوم شک کا جائز ہے اور عوام کو ناجائز جیسا کہ **صاحب الوسیلة الجلیلہ** نے ردالمحتار شرح درمختار سے نقل کیا ہے اور باب یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاء اللہ کہنے کے کہ اگر اس جملہ کے صحیح معنی لئے جائیں یعنی مراد اس جملہ سے طلب شفاعت اور دعا حضرت کی درباب انجاح مرام اپنے لی جائے تو درست اور جائز ہے۔ چوتھی غلطی مانعین ندا کی یہ ہے کہ حدیث **اذا سئلت فاسئل اللہ و اذا استعنت فاستعن باللہ** سے جو حکم منع سوال اور استعانت بغیر اللہ سمجھا جاتا ہے اُس کو مانعین ندا ہر خاص و عام پر فرض عین سمجھتے ہیں یہ بھی غلط ہے تشریح اُس کی یہ ہے کہ بعض اوامر شرعیہ کا اتباع ہر خاص و عام پر فرض عین ہے اور

تارک اُس کا مستحق عقاب اور مرتکب مناہی شرعیہ کا سمجھا جاتا ہے۔ اُس کی دو قسمیں ہیں بعض اعمال جوارح ہیں مثل صلوٰۃ وزکوٰۃ جو امر اقیموا الصلوٰۃ واٰتو الزکوٰۃ سے مستنبط ہے بعض اعمال قلوب سے ہیں مثل توحید اور تصدیق رسالت کے جو قولوا لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ سے مستنبط ہے پس اتباع ان اوامر شرعیہ کا ہر مومن پر فرض ہے خواہ خاص ہو یا عام بعض اوامر شرعیہ ایسے ہیں جن کی تربیت بعد استقامت فرائض عین کے ہے پس اتباع اُن کا باعث ترقی مدارج مومنین کا ہے اگر نہ کرو تو نہ کرنے والوں پر اطلاق مرتکب محارم اور منہیات شرعیہ کا نہیں کیا جا سکتا وہ اوامر شرعیہ مبنی بزہد و ترک و تجرید و تقویٰ ہیں۔ اُس کی بھی دو قسمیں ہیں بعض اُن سے متعلق بہ اعمال جوارح ہیں جیسا کہ خدا نے فرمایا یا ایھا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا و سبحوہ بکرۃ و اصیلا ترجمہ: اے ایمان والو خدا کا بہت ذکر کرو اور اُس کی تسبیح صبح و شام کرو۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ فاذکروا اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبکم یعنی یاد کرو تم اللہ کو کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ لایزال لسانک رطبا عن ذکر اللہ یعنی ہمیشہ تیری زبان خدا کے ذکر سے تر رہے۔ اور بھی حدیث میں آیا ہے اکثرو اذکر ھادم اللذات الموت بہت کرو تم ذکر ڈھانے والے لذتوں کے جو موت ہے بعض اُن اوامر شرعیہ سے متعلق بقلب ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں خدا نے فرمایا ہے و فی انفسکم افلا تبصرون اور اپنی ذاتوں میں شان الٰہی کو کیوں نہیں دیکھتے۔ حدیث میں وارد ہے کن فی الدنیا کانک غریب او کعابر سبیل و عد نفسک من اصحاب القبور یعنی دنیا میں ایسا رہ گویا کہ تو مسافر ہے اور راہرو اور اپنے نفس اصحاب قبور سے شمار کر یعنی دنیا سے اپنے دل کو بے تعلق کر دے۔ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے و علی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین تقدیم جار مجرور پر مفید حصر ہے یعنی خدا ہی پر بھروسہ کرو غیر خدا پر بھروسہ نہ کرو اگر تم مومن ہو۔ پس یہ سب اوامر شرعیہ جن کا اوپر ذکر ہوا اگرچہ بصیغۂ امر مذکور ہیں مگر مامورین اُن کے وہ خاص لوگ ہیں کہ جنھوں نے مقام ترک و تجرید میں بعد استقامت فرائض عین کے قدم رکھا ہے نہ کہ ہر خاص و عام پر ترک و

تجرید واجب ہے جو نہ کرے گا وہ مستحق عقاب اور مرتکب منہیات شرعیہ نہ ہوگا اور نہ یہ اوامر شرعیہ عام فتوے دینے کے قابل ہیں اور نہ ان اوامر کے ترک پر مواخذہ شرعیہ ہے۔ ایک صاحب کو خیال ہوا کہ خدا نے بصیغۂ امر اپنے ہی پر بھروسہ کرنے کے لئے کئی جائے قرآن میں حکم فرمایا ہے پس خلاف امر الٰہی کرنا گناہ ہے بسا اوقات ہم لوگ اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں اور خدا سے غافل رہتے ہیں انھوں نے بمجرد اس خیال کے جھٹ پٹ کوئی کتاب میں اپنی نہیں لکھا کہ کوئی فتویٰ جلدی سے مرتب نہیں کیا (کہ خدا کا حکم اپنے ہی بھروسہ کا ہے غیر خدا پر بھروسہ کرنا ناجائز ہے) اور نہ اپنے چند ہم خیالوں کی مہریں وثوق کے واسطے جلدی سے فتوی پر ثبت کرالیں بلکہ ایک شیخ وقت جو جامع بین الحقیقت والشرعیہ شیخ ابن حجر ہیثمی ہیں اُن سے اس باب میں بفحوائے **فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون** پوچھا کہ ترک توکل گناہ کبیرہ ہے یا نہیں شیخ ابن حجر نے پہلے معنی توکل کے بیان فرمائے جو علمائے عارفین نے فرمایا ہے۔ بعد اُس کے ارشاد فرمایا کہ یہ بات بتمام وکمال اُس کو حاصل ہے جو دائم الشہود اور دائم الاستحضار ہو خدا جانتا ہے دیکھتا ہے اُس حالت کو کہ بندہ جس حالت میں ہے پس خصوصیات کمالات خاصانِ الٰہی کو ترک کرنا گناہ نہیں چہ جائے کہ حرام و کبیرہ ہو ایسا ہی طول امل کا بھی حال ہے کہ اگر خلاف شرع ہو تو ناجائز اور موافق شرع جائز ہے جس کی تفصیل فتاوی حدیثیہ میں مذکور ہے اختصاراً حذف کیا گیا جب آپ نے جان لیا کہ قرآن وحدیث میں تربیت مقام ترک وتجرید زہد وورع کے بصیغہ امر واقع ہے جو وہ فضیلت ہے نہ فرض عین تو اب جان لیجئے کہ حدیث **اذ اسئلت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله** بھی از یں قبیل ہے یعنے اس حدیث میں جو سوال اور استعانت بغیر اللہ منع ہے خاص اُن لوگوں کو ہے جو بعد استقامت فرائض عین کے مقام ترک وتجرید وتفرید میں قدم رکھے ہیں مثل ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بعد غور خود سیاق یعنی ماقبل حدیث سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے مشکوٰۃ میں اس حدیث کو ملاحظہ فرمالیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا ہے **یا غلام احفظ الله یحفظک احفظ الله تجده تجاهک واذا سئلت فاسئل الله**

و اذ استعنت فاستعن باللہ اے لڑکے تو خدا کے ذکر کو یا مشاہدہ کو نگاہ رکھ خدا غفلت سے تجھ پر نگاہ رکھے گا خدا کے مشاہدہ پر نگاہ رکھ تو خدا کو اپنے روبرو پائے گا اور جس وقت سوال کرے خدا ہی سے سوال کر جس وقت مدد چاہے خدا ہی سے مدد چاہ اب یہاں خیال کیا جائے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہلے تو محافظت مشاہدہ یا ذکر الٰہی کی تلقین ہوئی اور اُس کے دو درجے بیان ہوئے۔ ایک ابتدائی دوسرا انتہائی۔ مرتبۂ ابتدائی یہ کہ جب تو محافظت ذکر یا مشاہدہ الٰہی کا کرے گا تو تجھ کو بھی خدا غفلت سے نگاہ رکھے گا۔ دوسرا مرتبہ انتہائی یہ کہ جب تو محافظت ذکر الٰہی کرے گا تو خدا کو اپنے روبرو پائے گا۔ یعنی تجھ کو ایسی محویت اور غیبوبیت شہود الٰہی میں حاصل ہوگی کہ گویا خدا تیرے روبرو ہے پس تو سوائے خدا کے غیر سے سوال نہ کر اور غیر حق سے مدد نہ چاہے کیونکہ جب شہود حق میں مستغرق ہوا تو خدا کی غیر سے سوال اور غیر خدا سے مدد کیوں چاہی جائے پس اب آپ کے ذہن میں بخوبی آ گیا ہوگا کہ یہ حدیث مقام ترک و تجرید کی تربیت میں خاص لوگوں کے لئے ہے نہ یہ کہ عام فتوے کے قابل ہے۔ مجھے بہت حیرت ہے کہ جو لوگ اس حدیث سے فتویٰ عام سوال اور استعانت غیر حق سے عدم جواز کا دیتے ہیں تو ماقبل حدیث جو محافظت ذکر الٰہی کا حکم بصیغۂ امر ہے اُس پر بھی کیوں نہیں عام فتویٰ دیتے اور کیوں نہیں کہتے کہ محافظت اور مشاہدہ ذکر الٰہی کا ایسا کرو کہ خدا کو اپنے روبرو دیکھو جو ایسا نہ کرے گا وہ ناجائز امر میں مبتلا ہوگا۔ اب میں ایک اور حدیث مانعین ندا کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو وہ مثل حدیث **اذا سئلت فسئل باللہ و اذا ستعنت فاستعن باللہ** کے جملہ شرطیہ پر مشتمل ہے جس کی جزا میں امر واقع ہے۔ مشکوٰۃ میں امام احمد ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا **اذا قمت فی صلوتک فصل صلوٰۃ مودع** یعنی جس وقت کہ تو اپنی نماز کی ادائی کے لئے کھڑے ہو تو ایسا سمجھ لے کہ میں اب دنیا کو چھوڑتا اور رخصت کرتا ہوں۔ پس اس حدیث میں بھی مثل حدیث **اذا سئلت فاسئل اللہ الخ** کے بروقت ادائی نماز ترک دنیا کا خیال رکھنے کا حکم ہے پس جس سے اس خیال کے ساتھ نماز ادا نہ ہو سکے تو کیا وہ ناجائز امر کا مرتکب ہوا یا اُس کا فرض ادا نہیں

ہوایا اُس کی نماز باطل ہوگئی یا یہ امر جو ترک وتجرید کا حدیث میں بصیغۂ امر ارشاد ہوا کہ عام فتویٰ دینے کے قابل ہے۔ انبیاء علیہم السلام اطباء روحانی ہیں ہر شخص کو علاج امراض قلب وروح کا اُس کے حسب حال فرمائے ہیں۔ جس کو دیکھتے ہیں کہ اُس کو فرائض میں ابھی استقامت حاصل نہیں ہے اُس کو فرائض عین کی تربیت فرماتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ جو لوگ تازہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اُن کو فرائض خمسہ کی تربیت فرماتے جو ہر مومن پر فرض عین ہے جن کو فرائض عین میں استقامت ہوتی اُن کو تصفیہ اور تزکیہ قلب اور ترک وتجرید کی تربیت فرماتے۔ پانچویں غلطی مانعین ندا کی یہ ہے کہ وہ لوگ حدیث **اذا سئلت فاسئل اللہ الخ** کے معنی نہ سمجھ کر اُس کو بے محل ندا کے لئے محبت قائم کرتے ہیں۔ بیان اُس کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس حدیث میں مقام توکل کی تربیت کی۔ جیسا کہ اوپر کے بیان میں ماقبل اس حدیث کے گذرا کہ جب محافظت ذکر الٰہی کی انتہائی یہ حالت حاصل ہوئی کہ شہود حق حاصل ہوا پھر سوال غیر حق سے اور استعانت غیر کی کیا ضرورت رہی سوال اور استعانت غیر حق سے اُن کے مرتبہ کا تنزل ہے ایسے لوگوں کو چاہئے کہ سب کام اپنے خدا پر رکھ دیں اور خدا پر توکل کریں اپنے سب کام اُسی کے تفویض کریں نہ کسی سے اپنی حاجت کا سوال کریں نہ کسی سے اپنے کاموں میں مدد چاہیں۔ جیسا کہ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں بروایت سہل بن عبداللہ معنی توکل کے بیان فرمائے ہیں کہ علامت متوکل کی تین ہیں ایک یہ کہ نہ سوال کرے یعنی کسی مخلوق سے اور نہ روکا جائے یعنی کسی مخلوق کی طرف اُس کا تعلق نہ رہے اور نہ کسی مخلوق کے دروازہ سے رد نہ کیا جائے یعنی سوال نہ کرے کسی مخلوق سے تا کہ وہ اپنے دروازہ سے رد نہ کرے۔ پس مراد کسی مخلوق سے سوال نہ کرنے سے یہ ہے کہ لوگ جو آدمیوں سے اُن کاموں کا سوال کرتے ہیں جس کا اُن کی قدرت اور اختیار میں ہے ویسے کاموں کو بھی آدمیوں سے طلب نہ کرے بلکہ خدا سے ہی چاہے نہ یہ کہ خدا سے دعا کرنے میں بندگانِ خاص خدا کو اپنا وسیلہ نہ کرے جیسا کہ مانعین ندا کہتے ہیں کہ اپنے مطالب کا سوال آدمیوں سے جو خدا کی عام مخلوق ہیں کرنا ناجائز ہے۔ اس محل پر مجمل

حدیث اذا سئلت فاسئل اللہ کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں مگر خاصانِ الٰہی سے دعا چاہنے کو اسی حدیث سے منع کرتے ہیں۔ یہ توجیہ مالا یرضیٰ بہ القائل ہے خدااور رسولؐ اس توجیہ سے کبھی راضی نہیں بلکہ منع سوال از مخلوق جو اس حدیث سے مستنبط ہے مراد شارع کی اس سے وہ سوال ہے جو لوگ فی مابین ایک دوسرے سے اُن کے اختیاری کاموں کا سوال کیا کرتے ہیں کہ یہ امر منافی مقام توکل ہے۔ لیجے دوسرے احادیث اسباب میں روایت کرتا ہوں جس سے مقصود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واضح ہوتا ہے مشکوٰۃ میں بروایت امام احمد رضی اللہ عنہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ابوذر فرماتے ہیں امر فی خلیلی ان لا اسال احدا شیـئًـا حکم فرمایا مجھ کو میرے دوست نے کہ میں کسی سے کوئی چیز نہ چاہوں۔ پس اس حدیث سے متبادر یہی ہے کہ جو عادت سوال کی فی مابین آدمیوں کے جاری ہے اس کو ترک کریں اور کسی سے کچھ نہ چاہیں نہ یہ کہ آدمیوں سے سب کچھ چاہیں مگر دعا اور شفاعت نہ چاہیں چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہی حال تھا کہ اُنھوں نے گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کی تھی۔ آدمیوں سے میل جول نہیں رکھتے تھے۔ دوسری حدیث عرض کرتا ہوں جس میں مقصود کی تصریح کسی قدر زیادہ ہے۔ مشکوٰۃ میں ابوداؤد اور نسائی سے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم من تکفل لی ان لا یسال الناس شیئًا فاتکفل لہ بالجنۃ فقال ثوبان انا فکان ثوبان لا یسئل احدا شیئًا ترجمہ: کہا ثوبان نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ ذمہ دار ہو اس بات کا کہ آدمیوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرے پس میں اُس کے لئے جنت کا ذمہ دار ہوں گا پس ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں پھر ثوبان کسی چیز کا سوال کسی سے نہ کرتے لیجئے اس حدیث میں حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عمل صحابی کا کسی سے کوئی چیز سوال نہ کرنے پر مذکور ہے۔ کیا اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ ہر شخص سے خواہ کسی ملت اور قوم کا ہو ضروریات میں اپنے سوال کرنا جائز ہے مگر صالحین سے دعا چاہنا منع ہے اس سے زیادہ اور تصریح مقصود ہو تو اور ایک حدیث عرض کرتا ہوں مشکوٰۃ میں بروایت امام احمد مروی ہے کہ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال دعانی رسول اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم

وھو یشترط علي ان لاتسال الناس شیئًا قلت نعم قال ولا سوطک ان یسقط منک حتی تنزل الیه فتاخذہُ ۔ترجمہ: روایت ہے ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا اُنھوں نے کہا کہ بلایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالانکہ حضرت مجھ سے شرط فرماتے تھے کہ تم آدمیوں سے کسی قسم کا سوال مت کرو میں نے کہا ہاں فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور نہ کوڑا تیرا یعنی جو گھوڑے سے گرے یہاں تک کہ تو اُترے اور لیوے پس خیال کرنا چاہئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوڑا گرا ہوا لوگوں سے سوال کرنا جو منع فرمایا تو کیا یہ معمولی کاموں کا سوال ہے جو لوگ ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہیں اور مدد چاہا کرتے ہیں یا آنکہ خدا کے خاص قدرتی کاموں سے ہے کہ حضرت نے اس کو آدمیوں سے چاہنا منع فرمایا ہے۔ایک حدیث سے دوسری حدیث کی تفسیر ہوجاتی ہے۔اب آپ کو بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا کہ حدیث اذا سئلت فاسئل اللہ امر بترک وتجرید ہے نہ یہ منع دعا از صالحین ہے دیکھو جن صحابہ نے کہ قدم مقام ترک وتجرید میں رکھا ہے اُن میں سے اصحاب صفہ ہیں باوجود فاقہ کشی کے وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرتے تھے جن کی شان میں آیت قرآنی نازل ہے اور اُن کے سوال نہ کرنے کا بیان قرآن میں مذکور ہے آیت مذکورہ کو مع تفسیر جلالین نقل کرتا ہوں للفقراء خبر مبتدأ محذوف ای الصدقات احصر وافی سبیل اللہ ای جسوا انفسھم علیٰ جھاد لزلت فی اھل الصفة وھم اربعمائة من المھاجرین ارصد والتعلیم القرآن والخروج مع السرایا لا یستطیعون ضربا سفرا فی الارض اللتجارة والمعاش لشغلھم عنه بالجھاد یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف ای لتعففھم عن السؤال وترکه تعرفھم یا مخاطباً بسیماھم علامتھم من التواضع واثر الجھد لایسئلون الناس الحافا شیئًا فیلحفون الحافا ای لاسوال لھم اصلا فلایقع عنھم الحاف وھو الا لحاح خلاصہ ترجمۂ آیت مع تفسیر یہ ہے کہ صدقات کے مستحق وہ فقراء ہیں کہ وہ لوگ خدا کی راہ میں روکے گئے ہیں۔یہ آیت اصحاب صفہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔وہ چارسو ہیں مہاجرین سے کہ جنھوں

نے اپنے نفسوں کو واسطے جہاد اور تعلیم قرآن کے روکا تھا لیکن نہیں طاقت رکھتے ہیں وہ زمین پر سفر کرنے کی واسطے تجارت اور فکر معاش کے بسبب مشغول ہونے اُن کے جہاد میں جو اُن کے حال سے ناواقف ہے اُن لوگوں کو غنی سمجھتا ہے بہ باعث اُن کے سوال نہ کرنے کے اے لوگو تم اُن کے علامات سے اُن کا حال معلوم کر سکتے ہو کہ اُن سے اثر مشقت اور محنت کا کس قدر ظاہر ہے وہ لوگ کسی سے کوئی چیز مانگتے نہیں ہیں تو الحاح کی نوبت کہاں آوے۔ انتہیٰ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حال کتب احادیث میں منقول ہے جب خدا نے اسلام کو شوکت دی اور غنائم آنے لگے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک روز وضو کر رہے تھے بعد وضو کے اپنا ہاتھ ریشمی رومال سے پوچھا اور بہت روئے اور فرمایا کہ کیا حال ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کہ ایک وقت اُس کے لئے وہ تھا کہ متواتر فاقوں سے اُس کو غش آتا اور بے ہوش ہو کر گر جاتا لوگ جو اُس کے حال سے ناواقف ہوتے کہتے کہ اُس کو جنون ہوا ہے۔ اب حال یہ ہے کہ وہ ریشمی رومال سے منہ پاک کرتا ہے مجھ کو خوف ہے کہ میرے اعمال کا بدلہ خدا مجھ کو دنیا میں ہی نہ دے دے۔ پس سوال اپنے حوائج کا آدمیوں سے اگرچہ عام لوگوں کے لئے جائز ہے مگر اُن کو جائز نہیں جو کہ مقام توکل اور ترک وتجرید میں قدم رکھے ہیں جیسا کہ اور بعض اُمور عام لوگوں کے لئے جائز ہیں مگر مقام توکل اور ترک وتفرید کے لئے ناجائز بلکہ اُن کے حق میں اُن امور کے کرنے میں وعید وارد ہے۔ جیسا اہل صفہ جو اہل مقام تجرید وتوکل ہیں اُن کو ایک دینار یا دو دینار بھی ترکہ چھوڑنا ناجائز ہے جو عام لوگوں کو لاکھوں روپیہ بعد ادائی زکوٰۃ کے میراث چھوڑنا جائز ہے۔ چنانچہ امام احمد بیہقی نے اس حدیث کو شعب ایمان میں روایت کی ہے جو مشکوٰۃ میں ہے **عن ابی امامة ان رجلا من اهل الصفه توفی و ترک دینار افقال رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم کیة قال ثم توفی آخر و ترک دینارین فقال رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم کیّتان** ۔ ترجمہ: روایت ہے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص اصحاب صفّہ سے وفات پائی اور ایک دینار چھوڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک داغ یعنی اُن پر اُس کا ایک داغ دیا جائے گا پھر دوسرے مرد نے وفات پائی اور دو دینار چھوڑے۔ حضرت نے

فرمایا کہ دوداغ لمعات میں شرح میں اس حدیث کے تحریر ہے **قولہ من اهل الصفة فی النهاية اهل الصفة فقراء المهاجرين ومن لم يكن لهم منزل يسكنه فكانوا ياوون الى موضع مظل فی مسجد المدينة ومن الكرمانی هو بضم الصاد و تشديد الفاء وهم زهاد من الصحابة فقراء غرباء و كانوا سبعين و يقلون حينا ويكثرون وقوله كية تغليظ و تشديد وهو فی الحقيقة عقاب على الدعوى الكاذبة بالفقرا اشار اليه بقوله رجل من اصحاب الصفه** ۔ترجمہ: قول راوی حدیث کا جو سن اہل الصفہ ہے نہایت میں اہل صفہ فقراء مہاجرین ہیں اور وہ لوگ جن کو رہنے کا کوئی مقام نہیں تھا پس مسجد نبوی کی ایک سایہ دار جائے میں رہتے۔ کرمانی سے روایت ہے کہ صفہ بضم صاد اور تشدید فا کے زاہدین صحابہ فقرا غرباء ہیں اور وہ لوگ ستر تھے کبھی کم ہوتے کبھی زیادہ اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ایک داغ یا دو داغ ہے سختی اور شدت ہے اور وہ درحقیقت عذاب ہے جھوٹے دعوے فقر پر یعنے جب مقام ترک و تجرید میں قدم رکھا جائے تو ایک دینار یا دو دینار میراث چھوڑنا خلاف مقام ترک و تجرید ہے۔ یہ حکم ہر شخص کے لئے عام نہیں۔ اشارہ کیا اس مضمون کی طرف راوی نے اپنے قول کے ساتھ جو **رجل من اصحاب الصفه** ہے یعنی اصحاب صفہ کے لئے خاص یہ اشارہ ہے انتہی۔ انبیاء علیہم السلام جو طبیبان امراض قلوب وارواح ہیں موافق احوال مریضوں کے علاج فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن لوگوں کو جن کو ابھی استقامت فرائض عین میں حاصل نہ تھی اُن کو محض فرائض عین کی تربیت و تعلیم فرمائی اور جن کو فرائض عین میں استقامت ہوگئی تھی وہ اہلیت ترقی مقام ترک و تجرید کے پائے گئے۔ حضرت نے اُن کو مقام تجرید کی تربیت فرماتے۔ حضرت کے قائم مقام اور وارث علوم جو علماء باللہ ہیں اُن کا بھی ایسا ہی حال ہے کہ حسب حال لوگوں کے تربیت فرمائی۔ دیکھو امام قشیری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب ایک مسئلہ کا جو ایک سائلہ کو دیا ہے اُس سے بخوبی واضح ہوگا وہ یہ ہے **قيل لجاءت اخت بشر الحافی الى احمد بن حنبل رضی الله عنه وقالت انا نغزل على وسط**

سطوحنا فتمر بنا مشاعل الظاهرية ويقع الشعاع علينا افيجوز الغزل فی شعاعها فقال احمد من انت عافاک اللہ تعالیٰ فقالت اخت بشر الحافی فبکی احمد ابن حنبل وقال من بیتکم تخرج الورع الصادق لا تغزلی فی شعاعها ۔ترجمہ: روایت ہے کہ ہمشیرہ بشر حافی احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی اور کہی کہ ہم اپنے چھتوں کی وسط پر دھاگا کاتتے ہیں اور ہم پر سلاطین ظاہریہ کے مشعلیں گزرتے ہیں اور ہم پر اُن مشعلوں کی روشنی پڑتی ہے کیا ہم کو اُن کی روشنی میں کاتنا جائز ہے۔پس امام احمد نے کہا کہ تم کون ہو حق تعالیٰ تم کو عافیت دے سائلہ نے کہا کہ میں ہمشیرہ بشر حافی کی ہوں پس امام احمد روئے اور کہا کہ تمہارے گھر سے ورع صادق نکلتا ہے تم اُن مشعلوں کی روشنی میں مت کاتو۔ دیکھئے امام احمد مجتہد وقت ہیں راستہ کی روشنی میں کاتنا شرعاً بلاشک جائز ہے۔اگر کوئی عامی پوچھتا تو آپ بیشک جواز کا حکم فرماتے۔اس لیے آپ نے جو آپ کے پہلے پوچھا کہ تم کون ہو جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ سائلہ خاندان اہل ورع سے ہے اُس وقت آپ نے عدم جواز کا حکم فرمایا۔ایسا ہی شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلیفہ خاص شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مقام تفرید اور توکل کی تربیت فرمائی اور مخلوق سے سوال کو منع فرمایا اور اس پر بہت کچھ وجوہات قائم فرمائے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ نے شرح فتوح الغیب میں تشریح حدیث **اذا سئلت فاسئل اللہ الخ** کی لکھی ہے پس مراد شیخ علی متقی علیہ الرحمۃ کی یہ ہے کہ کسی مخلوق سے معمولی چیزوں کا سوال نہ کریں جو عادتاً لوگ ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہیں نہ یہ کہ صالحین سے بارگاہِ الٰہی میں دعا نہ چاہوا گر ایسا ہوتا تو شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ کا مذہب جو جواز ندا اور توسل کا ہے کیا اپنے شیخ اور مرشد کے خلاف میں ہے۔دیکھئے شیخ نے اپنی تصانیف میں مثل کتاب جذب القلوب وغیرہ کیسے فوائد ندا کے تحریر فرمائے ہیں۔ ہاں اختیارِ اسباب منافی توکل نہیں توکل حالِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور کسب جو بمعنی اختیار اسباب ہے سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے فقط حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کیا مثل اصحاب صفہ ومن مثلہم کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تابع

حال اور سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں۔ مثل خلفائے راشدین و مثلہم کے اولیائے اُمت مرحومہ کا بھی حال ایسا ہی ہے کہ بعض نے بہ تبعیت اصحاب صفہ کے محض مقام تجرید اور توکل کو اختیار کیا بعض اولیاء اللہ تابع حال خلفاء راشدین ہوئے اور جامع درمیان حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت ہوئے جو اولیاء اللہ نے کہ محض مقام توکل اور تجرید کو اختیار فرمایا اور عامل حدیث اذا سئلت فاسئل اللہ الخ ہیں اُن کے ایک دو حال تبرکاً و تیمناً عرض کرتا ہوں امام قشیری علیہ الرحمۃ اپنے رسالہ میں باب توکل میں فرماتے ہیں **سمعت محمد بن الحسین یقول سمعت محمد بن الحسین المخزومی یقول حدثنا احمد بن محمد بن صالح قال حدثنا محمد بن عبدون قال حدثنا الحسین الخیاط قال کنت عند بشر الحافی فجاء نفر فسلموا علیہ فقال من ابن انتم قال انحن من الشام جئنا نسلم علیک و یرید الحج فقال شکر اللہ تعالیٰ لکم فقالوا تخرج معنا قال بثلاث شرائط لانحمل معنا شیئًا والانسال احدا شیئًا وان اعطانا احد شیئًا لانقبل قالوا ما ان لانحمل معنا شیئًا فنعم واما ان لانسال فنعم واما ان لانقبل ان اعطینا فھذا لا نستطیع فقال خرجتم متوکلین علیٰ زاد الحجاج** ترجمہ: امام قشیری اپنی اسانید متصلہ سے حسین خیاط سے روایت کرتے ہیں کہ ایک وقت میں بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا پس چند لوگ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن پر سلام کہے۔ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ اُنھوں نے کہا شام سے آپ پر سلام عرض کرنے حاضر ہوئے اور ہم ارادہ حج کا رکھتے ہیں۔ بشر حافی نے فرمایا کہ خدا تمہارا حج قبول فرمائے۔ اُنھوں نے کہا کیا آپ ہمارے ساتھ حج کو چلتے ہیں۔ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تین شرط سے میں تمہارے ہمراہ چلتا ہوں وہ یہ کہ ہم اپنے ساتھ توشہ نہ رکھیں اور کسی سے سوال نہ کریں اگر کوئی کچھ دے تو نہ لیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے ہمراہ توشہ نہ رکھیں تو ہاں ممکن ہے اور کسی سے سوال نہ کریں تو بھی ممکن ہے اور اگر کوئی ہم کو دے تو قبول نہ کریں۔ یہ ہم سے ممکن نہیں بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم توشۂ حجاج

پر بھروسہ کر کے نکلے ہو۔ دوسری روایت سمعت محمد بن عبداللہ الصوفی یقول سمعت نصر بن ابی النصر العطار یقول سمعت علی بن محمد المصری یقول سمعت ابا سعید الخراز یقول دخلت البادیة مرة بغیر زاد فاصابتنی فاقه فرایت المرحلة من بعید فسررت بانی قدوصلت ثم فکرت فی نفسی انی سکنت واتکلت علی غیره فآلیت ان لا ادخل المرحلة الاان احمل الیها فحفرت لنفسی فی الرمل حفرة وورایت جسدی فیها الی صدری فسمعوا صوتا عالیا فی نصف اللیل یا اهل المرحلة ان للہ ولیا حُبِس نفسه فی هذا الرمل فالحقوة فجاء نی جماعة فاخرجونی و حملونی الی القریة ۔ترجمہ: امام قشیری اپنے اسانید متصلہ سے ابوسعید حراز سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار صحرا میں بغیر توشہ کے داخل ہوا پس مجھ کو فاقہ پہنچا پس میں نے قریہ فردوگاہ کو دور سے دیکھا اور خوش ہوا کہ میں پہنچ گیا پھر اپنے میں فکر کیا کہ میں غیر خدا پر بھروسہ کیا پس قسم کھائی میں نے کہ اُس قریہ میں نہ داخل ہوں گا باختیار خود مگر کوئی مجھے یہاں سے اُٹھا کر لے جائے پس میں نے ریت میں گڑا کھود کر اپنے جسد کو اُس میں سینہ تک چھپایا۔ پس اہل قریہ نے نصف شب میں ایک بلند آواز سنی کہ اے اہل مقام خدا کا ولی اپنے نفس کو اس ریت میں قید کیا ہے اُس سے جا کر ملو پس میرے پاس ایک جماعت آئی اور ریت سے نکال کر مجھ کو قریہ میں اُٹھا لے گئی۔ تیسری روایت سمعت الشیخ ابا عبدالرحمن السلمی یقول سمعت محمد بن الحسین المخزومی یقول سمعت ابن المالکی یقول قال ابو حمزة الخراسانی حججت سنة من السنین فبینما انا امشی فی الطریق اذ وقعت فی البیر فنا زعنی نفسی ان استغیث فقلت لاواللہ لا استغیث فما استتمت هذا الخاطر حتی مر براس البیر رجلان فقال احدهما للآ خرحتی نسدر اس البیر لئلا یقع فیها احد فاتوا بقصب و باریة وطمسوار اس البیر فهممت ان اصیح ثم قلت فی نفسی اصیح الی من اقرب منها وسکنت فبینما ان بعد ساعة اذانا

بشئ جاء و کشف من راس البیر وادلی رجله وکانه یقول لی تعلق بی فی ھمھمة له کنت اعرف ذلک منه فتعلقت به فاخرجنی فاذا ھو سبع قمرّ وھتف بی ھاتف یا حمزة الیس ھذا احسن من التلف بالتلف ۔ترجمہ:امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ لیا اپنے اسانید متصلہ سے ابوحمزہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک سال میں نے حج کا ارادہ کیا۔راستہ میں چل رہا تھا کہ یکا یک ایک کنویں میں گر گیا پس میرے نفس نے مجھ سے جھگڑا کیا کہ کسی سے فریاد چاہوں میں نے کہا کہ قسم خدا کی میں فریاد نہ چاہوں گا۔پس یہ خطور میرا ابھی تمام نہیں ہوا تھا کہ دو مرد کنوے پر پہنچے اور ایک دوسرے سے کہا کہ ہم اس کنوے کو بند کر دیں تا کہ کوئی شخص اس میں نہ گرے پس اُنھوں نے بوریا اور بانس لائے اور کنوے کے سر کو اُس سے بند کر دیا۔پس میں نے قصد کیا کہ چیخوں یعنی فریاد چاہوں پھر میں نے کہا کہ جو ذات کہ اُن دو مرد سے زیادہ نزدیک ہے اُس سے کیوں نہ فریاد کروں یعنی ذاتِ خدا۔اور مجھے تسکین حاصل ہوگئی پس ایک ساعت کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک شئے آئی اور باؤلی کے سر کو کھولی اور اپنا پیر باؤلی میں ٹکایا اور نرم آواز میں گویا کہ مجھ سے وہ کہتا ہے کہ مجھ کو پکڑ لے پس یہ مطلب اُس کا میں سمجھ گیا اور اُس کے ساتھ لٹک گیا۔وہ مجھ کو نکال لیا پس کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شیر درندہ ہے۔پس وہ چلا گیا اور ہاتف نے آواز دی کہ اے حمزہ کیا نہیں ہم نے تجھ کو اچھی طرح کی نجات دلائی ہلاکی سے اُس چیز کے ساتھ جو وہ خود ہلاک کرنے والی ہے انتہیٰ۔ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ جن لوگوں کے احوال کا ذکر ہوا یہ کیسے لوگ ہیں کہ باوجود وقوع شدائد مصائب کے معمولی اُمور میں کسی مخلوق سے سوال نہیں فرمایا کہ جس میں عادت ایک دوسرے سے مدد چاہنے کی ہے کسی سے مدد نہیں چاہی بلکہ ایسی بات کا خطرہ بھی اپنے دل میں آنے نہیں دیا خدا نے اُن کو مقام توکل اور تفرید میں کس قدر استقلال اور ثبات عنایت کیا۔پس حدیث اذا سئلت فاسئل اللہ الخ سے تربیت ایسے مقام حاصل کرنے کی ہوئی یا یہ لوگ حدیث مذکور کے معنی سمجھے اور خدا نے اُن کو توفیق عمل حدیث مذکور پر عنایت فرمائی اور وہ لوگ معنی بھی سمجھے اور عمل بھی کیئے یا آنکہ جو لوگ ہر قسم کی مخلوق سے بلا قید

قوم وملت بضرورت خواہ بے ضرورت مدد چاہتے ہیں اور دستِ سوال اُن کے روبرو دراز کرتے ہیں اور اِن اُمور کومنافی حدیث مذکور نہیں جانتے مگر صالحین سے دعا چاہنے کو منع کرتے ہیں اور اِس حدیث کو اپنے مدعا پر پیش کرتے ہیں۔ چھٹی غلطی مانعین ندا کی یہ ہے کہ صالحین سے دعا بہ نداء اُن کے اسماء کے چاہنا منافی حدیث مذکور سمجھتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے توضیح اُس کی یہ ہے کہ اِس میں شک نہیں کہ خدا سے دعا کرنا عین عمل حدیث **اذا سئلت الخ** پر ہے اور صالحین سے دعا چاہنا اپنے انجاحِ مرام کے لئے بارگاہ الٰہی میں یہ بھی خدا سے دعا کرنا ہے اور عمل حدیث مذکور ہے کیونکہ یہ دعا بہ بارگاہ الٰہی بواسطۂ وسیلۂ صالحین ہے اور وہ دعا بلا واسطہ ہے۔ اولیاء اللہ کو کشفِ غیب کے متکلمین قائل ہیں۔ اور اموات اور احیاء اولیاء اللہ ہر دو برابر بلکہ اموات کو بہ نسبت احیا ترقیاتِ مقام ہے جس کی تفصیل عنوانِ باب میں بخوبی کی گئی۔ تتمیم فوائد کے لئے شاہ ولی اللہ صاحب کا قول اِس جگہ نقل کرتا ہوں جو اُنھوں نے اپنے رسالۂ فوائد مجربہ میں نقل کیا ہے جو مولوی عنایت علی صاحب کے پاس سے مجھ پاس پہنچا **ولقد فهم للطريقة القادرية والنقشبندية والچشتية خاصة علحده فاالقادرية قريبة من الاويسية والروحانية وان كان التعليم من الشيخ الظاهر ولها تقدم فى الارتباط بالشيوخ و توجه المشائخ الى الطالب ليست بغيرها وذلک لان الشيخ عبدالقادر رضى الله عنه له شعبة من السريان فى العالم و ذلک انه لمامات صار بهيئة الملأ الاعلىٰ والطبع فيه الوجود السارى فى العالم كله فحصل من هذا الوجه روح فى طريقة** ۔ترجمہ: بہ تحقیق کہ جانا گیا واسطے طریقۂ قادریہ اور نقشبندیہ اور چشتیہ کے خصوصیت علیحدہ ہے پس طریقۂ قادریہ قریب ہے طریقہ اویسیہ اور روحانیہ سے اگرچہ ہو تعلیم شیخ ظاہر سے اور طریقۂ قادریہ کے لئے تقدم ہے ارتباط میں سات شیوخ کے اور توجہ طرف مشائخ کی طرف کے جو غیر طریقۂ قادریہ میں نہیں اس لئے کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے لئے شعبہ ہے سریان سے عالم میں اور یہ امر اس واسطے ہے کہ جب آپ نے وفات پائی بہیئت ملاء اعلیٰ ہوئے اور آپ کی ذات میں وہ وجود جم گیا جو تمام عالم میں

ساری ہے پس اسی وجہ سے روح آپ کے طریقہ میں حاصل ہوئی۔ساتویں غلطی مانعین ندا کی یہ ہے کہ وہ لوگ اولاً آیت **ایاک نستعین** سے حکم عدم جواز استعانت بغیر اللہ نکالتے ہیں یہ غلط ہے اور امر ونواہی الٰہی سے حکم جواز یا عدم جواز وغیرہ نکلتا ہے **ایاک نستعین** نہ امر ہے نہ نہی ہے پس اس سے حکم عدم جواز استعانت بغیر اللہ سمجھنا غلط ہے بلکہ تمام سورۂ فاتحہ خالی ہے اور امر ونواہی اور احکام سے پس سورۂ فاتحہ سے کوئی حکم اور مسئلہ مستنبط نہیں صاحب وسیلہ تفسیر احمدی سے نقل کرتے ہیں **سورة الفاتحة خالیه عن تعین المسائل** یعنی سورۂ فاتحہ میں کوئی مسئلہ جواز یا عدم جواز کا یا وجوب وغیرہ کا نہیں ہے۔ثانیا یہ ہے کہ حالت صلوٰۃ میں بندہ خدا کی حمد اور شکر میں بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہے کہ اے باری تعالیٰ ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ تیری ہی مدد ہمارے ہر حال میں شامل ہے۔اگر اُس کے معنی ایسے کئے جائیں جو مانعین ندا کرتے ہیں کہ ہم خاص تیرے ہی سے بلا وسیلہ وواسطہ مدد چاہتے ہیں تیرے سوا کسی مخلوق سے مدد نہیں چاہتے تو اپنے اس بیان میں خاص وہی مصلی لوگ صادق ہوں گے جو لوگ کہ مقام ترک وتجرید اور توکل میں استقامت رکھتے ہیں۔عام مصلی اپنی راست بیانی سے محروم رہیں گے حالانکہ سورۂ فاتحہ کی قراءت کا حکم ہر خاص وعام کے لئے ہے پس حالت صلوٰۃ جو مقامِ عبادت الٰہی ہے اور قیام **بین یدی اللہ تعالیٰ** ہے خلاف بیانی کس قدر نازیبا ہے۔خصوصاً وہ بیان کہ جس بیان کا حکم حق تعالیٰ نے حالتِ صلوٰۃ میں ہم کو کیا ہے مگر اُس وقت ہر خاص وعام اپنے بیان میں راست ہوں گے جب کہ استعانت کے بارہ میں ہمارا وتیرہ اختیار کیا جائے اور استعانت بالوسائل کو بھی خدا سے استعانت سمجھے اور ایاک نستعین کی معنی بدین وجہ کی جائے کہ بندہ بارگاہِ الٰہی میں بہ مقام حمد وشکر عرض کرتا ہے کہ اے باری تعالیٰ ہم تیرے ہی سے مدد چاہتے ہیں تیرے سوا ہم کو مدد ملنا کہاں ممکن ہے۔کیونکہ اگر ہم کو اسباب ظاہری سے بھی مدد ملتی ہے تو وہ حقیقت میں تیری ہی مدد ہے۔اسباب ظاہری سے مدد چاہنا تیرے ہی سے مدد چاہنا ہے۔ اگرچہ بوقت اختیار اسباب کے ہم کو اس بات سے غفلت اور ذہول رہتا ہے اس لئے کہ اگر تو اسباب ظاہری کو پیدا نہ کرتا یا آنکہ پیدا کرتا مگر ہماری مدد کی اُس میں تاثیر نہ دیتا اور اگر تاثیر بھی

دیتا مگر ہم کو معلوم نہ کرتا اگر معلوم بھی کرتا مگر اسباب ظاہری کو ہم تک نہ پہنچا تا اگر ہم تک پہنچتے مگر اُس سے مدد لینے پر ہم کو قادر نہ کرتا تو ہم اسبابِ ظاہری سے کیونکر مدد لے سکتے پس اسباب ظاہری کی مدد تیری ہی مدد ہے اور اسباب ظاہری سے مدد چاہنا بھی درحقیقت تجھ سے ہی مدد چاہنا ہے۔ پس شہود مسبب اسباب میں ہم کو نصیب فرما اور اس صراط مستقیم کی ہم کو ہدایت کر اور غیریت اور غفلت جو ہمارے اذہان میں سمائی ہے اُس کو دور کر اپنا شہود ہم کو عنایت فرما جیسا کہ خدا نے دوسری جائے قرآن مجید میں ہم کو اس امر کی تعلیم فرمائی ہے **وجعل لکم من الفلک والانعام ما ترکبون لتستو، علیٰ ظھورہ ثم تذکروا نعمة ربکم وتقولوا سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا له مقرنین** ۔ترجمہ: اور گردانا تمہارے لئے کشتی اور چار پایوں سے وہ جو تم سوار ہوتے ہوتا کہ تم اُن کی پیٹوں پر سوار ہو اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے اس کو مطیع کیا اور نہیں تھے ہم اُس کے نزدیک ہونے والے جب معلوم ہوا کہ استعانت باسباب بھی درحقیقت استعانت بخدا ہے۔ پس اولیاء اللہ سے مدد چاہنا اُن کی دعا اور شفاعت کے ساتھ کیوں کر استعانت بغیر خدا ہوئی۔ دلیل آخر جواز استعانت باولیاء اللہ تعالیٰ یہ ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ روایت کی بیہقی نے اور ابونعیم دلائل النبوۃ میں اور لکائی شرح السنۃ میں اور؟ عاقولی نے اپنے فوائد میں اور ابن اعرابی نے کرامات الاولیاء میں اور خطیب نے رواۃ مالک میں نافع سے وہ روایت کرتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ ایک بار سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک لشکر کو جہاد کے لئے ایک جانب میں روانہ فرمایا۔ اُس کا سردار ایک شخص کو بنایا جس کا نام ساریہ تھا جب لشکر روانہ ہوگیا اور اپنے مقام پر جا کر جہاد میں مصروف ہوا ایک روز خطبۂ جمعہ آپ ادا فرما رہے تھے کہ یکا یک آپ نے باآواز بلند فرمایا کہ یا ساریۃ الجبل تین بار بعد اُس کے ایلچی لشکر کی جانب سے حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمر نے اُس سے جنگ کا حال پوچھا اُس نے کہا اے امیر المومنین ہم کو جنگ میں ہزیمت ہوگئی تھی جس وقت ہم حالت ہزیمت میں تھے کہ یکا یک ہم نے آواز سنی یا ساریۃ

الجبل تین بار اُس وقت ہم نے اپنی پشت پہاڑ سے لگادی۔حق تعالیٰ نے ہم کو مظفر و منصور کیا اور فریق مخالف کو ہزیمت دی۔ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ نے یہاں سے اُن لوگوں کو پکارا جو ملک نہاوند میں تھے جو زمین عجم سے ہے۔ابن حجر نے اپنی کتاب اصابہ میں لکھا ہے کہ اسناد اس حدیث کی حسن ہے۔اس روایت سے تین اُمور مستنبط ہوئے۔اول یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حال ساریہ کا منکشف ہوا باوجودیکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساریہ سے بمراحل بعید تھے۔دوسرا یہ کہ آواز حضرت عمرؓ کی ساریہ کو بمنزلہائے بعید پہنچ گئی۔تیسرا یہ کہ حضرت عمرؓ کی تائید سے امر منقلب ہوگیا یعنی ہزیمت لشکر ساریہ کے ساتھ فتح و نصرت کے مبدل ہوگئی۔اب خیال کرنے کا مقام ہے کشف حال ساریہ اور تائید ساریہ اور اُن کے لشکر کی اُس وقت اور اُس حالت میں ہوئی کہ ساریہ کی توجہ حضرت عمرؓ کی طرف نہیں تھی اگر ہوتی تو ساریہ ایلچی سے ضرور بیان کرتے اور ایلچی حضرت عمرؓ کی خدمت میں یہ حال ضرور عرض کرتے وہ بھی روایت حدیث میں درج ہوتی۔پس جب حالتِ بےتوجہی میں ساریہ کا حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مکشوف ہوا اور حضرت کی امداد ساریہ کے حال پر مبذول ہوئی اگر حالت توجہ میں امداد اولیاء اللہ کی مستغیثین کے حال پر ہو اور اُن کا حال اولیاء اللہ پر مکشوف ہو تو کیا کوئی تعجب کی بات ہے بلکہ حالت توجہ کو حالت بےتوجہی پر خصوصیت اور مزیت حاصل ہے۔اب ایک حدیث عرض کرتا ہوں جس سے واضح ہوگا کہ مومن کا ذکر کرنے سے مومن پر کیا اثر ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حصن حصین میں ابن ابی شیبہ سے روایت موقوف ہے **اذا طنت اذنہ فلیذکر النبی ولیصل علیہ ولیقل ذکر اللہ بخیر من ذکرنی** یعنی کسی کے کان میں آواز مثل آواز مگس آنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کرے اور آپ پر درود عرض کرے اور کہے کہ خدا یاد کرے اُس شخص کو جس نے مجھ کو نیکی سے یاد کیا۔شرح فارسی میں اس مقام پر لکھا ہے کہ معجم کبیر میں اور کتاب عمل الیوم واللیلہ میں یہ حدیث بہ روایت ابورافع آئی ہے جو صحابی ہیں پس اس حدیث کا بروایت ابورافع آنا دو احتمال رکھتا ہے ایک یہ کہ ابورافع نے اس حدیث کی اسناد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تک پہونچائی ہے تو یہ حدیث مستند ہوگئی ورنہ یہ حدیث ابورافع پر موقوف رہی۔ مسئلہ اصول فقہ کا ہے۔ قول صحابی اُس مسئلہ میں کہ خلاف قیاس ہو مثل حدیث کے ہے کیونکہ اگر موافق قیاس کے ہوتو احتمال ہے کہ صحابی نے اپنی رائے اوراجتہاد سے یہ بات فرمائی ہو جب وہ مسئلہ خلافِ قیاس ہے تو سوائے اس کے چارہ نہیں کہ صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی سنا ہو پس ایسے قول صحابی کے مقابلہ میں مجتہد کولازم ہے کہ اپنا قیاس چھوڑ دے اوراسی قولِ صحابی پر عمل کرے۔ پس یہ قول ابورافع کا بھی خلاف قیاس ہے۔ حکم میں حدیث کے ہے۔ جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے کتاب غنیۃ الطالبین میں اس حدیث کی نسبت صاف وصریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک فرمائی ہے اُس کی یہ عبارت ہے **واذاطنت اذنہ یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ویقول ذکر اللہ من ذکر نی بخیر لانہ مروی عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم** الحاصل اس روایت سے چند اُمور مستنبط ہوئے۔ اول تو یہ کہ مومنین کو یاد کرنے سے اُن کے کام میں ایک قسم کا اثر پیدا ہوتا ہے جو وہ مثل آواز مکھی کے محسوس ہوتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ باادائی نوافل میرا اقرب ڈھونڈتا ہے تو میں اُس کی سماعت ہوجاتا ہوں الخ جس کا ذکر تفصیلاً آئے گا انشاءاللہ تعالیٰ یاد کرنے والوں کی آواز پوری طور سے نہ آنا اس وجہ سے ہے کہ یہ حالت مومنین کی جو حدیث میں وارد ہے ابتدائی ہے ابھی اُن کا تصفیہ قلب بطور کمال کے نہیں ہوا نہ اُن کا قلب علائق کونیہ سے پورا صاف اور پاک ہوا۔ ہر مومن گوکہ وہ کیسا ہی علائق میں مبتلا کیوں نہ ہو مگر بہ برکت ایمان کے قلب اُس کا مرتبۂ ایمان کے موافق کبھی نہ کبھی نورانی ہوجاتا ہے۔ اس حالت میں اگر اُن کو کوئی یاد کرے تو یہ اثر اُس کے کان میں بفیضان سمع الٰہی پیدا ہوجاتا ہے۔ دوسرا امر اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ اُمت مرحومہ کو تربیت اس امر کی ہوئی کہ اگر ایسا اثر مومنین کے کان میں محسوس ہونے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کرے اور درود پڑھے۔ اگر مراد اس سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کرنا وہی یاد کرنا ہے تو جملہ ثانیہ عطف تفسیر جملۂ اولیٰ کا واقع ہوا۔ پس یہ اثر کے پائے جانے کے بعد

حضرت کو یاد کرنا اور آپ پر درود عرض کرنا اُس کی دو وجہ ہیں۔ اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی توجہ مبارک اُمت مرحومہ کے حال زار پر شامل ہے۔ جب مسلمان کے کان میں یہ اثر پیدا ہو تو خیال کرے کہ یہ اثر شاید حضرت کی یاد کا ہو لہذا واجب ہوا کہ براہ ادب اور باادائی شکریہ یاد فرمائے حضرت پر درود عرض کرے۔ دوسری وجہ کہ یہ حالت جو مومن کو حاصل ہوئی بسبب ایمان کے حاصل ہوئی اور ایمان بطفیل حضرت کے ملا پس اس حالت کا حصول بطفیل حضرت کے ہوا۔ علاوہ مراتب اُخروی کے دنیا میں ہی یہ کیسا مرتبہ سرفراز ہوا۔ دور دور کی آواز کا اثر مسلمان کے کان میں پڑنے لگا جس کا کچھ شکریہ ادا نہیں ہوسکتا مگر اس قدر تو ہو کہ مسلمان حضرت پر درود عرض کرے تا کہ بوجہ ادائی شکریہ نبویہ کے بتوجہ مبارک آنحضرت یہ حالت مومن کی جو حالت ابتدائی کشف غیب ہے کمال کو پہنچے۔ خدا فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم تیسرا امر جو یہ روایت میں ہے کہ بعد درود عرض کرنے کے دعاء خیر یاد کرنے والے کے حق میں کرے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ سوائے حضرت کے اگر اور کوئی مسلمان یاد کیا ہے تو اُس کے یاد کرنے کے شکریہ میں اُس کے لئے دعائے خیر کرے۔ اب یہاں خیال کرنے کی جائے ہے کہ جن کو ابھی تصفیہ قلب پوری طور سے حاصل نہیں اور اُن کا قلب علائق کونیہ سے بے تعلق نہیں ہوا تو محض اُن کے ایمان کی برکت سے اُن میں یہ بات پیدا ہوگئی کہ اُن کے یاد کرنے والوں کا اثر اُن کے کان میں پہنچنے لگا اور فقط اُسی قدر حالت اور مرتبہ میں اُن کو تربیت ہونے لگی کہ تم اپنے یاد کرنے والوں کے حق میں دعائے خیر کیا کریں اور اُن کی دعائے خیر سے غافل نہ ہوں۔ پس جن کو تصفیۂ قلب بطور کمال حاصل ہوگیا ہو اور وہ مظہر اسماء وصفات ربانیہ بطور کمال ہوگئے ہوں تو کیوں اُن کو پورے طور سے اطلاع اُن کے پکارنے والوں کے حال کی خدا کے طرف سے نہ ہو اور خدا کی جانب سے اُن کو کیوں نہ تربیت ہو کہ وہ اپنے مستغیثین کے حق میں دعائے خیر کریں اور اُن کی حاجت روائی اور حل مشکل خدا سے چاہیں پس خدا نے جن کو کشف غیب عنایت فرمایا اور حاجت روائی خلائق کا وسیلہ اپنی بارگاہ کا کیا ہم کیوں اُن کو بوقت شدت اور مصیبت کے نہ پکاریں۔ بعضے علماء جو ندا کو منع کرتے ہیں اُن کی تقریر ایسی سنی گئی کہ اولیاء اللہ

کو اگر چہ کشف غیب ہوتا ہے مگر ہر وقت نہیں ہوتا بلکہ بعض وقت اور جس وقت اُن کو کشف ہوتا ہے۔ وہ ہم کو معلوم نہیں پس ہم اولیاء اللہ کو کیسا پکاریں یہ کیونکر معلوم ہو کہ مثلاً ہم اس وقت اُن کو پکاریں تو اُن کو کشف غیب ہے۔ خاکسار اُس کا جواب بطور معاوضہ بالقلب کے دیتا ہے یعنی جو وہ دلیل عدم جواز کی پیش کئے وہی دلیل بعینہ جواز نداء پر قائم ہوگئی یعنی عدم جواز ندا پر اُنھوں نے یہ دلیل قائم کی تھی کہ اولیاء اللہ کو کشف غیب ہر وقت نہیں ہوتا اور اُن کے کشف کا وقت ہم کو معلوم نہیں۔ پس یہ دلیل بعینہ جواز ندا پر قائم ہوسکتی ہے۔ ہم نے مان لیا کہ اولیاء اللہ کو ہر وقت کشف نہیں ہوتا اور اُن کے کشف کا وقت ہم کو معلوم نہیں کہ ہماری مدعا اور پکارنے کا کشف اُن کو کب ہوتا ہے بلکہ اُن کے کشف کا حال مبہم ہے تو ہم کو چاہئے کہ ہر وقت اُن کو اپنی قضاء حاجت کے لئے پکارا کریں جس وقت اُن کو ہمارے پکارنے کا کشف ہوجائے اور وہ ہماری حاجت روائی کے لئے خدا سے دعا کریں۔ اُن کی دعا ہماری حاجت روائی میں حکم اکسیر ہے جیسا کہ جمعہ کی ساعت اجابت مبہم ہے بدیں وجہ اہل حاجت کو چاہئے کہ تمام دن جمعہ کے حق تعالیٰ سے اپنی حاجت روائی کے لئے دعا کریں کہ اگر دعا ساعت اجابت کے موافق ہو تو حاجت روائی ہوجائے۔ ایسا ہی شب قدر عشرہ اخیر رمضان شریف میں مبہم ہے۔ پس چاہئے کہ تمام عشرۂ اخیر شہرِ رمضان شب بیداری کرے تا کہ شب قدر کو پائے اور اُس کے فوائد حاصل کرے یہ جواب علی تقدیر تسلیم قول سائل ہے۔ ورنہ جن کو خدا نے خلائق کی حاجت روائی کے لئے مقرر فرمایا ہے مثل غوث، قطب، اوتاد اور ابدال کے بلکہ جملہ اولیاء کہ ان کا وجود رفاہ خلائق کے لئے ہے اُن کو ہر وقت خدا کی جانب سے اُن کے مستغیثین کے حال سے اطلاع ہوتی ہے جیسا کہ حدیث اذا طنّت اذنہ الخ سے معلوم ہوگیا حق سبحانہ ہم کو اولیاء اللہ کی جناب میں رسوخ عقیدہ عنایت فرمائے۔ ابتداء خصیصہ میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد بروات ثقات باسانید متصلہ نقل کیا گیا کہ حضرت نے فرمایا جو شخص میرے نام سے سختی کے وقت مجھ کو پکارے وہ دفع ہوجائے گی۔ اگر چہ حضرت کی امداد اور اعانت فریادیوں کے حال پر جو ہوئی ہے اور ہوتی جاتی ہے۔ اُس سے حضرت کے احوال شریف کی کتابوں کے دفتر

کے دفتر مملو ہیں اور بہت ایسے ہیں کہ وہ لکھے بھی نہیں گئے بلکہ لکھا جانا حضرت کی امداد اور اعانت کا بہت مشکل ہے۔ مگر حق سبحانہ حضرت کی جناب میں اعتقاد راسخ نصیب کرے۔ آدمی حضرت کی امداد اور اعانت کو فی البدیہہ دیکھ سکتا ہے اِس جائے تبرکاً وتیمناً دو روایات نقل کئے جاتے ہیں جو باسانید متصلہ مروی ہیں۔ بشر القرظی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک صحراء خوفناک میں اُترے وہ صحرا ایسا خوف والا تھا کہ بھائی اپنے بھائی کی خبر گیری نہیں کر سکتا بسبب خوف کے جبکہ اوائل شب میں اپنے اونٹوں پر روانگی کے لئے بوجھ لادے میرے چار اونٹ بوجھ لدے ہوئے گم ہوئے بہت کچھ جستجو کی مگر نہیں ملے اور قافلہ چلا گیا میں اونٹوں کے ڈھونڈنے میں قافلہ سے علیحدہ ہو گیا۔ مجھ کو شتر بان نے بہت سخت سست کہا اور میرے ساتھ ٹھہر گیا۔ پھر میں اونٹوں کی طلب میں تھا کہ صبح ہونے لگی اور مجھے قول شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا یاد آیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر تو کسی سختی میں پڑ جائے تو مجھ کو پکار وہ سختی تجھ سے دور ہوگی۔ پس میں نے کہا یا شیخ عبدالقادر میرے اونٹ چلے گئے یا شیخ عبدالقادر میرے اونٹ چلے گئے۔ پھر میں نے مشرق کی جانب سے صبح کی روشنی میں دیکھا کہ ایک مرد اُن کے کپڑے بہت ہی سفید اور اپنی آستین سے میری جانب اشارہ کرتے ہیں یعنی وہ اشارہ سے آؤ آؤ کہتے ہیں پھر جب میں نے ٹیکری پر چڑھا کسی کو نہیں دیکھا پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ چاروں اونٹ ٹیکری کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر ہم نے اُن اونٹوں کو لے لئے اور قافلہ سے بھی مل گئے۔ ابوالمعالی جو اس روایت کے اوپر کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوالحسن خباز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور یہ حال اُن سے بیان کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ میں شیخ ابوالقاسم عمر بزاز سے سنا ہوں وہ کہتے تھے کہ میرے سردار شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص میرے ساتھ کسی مصیبت میں استغاثہ کرے وہ دور ہو جائے گی الخ ایضاً بہجۃ الاسرار میں باسانید متصلہ شیخ ابوعمرو عثمان صریفنی اور شیخ ابومحمد عبدالحق حریمی رحمۃ اللہ علیہما سے بغداد ۵۶۹ میں روایت ہے ہر دو شیخ کہتے ہیں کہ ہم حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدرسہ میں روز یکشنبہ تیسری صفر ۵۵۵ میں حاضر تھے۔ پس حضرت کھڑے ہوئے اور کھڑاواں پہنے اور وضو فرمائے اور دو رکعت نماز

ادا فرمائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک آواز بہت زور سے دی اور ایک فرد کھڑاواں لے کر ہوا میں پھینک دیا پس وہ کھڑاواں ہماری نظر سے گم ہوا۔ پھر حضرت نے دوسرے بار ایک آواز بہت زور سے دی اور دوسرا کھڑاواں بھی ہوا میں پھینک دیا وہ بھی ہوا میں اُڑتا ہوا ہماری آنکھوں سے گم ہوگیا۔ پھر حضرت بیٹھ گئے اور کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ حضرت سے پوچھیں۔ پھر بعد تیئیس ۲۳ دن کے بلاد عجم سے قافلہ آیا اور کہا کہ ہمارے پاس شیخ کی نذر ہے۔ ہم نے اُس نذر کی بابت حضرت سے اذن چاہی۔ ارشاد ہوا کہ لے لو اُنھوں نے کچھ ریشمی کپڑے اور خز کے حضرت کی نذر کئے اور دونوں فرد کھڑاویں بھی دیئے جو حضرت نے پھینکے تھے ہم نے اُن سے پوچھا کہ یہ کھڑاویں تمہارے پاس کہاں سے آئے انہوں نے کہا کہ ہم لوگ تیسری صفر یکشنبہ کے روز چل رہے تھے کہ ہم پر عرب ظاہر ہوئے اُن کے ساتھ دو سردار وہ لُوٹ لئے اور ہمارے بعض شخصوں کو قتل کئے اور ایک نشیب کی جگہ اُترے اور ہمارا مال تقسیم کرنے لگے اور ہم لوگ اُس نشیب گاہ کے کنارے پر تھے پس ہم نے کہا کہ اگر ہم شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کو اس وقت یاد کریں تو اچھا ہے پس ہم آپ کی نذر اپنے مالوں سے مان لئے کہ اگر ہم سلامت رہیں پس جس وقت کہ ہم آپ کا ذکر کر رہے تھے کہ دو بلند آوازیں ایسی سنیں کہ جس سے وہ نشیب گاہ بھر گئی اور اُن راہزنوں کو دیکھا کہ وہ بہت پریشان ہیں ہم نے گمان کیا کہ اُن کے پاس اور دوسرے عرب آ گئے ہیں۔ پھر بعض اُن کا ہمارے پاس آیا اور کہا کہ آؤ تمہارا مال لے لو اور دیکھو کہ ہم پر کیا مصیبت گزری ہے پھر اُنھوں نے ہم کو اپنے سرداروں کی طرف لے گئے۔ پس ہم کیا دیکھتے ہیں کہ وہ مردہ پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس ایک فرد کھڑاواں پانی میں تڑپڑ رہا ہے پس اُنھوں نے ہمارا مال ہم کو واپس دیا اور کہا کہ یہ واقعہ ہم کو امر عظیم سے خبر دیتا ہے انتہی پس یہ ہر دو کرامات حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہے کہ احوال غائبین سے جو آپ کو ندا کی تھی اپنی مدد کے لئے اطلاع ہوئی۔ اور یہ کرامات آپ کے قدم بقدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقع ہوئے کہ جو شواہد النبوت سے روایت کئے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو استغاثہ غائبین سے اطلاع ہوئی اور آپ نے غائبین کی مدد فرمائی

اور اِن کرامات کو مناسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت سے ہوئی جس کا ذکر اوپر ہوا کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو احوال ساریہ سے اطلاع ہوئی جو آپ سے بمراحل بعید اور غائب تھے اور آپ نے اُن کی تائید مراحل بعید سے فرمائی۔ خصوصاً روایت ثانیہ کو زیادہ مناسبت اور مشابہت ہے کہ علاوہ ان دو وجہ سابق کے جو مناسبت فی مابین ذکر ہوئی۔ دو وجہ مناسبت اُس میں زائد ہیں جیسا کہ ساریہ کا حال کہ آواز حضرت عمرؓ کی اُن کی سماعت میں دور سے آئی۔ ویسا ہی حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی آواز قافلہ والوں نے دور سے سنی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید سے ہزیمت لشکر ساریہ کی بفتح ونصرت مبدل ہوئی۔ ویسا ہی حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تائید سے قافلہ کو بعد نقصان پہنچنے کے فتح ونصرت ملی اور اُن کا مال واسباب واپس مل گیا۔ اب میں تصریحات علماء نقل کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوگا کہ اولیاء اللہ کے ذوات سے کیونکر حاجت روائی مخلوق کی ہوتی ہے۔ شیخ ابن حجر ہیثمی کا قول فتاویٰ حدیثیہ میں منقول ہے کہ طبرانی کی حدیث ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابدال میری اُمت میں تیس ہیں۔ اُنھیں کے سبب سے زمین قائم ہے اور انھیں کے باعث لوگ پانی برسائے جاتے ہیں۔ اور اُنھیں کی وجہ سے لوگ فتح مند ہوتے ہیں اور ابن عساکر کی یہ حدیث ہے کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس ۴۰ ہیں۔ اُنھیں کی وجہ سے تم پر بارش ہوتی ہے اُنھیں سے تم کو دشمنوں پر فتح مندی ہوتی ہے، اُنھیں کی وجہ سے بلا اور غرق اہل ارض سے پھیرے جاتے ہیں ایضاً طبرانی کی حدیث ہے کہ ابدال شام میں ہیں۔ اُنھیں کی وجہ سے تم کو نصرت ہوتی ہے، اُنھیں کے باعث سے تم کو رزق ملتا ہے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ابدال شام میں ہیں وہ چالیس ۴۰ مرد ہیں جو کوئی ایک مرد اُن میں کا مرجائے حق تعالیٰ اُن کی جائے پر دوسرے کو بدل دیتا ہے اُنھیں کی وجہ سے تم پانی برسائے جاتے ہو اُنھیں کے باعث تم مدد دیئے جاتے ہو، دشمنوں پر اور اہل شام سے عذاب اُنھیں کی وجہ سے دور ہوتا ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی کرامات الاولیاء میں روایت کرتے ہیں اور دیلمی نے بھی روایت کی ہے کہ ابدال چالیس ۴۰ مرد اور چالیس عورتیں ہیں جب کوئی مرد یا عورت اُن میں کی مرجائے اُن

کی جگہ دوسرے کو خدا قائم فرماتا ہے۔ ابن حبان کی حدیث ہے کہ نہیں خالی رہتی زمین تیس مرد اور اسی ۸۰ مرد سے جو مثل ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے ہوتے ہیں اُنھیں کی وجہ سے تم پر بارش ہوتی ہے اُنھیں کی وجہ سے تمہاری فریادرسی ہوتی ہے، اُنھیں کے باعث تم رزق دیئے جاتے ہو **ف** دیکھئے اس حدیث میں صاف وصریح لفظ فریادرسی کا موجود ہے کہ مخلوق اُنھیں کی وجہ سے اپنی فریاد کو پہنچتی ہے خطیب نے تاریخ بغداد میں کنانی سے روایت کرتے ہیں کہ نقباء تین سو ۳۰۰ اور نجباء ستر ۷۰ اور بدلا یعنی ابدال چالیس ۴۰ اور اخیار ستر ۷۰ اور عمد چار ۴ اور غوث ایک ہی مسکن نقباء کا مغرب اور نجباء کا مصر اور ابدال کا شام ہے اور اخیار زمین میں سیر کرتے ہیں۔ عمد گوشہ ہائے زمین میں رہتے ہیں۔ مسکن غوث کا مکہ ہے اگر کوئی حاجت مخلوق کی پیش ہو حاجت روائی کے لئے نقباء بتضرع خدا کی جناب میں دعا کرتے ہیں پھر نجباء پھر ابدال پھر اخیاد پھر عمد پس اگر اُن کی دعا قبول ہو جائے تو فبہا ورنہ بتضرع غوث دعا کرتے ہیں پس اُن کی دعا ختم نہیں ہوتی کہ مستجاب ہوتی ہے انتہیٰ۔ یہ سب روایات جو مذکور ہوئے اُن مقربوں کی حاجت روائی کا بیان ہوا جو اس عالم میں تشریف فرما ہیں۔ اب قول علماء کا درباب مقربانِ الٰہی جو اس عالم سے پردہ کئے ہیں اور عالم اُخروی میں ہیں اور اُن سے حاجت روائی خلائق ہوتی ذکر کرتا ہوں حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں جو مسمی المضنون علی غیر اہلہ ہے فرماتے ہیں **ف** اگرچہ محرر اوراق فتاویٰ حدیثیہ وغیرہ کی عبارت کے ترجمہ پر اکتفا کیا بلحاظ اختصار لیکن اس جائے بعینہ عبارت رسالہ مذکورہ اہتماماً نقل کی جاتی ہے اس لئے کہ یہ مضمون مسئلہ مانحن فیہ سے جو استمداد از ارواح طیبہ ہے تعلق زیادہ رکھتا ہے وہ عبارت یہ ہے **اما التقرب لمشاهد الانبياء والائمة عليهم السلام فان مقصود منه الزيارت والاستمداد من سوال المغفرة و قضاء الحوائج من ارواح الانبياء والائمة عليهم السلام والعبارة من هذا الامداد الشفاعة** ۔ ترجمہ لیکن نزدیک ہونا واسطے مقابر انبیاء علیہم السلام کے پس مقصود اُس سے زیارت قبور اور مدد چاہنا ہے طلب مغفرت اور قضاء حوائج انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کی ارواح سے اور عبارت اُس سے مدد دینا اور شفاعت کرنا

ہے۔وھذا یحصل من جھتین الاستمداد من ھذا الجانب والامداد من جانب الاخـــر ۔ترجمہ:اور یہ حاصل ہوتا ہے دوطرح سے طلب مدد کرنا۔اِس جانب سے اور مدد کرنا جانبِ آخر سے ہے یعنی جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ولـزیـارۃ المشاھد اثر عظیم فی ھٰـذ یـن الـرکنین ۔ترجمہ:اور واسطے زیارت مقابر کے اثر عظیم ہے۔اِن دو رکنوں میں یعنی مدد چاہنے اور مدد کرنے میں اما الاستـمـداد فھـو انـصـراف ھمۃ صاحب الحاجۃ بـاستیلاء ذکر الشفیع والمزور علی الخاطر حتیٰ تصیر کلیۃ ھمتہ مستغرقۃ فـی ذالک ویـقبـل بکلیۃ علیٰ ذکرہ و خطورہ ببالہ لہ وھذہ الحالۃ سبب فیہ لـروح ذلک الشـفیـع والـمـزور حتی تمدہ تلک الروح الطیبۃ بما یستمد مـنھـا ۔ترجمہ:لیکن مدد طلب کرنا یعنی ارواح طیبہ سے جس کی قبر کی زیارت کرتے ہیں پس وہ ساتھ متوجہ کرنے ہمت صاحبِ حاجت کے ساتھ غلبہ ذکر شفیع کے (یعنی جس کی زیارت کرتے ہیں) دل پر یہاں تک کہ ہو جائے تمام ہمت اُس کی مستغرق اُسی میں اور متوجہ ہو بالکل روح طیبہ کی یاد پر اور اُس کا خیال دل میں لانے پر اور یہ حالت سبب ہے اُس استمداد میں واسطے روح اُس شفیع کے جس کی زیارت کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ روح طیبہ اُس حاجت مند کی مدد کرتی ہے جس امر میں کہ مدد طلب کی جاتی ہے ومـن اقبل فی الدنیا بھمتہ و کلیتہ علیٰ انسـان فـی دارالدنیا فان ذالک الانسان یحس باقبال ذالک المقبل علیہ و یـخبـرہ بـذالک فـمـن لـم یـکـن فـی ھذا العالم فھوا اولی بالتنبہ وھو مھیاء لـذالک فـان اطـلاع مـن ھو خارج عن احوال العالم الی بعض احوال العالم ممکن کما یطلع فی المنام علیٰ احوال من ھو فی الاخرۃ اھومثاب او معاقب فـان الـنـوم صـنو الموت فسبب النوم صرنا مستعد ین لمعرفۃ احوال لم یکن مستـعـدیـن فـی حالۃ الیقظۃ لھا فکذالک من وصل الی الدار الاخرۃ و موتا حـقـیـقـیـا کـان بـالاطـلاع علیٰ ھذا العالم اولی واجزی فاما کلیۃ احوال ھذا الـعـالـم فـی جمیع الاوقات لم تکن مندرجۃ فی سلک معرفتھم کمالم تکن

احوال الماضين حاضرة فی معرفتنا عند الرؤیا۔ترجمہ: جو شخص کہ دنیا میں اپنی ہمت کے ساتھ کسی طرف دار دنیا میں ہمہ تن متوجہ ہو پس تحقیق کہ یہ انسان جان لیتا ہے متوجہ ہونے کو اُس انسان کے کہ وہ جس پر متوجہ ہوا جو کہتے ہیں دل را بدل رہے است اگر کوئی شخص کسی کی طرف دل سے متوجہ ہو تو جس پر وہ انسان متوجہ ہوا اُس کی بھی توجہ اُس متوجہ ہونے والے کی طرف ہوتی ہے اور وہ جس کی طرف متوجہ ہوا ہے اس کی توجہ جب ہوئی ہے تو اُس کی توجہ کی اطلاع متوجہ ہونے والے کے دل کو ہوتی ہے یعنی یہ اطلاع کہ تو جب ہماری طرف متوجہ ہوا تو ہم بھی تمہاری طرف متوجہ ہیں۔ پھر امام فرماتے ہیں کہ جب دنیا جو جائے غفلت اور حجاب ہے تو ایسا معاملہ وقوع میں آتا ہے کہ جب کہ جو شخص کہ اس عالمِ حجاب میں نہ ہو بلکہ وہ اس عالم حجاب وتکدر سے عالم باصفا میں منتقل ہو گیا ہو تو وہ اس امر کی اطلاع اور آگاہی کرنے میں اولی ہے کہ تیری توجہ کے سبب سے ہماری توجہ بھی تیری طرف ہوئی بلکہ وہ شخص کہ عالم اُخروی میں ہے مستعد ہے اس اطلاع کے لئے پس تحقیق مطلع کرنا اُس شخص کا جو خارج ہے احوال عالم دنیا سے طرف بعض احوال عالم کے ممکن ہے جیسا کہ اطلاع کی جاتی ہے خواب میں اوپر احوال اس کے کہ وہ عالم اُخروی میں ہے کہ وہ اچھی حالت میں ہے یا بُری حالت میں پس تحقیق کہ خواب مثل موت کے ہے اور موت کا بھائی ہے اور بسبب موت کے ہم میں اُس چیز کے جاننے کی استعداد حاصل ہوئی جو حالت بیداری میں نہ تھی پس ایسا ہی جو شخص کہ دار آخرت میں پہنچے اور موت حقیقی اُس کو لاحق ہو جائے تو وہ اطلاع پر اُس عالم کے اولی اور لائق تر ہے لیکن جمیع احوال اُس عالم کے جمیع اوقات میں اُس کے سلکِ معرفت میں مندرج نہیں ہیں۔ جیسا کہ گزرے ہوئے لوگوں کے احوال ہمارے علم میں خواب کے وقت حاضر نہیں رہتے انتہیٰ۔ اس تقریر میں امام نے عوام کی حالت کو اخص الخواص اور خواص کے ساتھ تشبیہ دی۔ میرا یہ خیال ہے کہ تشبیہ بطریق اولویت کے ہے یعنی جب کہ عوام مخلوق کا حال دنیا میں ایسا ہے کہ اگر کوئی انسان کسی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو تو اُس دوسرے انسان کی بھی توجہ اُس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اُس کی اطلاع دل سے اُس متوجہ ہونے والے کے ہو جاتی ہے اور جیسا کہ ہم لوگوں کو بہ نسبت بیداری

کے خواب میں علم اُن کے احوال سے ہوتا ہے جو عالم آخرت میں بھی ویسا ہی وہ لوگ کہ اس عالم سے چلے گئے ہیں اُن کی طرف سے بھی ہمارے دل پر اُن کی توجہ کا اثر پڑتا ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کا مرتبہ اِس سے اعلیٰ ہے کہ ہم جب اُن کی طرف متوجہ ہوں اور ہماری توجہ سے اُن کی توجہ ہماری طرف ہو اور اثر اُس کا اُن کی طرف سے ہمارے دل پر پڑے اور اُن کی توجہ سے ہمارا کیا حال ہو۔ **ولا حادالمعارف معینات و مخصصات** اوپر تو بیان ہوا کہ کل احوال اس عالم کے جمیع اوقات میں اُن کے سلکِ معرفت میں نہیں ہیں۔ البتہ بعض حال اِس عالم کے افراد کا اُن کو معلوم ہوتا ہے مگر اس معلومیت کے لئے کئی وسائل اور علاقے ہیں جو اُن سے خاص اُن افراد عالم کے خاص احوال کا علم ارواحِ طیبہ خاصانِ الٰہی کو ہوتا ہے **منها همة صاحب الحاجة وهی استیلاء صاحب تلک الروح العزیزة علیٰ صاحب الحاجة** اُن وسائل سے ایک یہ بات ہے کہ ہمت صاحب حاجت کی یعنی صاحب حاجت کا اپنی ہمت ارواحِ طیبہ کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ چنانچہ خود امام ہمت کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ غلبہ کرنا اِس روح طبعی صاحب حاجت کا اوپر صاحبِ حاجت کے ہے یعنی جب آدمی کسی چیز کی طرف ہمہ تن مصروف ہوتا ہے تو اس کی روح اس چیز پر غلبہ کر جاتی ہے یعنی وہی چیز اُس کو دِکھنے لگ جاتی ہے وہی سنی جاتی ہے وہی دل میں تصور میں خیال میں بسنے لگ جاتی ہے اور سب طرف سے اُس کے حواس ظاہری معطل ہو جاتے ہیں۔ یہی معنی غلبہ روح کے ہیں۔ پس ہمت اپنی متوجہ کرنے سے صاحبِ حاجت کے ارواح طیبہ کا ایک اثر صاحبِ حاجت میں پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ اُس کی مثال امام نے دی ہے **وکما توثر مشاهدة صورة الحی فی حضور ذکره و خطور نفسه بالبال کذالک توثر مشاهدة ذالک المیت و مشاهدة تربته التی هی حجاب قالبه** ۔جیسا کہ اثر پیدا کرتا ہے مشاہدہ صورت زندہ شخص کا وقت ذکر اُس کے اور وقت اُس کے دل میں تصور کرنے کے ایسا ہی اثر ہوتا ہے مشاہدہ میں اُس میت کے اور مشاہدۂ قبر میں اُس کے جو اُس کے قالب کا حجاب ہے۔ **فان اثر ذالک المیت فی النفس عند غیبة قالبه لیس کاثر فی حال**

حضورہ و مشاھدۃ قالبہ و مشھدہ پس تحقیق کہ اثر اُس میت کا فی نفسہ وقت غائب ہونے اُس کے قالب کے نہیں ہے مثل اثر اُس کے وقت حاضر ہونے اُس میت کے اور مشاہدہ اُس کے قالب اور قبر کے۔ یہ بھی تشبیہ احوال عوام کے ساتھ احوال خواص اور اخص الخواص کی ہے یہ طریق امام نے شاید اس وجہ سے اختیار فرمایا کہ اگر خاص لوگوں کا حال بیان کیا جائے تو عوام کی فہم میں نہ آئے گا کیونکہ عوام کو خاص لوگوں کے احوال سے بالکل نامناسبت ہے۔ پس عام لوگوں کے احوال کے بیان سے اُن کو ادراک ہوسکتا ہے کہ ہمارا ایسا حال ہے تو خاص لوگوں کا حال بطریق اولیٰ ہوگا۔ **ومن ظن انہ قادر علی ان یحضر فی نفسہ ذلک المیت عند غیبۃ مشھدہ کما یحضر عند مشاھدۃ مشھدہ فذالک ظن خطأ فان للمشاھدۃ اثر ابینا لیس للغیبۃ مثلہ** اور جو گمان کرے کہ وہ قادر ہے اِس بات پر کہ میت کو اپنے دل میں غیبت کے وقت اُس کے قالب اور مشہد کے ایسا حاضر کرتا ہے جیسا مشاہدہ کے وقت اُس کے مشہد کے پس وہ گمان اُس کا خطا ہے اس لئے کہ مشاہدہ کے لئے اثر ظاہر ہے جو غیبت کے لئے نہیں۔ زائر کے لئے مزیت غائب پر ہونا حال اُس زائر کا ہے جو زیارت کے بعد ترقی نہ کیا ہو۔ خواہ وہ زائر مجحوب ہو یا واصل اس لئے کہ بروقتِ زیارت مشہد مبارک کے روح طیب اُس کے روبرو رہتی ہے پس اِس مشہد کے برکات اُس پر فائض ہوتے ہیں اور مشاہدہ مشہد کا اُس کی توجہ اور تصود کو معین ہوتا ہے اور بسبب زیارت کے اہل مشہد پر حق پیدا ہوتا ہے جیسا کہے ہیں کہ ہر زائر کو حق ہے یعنی دنیا میں کوئی شخص اگر کسی کی ملاقات کے لئے اُس کے مکان پر آئے تو ملاقات کرنے والوں کا خیال اور لحاظ پیدا ہوتا ہے۔ پس جن کو خدا نے مصداق **وانک لعلی خلق عظیم** کا بنایا ہے بلکہ بغیر حضوری اُن کے پاس وہ لوگ رفاہ خلائق کی طرف متوجہ ہیں بعد اُن کی زیارت کے اُن کی توجہ کا کیا حال ہو لیکن جو زائر کہ بوقت زیارت مجحوب ہو اور بعد زیارت حالتِ غیبوبت میں اُس کو وصالِ الٰہی سرفراز ہوگیا ہو اور یہ مرتبہ سرفراز نہیں ہوتا جب تک محویت ذاتِ محمدی میں سرفراز نہ ہو اور حالتِ محویت میں قربِ حقیقی نبوی سرفراز ہوتا ہے جو قربِ ظاہری سے بوقتِ زیارت مجحوب کو ہوتا ہے بدرجہا افضل

ہے جیسا کہ سعدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ دوران باخبر در حضور ونزدیکان بے بصر دور۔ **ومن استعان فی الغیبة بذالک المیت لم یکن ھذہ الاستعانة خرافا ولا تخلوا من اثرمّا** ۔ جو شخص کہ مدد طلب کرے اُس میت سے تو نہ ہوگا یہ مدد طلب کرنا بیکار اور نہ خالی ہوگا۔ یہ ایک اثر سے انتہیٰ محرر اوراق عرض کرتا ہے کہ مقصود نقل قول امام حجۃ الاسلام سے خاص یہی قول ہے کہ امام حجۃ الاسلام علماء شریعت سے ہیں جو کچھ اُن کا تجربہ علومِ شریعت میں ہے شہرۂ آفاق ہے۔ پس وہ فرماتے ہیں کہ خاصانِ حق سے مدد طلب کرنا بعد اُن کے دنیا سے پردہ کرنے کے اثرِ عظیم رکھتا ہے۔ پس اُنھوں نے بھی استمدادِ غائب کو منع نہیں فرمایا اور نہ ندا کو ناجائز کہا بلکہ استمدادِ غائب میں ایک اثر کے قائل ہوئے پھر استمدادِ غائب میں جو اثر پیدا ہوتا ہے اُس کی دلیل میں دو حدیث بیان کئے۔ حدیث اول: **قال علیہ السلام من صلی علیّ مرة صلیت علیہ عشرا** ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے میں اُس کے لئے دس دفعہ نزولِ رحمت کے لئے خدا سے دعا کرتا ہوں۔ پس آپ پر درود بھیجنا خواہ حالتِ غیبوبت میں ہو یا حضوری میں اُس سے آپ کی ذاتِ پاک پر ایک اثر پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے آپ اُس کے لئے دس بار نزولِ رحمت کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ **ومن اجاب الموذن حلت لہ شفاعتی** اور جو شخص کہ موذن کو جواب دے اُس کے لئے میری شفاعت حلال ہے ایسا ہی موذن کو جواب دینا خواہ کیسی ہی جائے ہو حاضراً یا غائباً اُس کے لئے خاص شفاعت کا وعدہ حضرت نے فرمایا کیونکہ شفاعتِ عامہ کا حضرت کی ہر مومن امیدوار ہے۔ دوسری حدیث امام نے اِس امر کی دلیل بیان فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مطہر کی زیارت سے زائر کے حال پر حضرت کی کیا سرفرازی ہوتی ہے۔ **ومن زار قبری وجبت لہ شفاعتی** ۔ جو میری قبر (شریف) کی زیارت کرے اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔ جب کہ آپ کی قبر مطہر کی زیارت سے فیضان وجوب شفاعت زائر کے حال پر ہوتا ہے۔ اِس لئے امام نے مضمونِ حدیث پر اپنے قول کے ساتھ تفریع کی ہے **فالتقرب بقالبہ الذی ھوا خص الخواص بہ وسیلة تامة لتقاضیہ**

للشفاعة پس نزدیکی حاصل کرنا آپ کے قالبِ شریف کے ساتھ جو وہ سب سے زیادہ آپ سے خاص ہے پورا وسیلہ ہے جو آپ کی شفاعت کو چاہنے والا ہے۔ **والتقرب بولده الذی هو بضعة منه ولو بعد توالد وتناسل والتقرب بمشهده و مسجده وبلدته وعصاه و سوطه و غضارته والتقرب بعادته وسیرته والتقرب بکل ماله منها مناسبة الیه تقرب موجب للتقرب الیه مقتض لشفاعته** ۔اور نزدیکی چاہنا آپ کے فرزند کے ساتھ جو وہ آپ کے جزء ہیں اگرچہ کئی پشت کے بعد ہوں اور نزدیکی چاہنا آپ کی قبر شریف کے ساتھ اور آپ کی مسجد شریف اور شہر مبارک اور عصاء مبارک اور کوڑہ اور ظرف گلی اور عادت اور خصلت مبارک کے ساتھ اور نزدیکی چاہنا ہر ایک اُس چیز کے ساتھ کہ اُس سے آپ کی ذات مبارک کو مناسبت ہے یہ باعث آپ کی نزدیکی کا ہے جو آپ کی شفاعت کو مقتضی ہے۔ **فانه لافرق عندالانبیاء فی کونهم فی دارالدنیا وفی کونهم فی دارالاخرة الا فی طریق المعرفة فان اٰلة المعرفة فی الدنیا الحواس الظاهرة وفی العقبی الة یعرف بها الغیب اما فی کسوة مثال واما علی سبیل التصریح** پس تحقیق کہ انبیاء کے پاس فرق نہیں ہے بیچ ہونے اُن کے دارِ دنیا میں اور بیچ ہونے اُن کے دارِ آخرت میں مگر طریق معرفت میں پس سبب معرفت کا دنیا میں حواس ظاہرہ ہیں اور آخرت میں سبب معرفت کا وہ ہے جس سے حالِ غیب معلوم ہوتا ہے یا بلباس مثال یا صراحتًہ یا قول امام کا رجوع کرتا ہے۔ طرف ابتداء قول اُن کے جو **فالتقرب بقالبه الذی هو اخص الخواص الخ** سے اور ایک جملہ محذوف ہے یعنی نزدیکی کرنا آپ کے قالب شریف کے ساتھ وسیلہ تامہ ہے موجب ہے شفاعت کا پس یہ تقرب آپ کے قالب شریف کے ساتھ ہر دو صورت میں برابر ہے۔ خواہ آپ دنیا میں تشریف فرما ہوں یا عالمِ آخرت میں دنیا میں آپ کی صحبت میں حاضر رہ کر اور اگر آپ عالمِ آخرت میں ہیں تو آپ کی قبر شریف کی زیارت حاصل کر کے اور آپ کا خیال اور تصور دل میں جما کر اور اپنی روح اور جان کو ہمہ تن حضرت کی جانب مصروف کر کے حضرت کے قالب شریف سے نزدیکی حاصل کر سکتا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا

قالب شریف جیسا کہ دنیا میں تھا ویسا ہی عالمِ آخرت میں ہے کیونکہ حق تعالیٰ حرام کیا ہے زمین پر اجساد طیبہ علیہم السلام کو کہ کھاوے اگر فرق ہے تو فقط ہمارے آلۂ معرفت میں کہ ہم حضرت کو ہمارے حواس ظاہری سے دنیا میں پہچانتے ہیں اور عالمِ آخرت میں حضرت کو اُس آلہ سے پہچانتے ہیں کہ جس سے ہم کو انسانِ غائب کا حال معلوم ہوتا ہے وہ آلہ ہماری روح اور دل کا خیال جمانا ہے کہ ہم کو بہ سبب روح کے عالمِ رویا میں غائب کا حال معلوم ہوتا ہے خواہ مثال کے لباس میں خواہ صراحۃً یعنی ذات بعینہ اگر ہم دل میں کسی شخص کا خیال جمائیں تو اُس شخص کی صورت ہمارے دل میں اور خیال اور تصور میں موجود ہو جاتی ہے۔ **وما الاحوال آخر فی التقرب والشفاعة فلا تتغیر** ۔لیکن دوسرے احوال جو حضرت سے نزدیکی اور قربت حاصل کرنے کے ہیں وہ متغیر نہیں ہوتے خواہ آپ عالم دنیا میں برآمد ہوں یا عالم آخرت میں یہ قول راجع ہے طرف قول امام کے **والتقرب بولده** ہے یعنی تقرب آپ کے قالب شریف کے ساتھ حاصل کرنے کی صورت میں البتہ ہمارے آلۂ معرفت میں فرق ہے کہ آپ دنیا میں تشریف فرما ہوں تو آپ کو شناخت کا سبب اور ہے اور آخرت میں تشریف فرما ہوں تو آلۂ معرفت ہمارا دوسرا ہے۔ اگر دوسرے اس باب جو آپ کی تقرب حاصل کرنے کے ہیں جس کی تفصیل امام نے فرمائے کہ تقرب آپ کی اولاد امجاد سے یا آپ کے افعال مبارک یا مسجد وغیرہ اُس کا حال مختلف نہیں اس بات میں کہ خواہ آپ دنیا میں تشریف فرما ہوں یا آخرت میں۔ **والرکن الاعظم فی ھذا الباب الامداد والاھتمام من جھة الممد وان لم یشعر صاحب الوسیلة بذالک المدد** اور رکن اعظم اس باب میں مدد کرنا اور اہتمام کرنا ہے طرف سے مدد کرنے والوں کے اگرچہ نہ جانے وہ شخص کہ جس نے خاصانِ الٰہی کو وسیلہ کیا ہے اس مدد کو۔ پہلے امام بیان کر چکے ہیں کہ خاصانِ حق سے حاجت روائی ہونے میں دو رکن ہیں۔ ایک طلب مدد کرنا حاجت مند کا دوسرا مدد کرنا خاصان حق کا۔ اب امام یہ فرماتے ہیں کہ ان دو رکنوں میں بڑا رکن حاجت روائی میں خاصانِ حق کا مدد کرنا ہے کیونکہ رکن اول جو مدد چاہتا ہے اُس سے یہی مقصود ہے کہ خاصانِ حق مدد فرماویں وہ مستقلاً حاجت روائی کو کافی

نہیں ہے۔**فانه لو وضع شعر رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم او وسادته اوسوطه على قبر عاصٍ او مذنبٍ نجا ذلک المذنب ببركات تلک الذخيرة من العذاب و ان كان فى دار انسان او بلدة لا يصيب تلک الدار و اهلها و تلک البلدة و سكّانها ببركاتها بلاء و ان لم يشعر بها صاحب الدار و ساكن البلدة** پس تحقیق کہ شان یہ ہے کہ اگر رکھا جائے موئے مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا تکیۂ مبارک یا کوڑا آپ کا گنہگار کی قبر پر نجات پاوئے گا یہ گنہگار برکات سے اُس کے عذاب سے اگر وہ تبرکات کسی کے مکان میں ہوں یا کسی شہر میں ہوں تو اُس مکان اور اہل مکان اُس شہر اور اہل شہر پر بلا نہ آوئے گی اُن تبرکات کی برکت سے **فان اهتمام النبى صلى الله عليه و آله و سلم وهو فى العقبىٰ مصروف الى ماهو به منسوب و دفع المكاره و الامراض و العقوبات مفوضة من جهة الله تعالىٰ الى الملآئكة وكل ملک حريص على اسعاف ماحرص النبى صلوٰة الله و سلامه عليه بِهّمتهٖ اليه عن غيره كما كان فى حال حيٰوته فان تقرب الملائكة بروحه المقدسة بعد موته ازيد من تقربهم به فى حال حيٰوته.** پس تحقیق کہ توجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُس حالت میں کہ حضرت آخرت میں تشریف فرما ہیں مصروف ہے اس طرف جو حضرت کی جانب منسوب ہے یعنی آپ رحمۃ للعالمین ہیں آپ کی ذات تمام جہاں کے لئے رحمت ہے آپ کی ہمت مبارک ہمیشہ رفاہ خلق اور اُن کی حاجت روائی کی طرف متوجہ ہے اور مکروہات اور امراض اور عقوبات کا دفع کرنے کے لئے خدا کی جانب سے فرشتے مقرر ہیں اور فرشتہ حریص ہے اوپر جاری کرنے اُس چیز کے جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حریص ہیں اپنی ہمت مبارک کے ساتھ بہ نسبت اور چیزوں کے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی حال حیوٰۃ میں اُس طرف متوجہ تھے۔یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کہ حالت حیات میں اُمت کی بہبودی کی جانب متوجہ تھے ویسا ہی جب عالم آخرت میں تشریف فرما ہیں اب بھی بہبودی اُمت کی طرف متوجہ ہیں۔پس تحقیق کہ ملائکہ کی نزدیکی آپ کی روح

مقدس کے ساتھ بعد آپ کے وفات شریف کے بہت زائد ہے اُس حالت سے جو آپ کی حیات میں تھی۔ **ونقل انه صلی اللہ علیه و اٰله و سلم غرس غُصناً رطباً فی قبر انسانٍ وقال رفع اللہ تعالیٰ عن صاحبه العذاب مادام ھذا الغصن رطبا وذلک من برکات یدیه صلی اللہ علیه و اٰله و سلم** منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم شاخ سبز ایک آدمی کی قبر میں نصب فرمائے اور کہے کہ صاحب قبر سے خدا نے عذاب اُٹھالیا جب تک کہ یہ شاخ تر ہے اور یہ برکات حضرت کے دست شریف کے ہیں۔ **وکل من اطاع سلطاناً و عظّمه فاذا دخل بلده ورأی فیھا سھما من جعبة ذٰلک السلطان اوسوطاله فانه یعظم تلک البلدة فالملائکة یعظمون النبی صلی اللہ علیه و اٰله و سلم فاذا رأو ذخائره فی دارٍ او بلدةٍ و قبرٍ عظموا صاحبه و خففوا علیه العذاب و لذلک السبب تنفع الموتی ان توضع علی قبورھم المصاحف ویتلی القرانُ علی رؤس قبورھم و یکتب القران علیٰ قراطیس و توضع القراطیس فی ایدی الموتی.** اور جو وہ شخص کہ بادشاہ کی اطاعت کرے اور اُس کی تعظیم کرے جبکہ اُس کے شہر میں داخل ہو اور اُس میں ایک تیر دیکھے کہ سلطان کی ترکش سے ہے پس وہ شخص اُس شہر کی تعظیم کرتا ہے پس ملائکہ علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں پس جس وقت ملائکہ آپ کے آثار شریف کو کسی گھر میں یا کسی شہر میں یا قبر پر دیکھتے ہیں اُس گھر اور شہر یا قبر والوں کی تعظیم کرتے اور صاحب قبر سے تخفیف عذاب کرتے ہیں اور اسی باعث سے موتی کو نفع دیتا ہے کہ قبر پر مصاحف رکھے جائیں اور اُن کے پاس قرآن پڑھا جائے اور کاغذوں پر قرآن لکھ کر اموات کے ہاتھ میں دی جائے۔ ف۔ اس تقریر مبسوط امام حجۃ الاسلام کے لکھنے سے عبارت وسطانی مقصود ہے جو امام کا قول ہے کہ خاصان خدا سے غائب میں استعانت کرنا اثر عظیم رکھتا ہے اوّل وآخر کی عبارت بسبب مشتمل ہونے کے فوائد مستعدہ پر نقل کی گئی تا کہ ناظرین کو استفادہ ہو دلیل منکرین ندا کی جو یہ ہے کہ لفظ ''یا'' نداء حاضر کیلئے اور سوائے خدا کے سب حاضر و ناظر کوئی فرد مخلوق نہیں اگر کسی کو سوائے خدائے

تعالیٰ کے سب جا حاضر و ناظر جانے تو شرک ہے **جواب** اُس کا یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ سب جا حاضر و ناظر سوائے خدائے تعالیٰ عزاسمہ کے کوئی نہیں ہے مگر جب حکم ندا حدیث اور عمل صحابہ اور اجماع سے ثابت ہوا اور اقوال اولیاء اللہ اُس کے مطابق ہیں اور احوال اولیاء اللہ سے ندا کے فوائد تواتر کے حد سے بھی بڑھ گئے ہیں تو اس صورت میں مسئلۂ ندا کی کیوں ایسی توجیہ کی جائے جو شرک کی حد کو پہونچے اور حدیث اور اجماع اور عمل صحابہ اور اقوال اور احوال اولیاء اللہ کا انکار کیا جاوے۔ خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ جب ہم نے اس امر کا اقرار کر لئے کہ سب جائے حاضر و ناظر سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے تو ہمارا خیال جو شرک کا تھا وہ نہ رہا اب یہ بات باقی رہی کہ ندا سے سب جائے حاضر و ناظر جاننا خاصان خدا کا لازم آتا ہے جو یہ شرک ہے یہ ملازمت بھی بالکل غلط ہے اگر تمہاری یہ ملازمت صحیح ہوتی تو کیوں حدیث اُس کے جواز کا حکم دیتی اُس پر عمل صحابہ کیوں ہوتا اور اجماع اُس کی جواز پر کیوں منعقد ہوتا اور کیوں اولیاء اللہ حکم ندا کا دیتے اور عام خلائق کو کیوں نفع پہونچتا۔ پس یہ شرک کیسا ہوا کیا حدیث سے جواز شرک ثابت ہے یا علماء جواز شرک پر اجماع کئے یا اولیاء اللہ اجازت شرک کی دیتے ہیں معاذ اللہ بلکہ جو احادیث اس باب میں وارد ہیں اور اجماع اُمت جو جوازِ ندا پر ہوئی اور احوال و اقوال اولیاء اللہ اُس کے شاہد ہیں اُس کی توجیہ صحیح ہو سکتی ہے کہ جس سے نہ تو شرک لازم آتا نہ انکار حدیث اور اجماع ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خدا نے وجود انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو سراسر نفع رسانی خلائق کے واسطے پیدا کیا ہے اُن کو اپنی بارگاہ میں واسطہ فیض رسانی کا کیا پس بوقت ندا اُن کے اسماء کے خدا کی جانب سے جو وہ سب جا حاضر و ناظر ہے اُن کو اطلاع ہو جاتی ہے پس وہ ندا کرنے والوں کے حال سے مطلع ہو جاتے ہیں اور اُن کی مدد کی طرف بدعا اور شفاعت متوجہ ہوتے ہیں۔ پس اسی توجہ کے مصدق احادیث میں جو جواز ندا پر دال ہیں اور اسی کے ممد اجماع اور اسی کی ممد اقوال اولیاء اللہ اور اُن کے احوال ہیں۔ اُس میں کوئی شرک کی بات نہیں اور ایسی توجیہ سے آدمی شرک سے بچتا ہے اور انکار احادیث اور اجماع اور اقوال اولیاء اللہ اور اُن کے احوال کے انکار سے جو ایک وبال عظیم ہے محفوظ رہتا ہے اور فیضان خاصان الٰہی

سے مستفید ہوتا ہے جو سعادت عظمیٰ ہے بخلاف اُس کے جو اہل خلاف توجیہ کرتے ہیں۔ اس سے انکار احادیث اور نیز انکار اجماع اور اقوال اور احوال اولیاء اللہ کا ناشی ہوتا ہے جو ایک بار گراں ہے اس سے خود بھی فیضان خاصان خدا سے محروم رہتا ہے اور دوسروں کو بھی محروم رکھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس توجہ میں دو مقدمہ مذکور ہیں۔ اول یہ کہ خدا نے انبیاء اور اولیاء اللہ کو نفع رسانی خلائق کے لئے پیدا کیا ہے اور اُن کو اپنی بارگاہ میں واسطہ فیض رسانی خلائق کیا ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ کہ بوقت نداء اُن کے اسماء کے اُن کو خدا کی جانب سے اطلاع ہوتی ہے پس وہ حاجت روائی خلائق کے لئے بدعا اور شفاعت متوجہ ہو جاتی ہیں۔ بیان مقدمہ اولیٰ وہ یہ کہ انبیاء اور اولیاء کی ذوات مطہرہ کو خدا نے نفع رسانی خلائق کے لئے پیدا کیا ہے اُس کی تقریر آگے گذری کہ انبیاء علیہم السلام کی ذوات مطہرہ اور اولیاء اللہ کی ذوات طیبہ سے کیا کیا منافع دنیوی واُخروی خلائق کے مربوط ہیں۔ مقدمہ ثانیہ وہ یہ کہ بوقت ندأ اُن کے اسماء کے اُن کو خدا کی جانب سے اطلاع اس ندا کی ہو جاتی ہے پس وہ حاجت روائی خلائق کے طرف بدعا اور شفاعت متوجہ ہو جاتی ہیں پس یہ مقدمہ بھی مشتمل دو جزو پر ہے۔ جزء اول یہ کہ بوقت ندا اُن کے اسماء کے اُن کو اُس کی اطلاع خدا کی جانب سے ہو جاتی ہے۔ توضیح اُس کی یہ ہے کہ حدیث اوپر مذکور ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم فرمائے جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے تو میں اُس کے لئے دس بار نزول رحمت کی دعا کرتا ہوں اور دوسری حدیث میں وارد ہے کہ جو جمعہ کے روز مجھ پر درود عرض کرے اُس کو بذاتہ میں سنتا ہوں اور دونوں کا درود فرشتے مجھ تک پہونچاتے ہیں پس جبکہ درود کی اطلاع بذاتہ یا بواسطہ فرشتہ حضرت کو ہو جاتی ہے تو جو لوگ مصیبت زدہ حضرت کو بوقت مصیبت پکاریں اُس کی اطلاع حضرت کو کیوں نہ ہو۔ کیونکہ حضرت ہمیشہ اپنی اُمت مرحومہ کے رفاہ کے طرف متوجہ ہیں دنیا میں بھی ہمیشہ حضرت کو اپنی اُمت کا خیال رہا آخرت میں بھی ایسا ہی ہے حضرت کی ذات مبارک تو کافرین کے لئے بھی رحمت ہے امم سابقہ میں جیسا کہ کافرین پر عذاب دنیا میں ہوتا تھا باعث آپ کے حق تعالیٰ کافرین پر عذاب نازل کرنے میں اغماض فرماتا ہے پس حضرت کی رحمت کاملہ بوقت مصیبت

آپ کے نام مبارک کے ساتھ ندا کرنے والوں کے لئے کیوں نہ جوش میں آئے اور خدا کی وسعت رحمت کیوں نہ متقاضی ہو کہ جب کوئی اُمتی آپ کا مصیبت زدہ اُس کے حبیب کو پکارے حق تعالیٰ اُس کی اطلاع کیوں اپنے حبیب کو نہ دیوے یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ندا کرنے کا ہوا اب حال اولیاء اللہ کے اسماء کے ساتھ ندا کرنے کا سن لیجئے کہ اولیاء اللہ فیض یافتگان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور حضرت کے تابعین ہیں پس جو حال کے متبوع کا ہے وہی حال تابع کا ہے۔ علاوہ اُس کے جب جنگل میں **اعینونی یا عباد اللہ** کا حکم ہوا کہ بوقت مصیبت کے بندگان خدا کو پکارو جبکہ اطلاع خدا کی طرف سے بندگان خدا کو پکارنے کی نہ ہو بندگان خدا کی طرف سے کیا اعانت ہوگی پس بندگان خدا کو پکارنے کا حکم جو حدیث سے ثابت ہوا بیکار ہوگا۔ تیسری بات یہ ہے کہ حدیث طنین گوش جو مذکور ہوئی اُس سے یہ بات ثابت ہے کہ بوقت یاد کرنے مومن کے کان تک اُس کا اثر پہونچتا ہے پس مومنین کاملین جو اولیاء اللہ ہیں اُن کو پکارنے کے وقت اُن کو پکارنے کی کیوں نہ اطلاع ہو۔ چوتھی یہ بات ہے کہ اولیاء کبار فرمائے ہیں کہ بوقت مصیبت ہم کو پکارا کرو ہم تمہاری مدد کریں گے اور تواتر اخبار اور تجربات کثیرہ سے بھی یہ امر ثابت ہے کہ بوقت ندا اولیاء اللہ کے تائید ہوتی ہے اور حاجت مندا اپنے مقصود کو پہونچتے ہیں پھر جبکہ خدا کی طرف سے بوقت ندا اولیاء کو اطلاع نہ ہو تو پھر ارشادِ اولیاء اللہ کس امر پر محمول کئے جائے اور حاجت روائی خلائق بوقت ندا اُن کے اسماء کے کیسی ہو۔ پانچواں یہ ہے علماء اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ اولیاء اللہ کو کرامۃً کشف غیب ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال اوپر مذکور ہو گیا کہ بغیر توجہ ساریہؓ کے اور نداء اسم شریف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساریہؓ کا حال حضرت عمرؓ کو مکشوف ہو گیا۔ پس اگر بوقت ندا کے اولیاء اللہ کو کشف غیب ہوا اور ندا کا حال اُن کو معلوم ہو تو کیا عجب ہے میں اب فتویٰ شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کا واسطے زیادہ توضیح کے نقل کرتا ہوں جو جواب میں ایک سوال کے کشف غیب اولیاء اللہ کے حال میں تحریر فرمائے ہیں وہ فتاوی حدیثیہ میں درج ہے وہ یہ کہ کسی نے شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کوئی کہے کہ مؤمن غیب جانتا ہے تو کیا اُس قائل کو کافر کہا جاوے

بسبب قول اللہ تعالیٰ کے قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ ۔کہو تم اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتا ہے جو شخص آسمان وزمین میں ہی غیب کو سوائے خدا کے اور قول اللہ کا عالم الغیب فلا یظھرہ علیٰ غیبه احدا ۔یعنی حق تعالیٰ جاننے والا غیب کا ہے پس نہیں خبردار کرتا ہے اپنے غیب پر کسی کو۔ یا قائل سے تفصیل پوچھا جائے کہ مؤمن کی غیب جاننے سے کیا مراد ہے کیونکہ جزئیات غیب کا جاننا باطلاع الٰہی مومن کو جائز ہے کل غیب کا جاننا البتہ خدا کا خاصہ ہے جواب دیئے شیخ نے کہ ایسے قائل پر اطلاق کفر نہ کیا جائے۔ بلکہ اُس سے تفصیل پوچھی جائے۔من بعد وہ اگر کہے کہ میری مراد مومن کی غیب جاننے سے یہ ہے کہ بعض اولیاء کو خدا بعض غائب چیزوں کی اطلاع کرتا ہے تو اس قائل کا یہ قول قبول کیا جائے کیونکہ یہ عقلاً جائز ہے اور نقلاً واقع ہے کیونکہ از جملہ کرامات اولیاء اللہ ہے جو اس قسم کی کرامات اولیاء اللہ سے بکثرت ظہور میں آئے۔ ہر زمانہ میں بعض اولیاء اللہ بعض مغیبات کو بہ الہام الٰہی جانتے ہیں اور بعض اولیاء اللہ مغیبات کو بکشف حجاب جانتے ہیں بعض اولیاء اللہ کو لوح محفوظ سے مغیبات مکشوف ہوتے ہیں اور کفایت کرتی ہے اس امر میں وہ جو قرآن شریف میں خبر ہے خضر علیہ السلام کے حال سے بنا کرتے اس امر کے کہ آپ ولی ہیں اور یہی مذہب اکثر علماء اور تمام عارفین کا ہے لیکن اصح یہ ہے کہ آپ نبی ہیں اور وہ حال جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا روایت کیا گیا کہ آپ نے ایک عورت کے حمل سے خبر دیئے کہ لڑکا ہے ایسا ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حال سے روایت ہے کہ آپ کو ساریہ اور اُن کے لشکر کا حال مکشوف ہوا پس آپ نے فرمائے اس وقت کہ آپ منبر پر جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اے ساریہ پہاڑ کو اختیار کرو حضرت بچاتے تھے اُس قابوگاہ سے جو دشمن استیصال مسلمین کا ارادہ کئے تھے اور وہ روایت کو بصحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہوئی کہ حضرت عمرؓ اُن لوگوں سے ہیں جن پر حق تعالیٰ الہام فرماتا ہے اور رسالہ قشیری وعوارف سہروردی میں وغیرہما میں جو احوال اولیاء اللہ کے کتب ہیں روایات بے شمار ہیں کہ جس میں ذکر ہے کہ اولیاء اللہ نے غائب باتوں کی خبر دیئے ہیں جیسا کہ قول بعض اولیاء اللہ کا کہ میں کل کے روز وقت ظہر مروں گا ایسا ہی ہوا جب

اُن کا دفن ہوا تو وہ اپنی آنکھ کھول دیئے پس جو لوگ اُن کو دفن کئے تھے کہے کیا موت کے بعد زندگی ہے اُنھوں نے فرمائے کہ میں زندہ ہوں اور جو خدا کے دوست ہیں وہ زندہ ہیں اور قول بعض اولیاء اُس شخص کو کہ واسطے امتحان کے اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ **اعلموا ان اللہ یعلم مافی انفسکم فاحذروہ** یہ آیت قرآنی ہے اُس کی معنی یہ ہیں تم جان لو اس بات کو کہ خدا تمہارے دلوں کی بات جانتا ہے پس خدا سے خوف کرو پس جو شخص بطریق انکار حاضر ہوا تھا یہ آپ کے کشف باطن سے متنبہ ہوا اور اپنے دل میں توبہ کیا تو اُنھوں نے یہ آیت پڑھی۔ **ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ** یعنی اللہ کی وہ ذات پاک ہے کہ اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا ہے اور سہروردی حضرت جیلانی رضی اللہ عنہ سے روایت کئے ہیں کہ حضرت ایک شخص کو فرمائے کہ تیرے پاس فلانے شخص کی امانت ہے (وہ مجھ کو دے) پس وہ شخص توقف کیا کیونکہ شرع مانع تھی پھر جبکہ اُس کو سوائے اُس امانت کے حضرت کی خدمت میں گذران دینے کے چارہ نہیں ہوا اُس امانت کو آپ کی خدمت میں گذران دیا پھر جس نے امانت رکھوایا تھا اُس کے پاس سے خط آیا کہ اس قدر زرِ نقد حضرت کی خدمت میں پہونچا دے پس وہ اسی قدر تھا جو وہ حضرت کو گذرانا تھا۔ ایسا ہی امام یافعی نے کہے ہیں اور امام یافعی نے حضرت جیلانی رضی اللہ عنہ سے باسناد صحیحہ روایت کئے کہ ایک شیخ نے ایک جماعت کو حضرت کی خدمت میں روانہ کئے کہ وہ حضرت سے کہیں کہ چالیس سال سے میں درکات باب قدرت میں ہوں اور آپ کو وہاں دیکھا نہیں پس اس وقت حضرت جیلانی رضی اللہ عنہ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو فرمائے کہ تم فلاں ولی کے پاس جاؤ تم راستہ میں ایک جماعت کو پاؤ گے جو وہ شیخ نے اُن کو اس پیام سے میرے پاس بھیجے ہیں تم اُن کو اپنے ساتھ اُن شیخ کے پاس پھر لیجاؤ اور اُن کو کہو کہ تم کو شیخ عبدالقادر سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم درکات میں ہو اور جو لوگ کہ درکات میں ہیں اُن کو نہیں دیکھتے جو مقام حضرت میں ہیں اور جو مقام حضرت میں ہیں اُن کو نہیں دیکھتے جو مقام مخدع میں ہیں میں مقام مخدع میں ہوں داخل ہوتا ہوں اور نکلتا ہوں باب سر سے جو تم مجھ کو نہیں دیکھتے ہو سا تھ نشانی اُس خلعت کے جو میں نے اپنے ہاتھ پر تمہارے واسطے نکالا تھا

وہ خلعت رضا تھی اور ساتھ نشانی اُس خلعت کے جو فلاں شب کو میرے ہاتھ سے تم کو پہنائی گئی وہ خلعت فتح ہے اور ساتھ نشانی اُس کے کہ درکات میں بارہ ہزار ولی کے روبرو تم کو خلعت ولایت دی گئی کہ وہ فرجیۂ سبز تھی جس کا نقش سورۂ اخلاص تھا میں نے تمہارے لئے نکالا تھا بالآخر وہ شیخ نے جب یہ کیفیت سنی تو کہے کہ شیخ عبدالقادر سچ فرمائے اور آپ صاحب وقت اور صاحب تصرف ہیں۔ف ا یہ روایت بہجۃ الاسرار میں بھی ہے جو خصیصۂ مخدع میں نقل کی گئی اور شیخ اس جائے مبہم میں وہاں اُن کے نام کی تصریح ہے کہ وہ شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی ہیں فرق درمیان اُس روایت کے اور بہجہ الاسرار کے روایت کے یہ ہے کہ اُس میں بارہ اولیاء اللہ کے روبرو خلعتِ ولایت شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی کو دیا جاتا ہے اور یہاں بارہ ہزار ہیں انتہیٰ پھر شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابی الغیث ابن جمیل علیہ الرحمہ کا حال بھی ایسا ہی واقع ہوا کہ ایک راہزن نے آپ کے پاس غلہ لایا اور دوسرے نے ایک بیل لایا پس شیخ نے حکم دیئے کہ اُس کو پکایا جائے اور کھایا جائے فقہا اُس کے کھانے سے باز رہیں پس بعد کھانے فقرا کے ایک شخص شیخ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے آپ کے فقراء کے لئے غلہ نذر کیا تھا اور دوسرا شخص آیا اور کہا کہ میں نے آپ کے فقراء کے لئے ایک بیل نذر کیا تھا پس رہزنوں نے وہ غلہ اور بیل لے لئے اور شیخ نے حکم فرمائے تھے کہ اُس بیل کا سر باقی رکھا جائے پس جس نے بیل نذر کیا تھا اُس کو بیل کا سر دکھائے اور اُس نے بیل کو پہچان لیا پھر فقہا نے مخالفتِ شیخ پر نادم ہوئے۔مثال ان کرامات کے اولیاء اللہ سے اس قدر صادر ہوئے ہیں کہ جس کی گنتی نہیں ہے اور کفایت کرتا ہے قول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو حدیث صحیح ہے کہ میری اُمت میں وہ لوگ ہیں جس کو الہام الٰہی ہوتا ہے اُن میں سے عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ تم مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ایک وقت حضرت جنید علیہ الرحمہ جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے ایک نصرانی آپ کی مجلس میں آکر ٹھہرا یعنی حضرت جنیدؒ اُس کو نہیں جانتے تھے کہ وہ نصرانی ہے اور ظاہر لباس اُس کا کچھ مسلمانوں کے لباس سے ذرا بھی فرق نہیں رکھتا تھا۔پس نصرانی نے کہا کہ معنی اس حدیث کے کیا ہیں جو آنحضرت صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائے کہ تم مومن کے فراست سے ڈرو کہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے پس حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑا مراقبہ فرما کر ارشاد فرمائے کہ تو مسلمان ہو جا تیرے اسلام کا وقت آ گیا ہے پس وہ نصرانی اسلام لایا کسی نے بعض اولیاء اللہ سے پوچھا معنی فراست کے جو فراست کہ اس حدیث میں مذکور ہے اُنھوں نے فرمائے کہ مومنین کی ارواح ملکوت میں سیر کرتے ہیں پس معانی غیوب پر مطلع ہوتے ہیں پس بیان کرتے ہیں وہ باتیں کہ خلق پر مخفی ہیں یہ بیان مشاہدہ اور عیاں ہے نہ بیان ظن اور تخمین۔ معتزلہ کرامات اولیاء اللہ کے منکر ہیں بر بناء استثناء جو کہ آیت ثانیہ میں مذکور ہے وہ کہتے ہیں کہ استثناء منقطع ہے ف ا اگرچہ سوال میں آیۃ ثانیہ کا استثناء مذکور نہیں ہے مگر آیۃ ثانیہ کا استثناء یہ ہے: **عالم الغیب فلا یظهر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول** ۔یعنی خدا جاننے والا ہے غیب کا پس خدا خبردار نہیں کرتا ہے کسی کو اپنے غیب پر مگر رسول کو جو وہ پسند کرتا ہے معتزلہ اس استثناء کو منقطع خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سوائے رسول کے خدا کسی کو غیب کی اطلاع نہیں کرتا پس وہ اپنے اس تقریر سے کرامات اولیاء اللہ کے منکر ہیں انتہیٰ اب تتمۂ فتویٰ ابن حجر کی عبارت تحریر کرتا ہوں۔ اولیاء اللہ کو جزئیات علم غیب کے معلوم ہوتے ہیں اور ان روایتوں میں علم غیب کا جاننا جو خاص خدا کے لئے مذکور ہے وہ علم غیب کلی اور استقلالی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو جزئیات مغیبات سے جو اطلاع ہوتی ہے وہ خدا کے جانب سے ہوتی ہے پس یہ آیات علم جزئیات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے منافی نہیں ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو جو جزئیات مغیبات کی اطلاع ہوتی ہے خود بخود استقلالاً نہیں ہوتی بلکہ باطلاع الٰہی ہوتی ہے پس اس صورت میں علمِ غیب کا استقلال خاص خدا کے لئے ہوا۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جو معنیٰ اُن روایتوں کی میں نے ذکر کیا نووی (رحمہ اللہ) نے بھی یہی معنی ذکر کئے کہ وہ کہتے ہیں کہ معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ غیب کو نہیں جانتا کوئی بالاستقلال یا غیب کے لئے کسی کو احاطہ علمی نہیں ہے کہ غیب کلی کو کوئی جان سکے سوائے خدا کے لیکن معجزات اور کرامات پس بباعث اطلاع الٰہی کے ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو خدا کی جانب سے ہوتی ہے پس وہ بباعث اطلاع

الٰہیٰ کے غیب کو جانتے ہیں اُن کا علم غیب جو ہوتا ہے وہ معمولی اور عادی نہیں ہوتا تمام ہوا کلام نووی کا شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو علم مغیبات باطلاع الٰہی قائل ہونے سے کوئی محال پیدا نہیں ہوتا پس اس سے انکار عناد ہے کیونکہ یہ امر بدیہی ہے ایسے اعتقاد سے مشارکت انبیاء علیہم السلام کی یا اولیاء اللہ کی اُس صفت میں لازم نہیں آتی کہ جو صفت خاص خدا کی ہے یہاں تک عبارت فتویٰ ابن حجر علیہ الرحمہ کی تمام ہوئی۔ مقدمہ ثانیہ کا جزء دوم وہ یہ ہے کہ جب خاصانِ الٰہی کو حال ندا کرنے والوں کا معلوم ہوتا ہے تو اُن کی حاجت روائی کے لئے خاصان الٰہی بدعا اور شفاعت متوجہ ہوتے ہیں وہ ظاہر ہے کہ جب مصیبت زدگون کا حال جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو جائے تو آپ کی دریائے رحمت کیوں نہ جوش میں آئے کہ آپ کی ذات رحمۃ اللعالمین ہے۔ اولیاء اللہ کا حال آپ کے ہی حال مبارک کے تابع اور آپ کے ہی حال مبارک سے مستفیض ہے اوپر احادیث جو احوال میں اقطاب اور ابدال کے مذکور ہوئیں اُن سے ظاہر ہوا کہ بوقت شدت اور مصیبت کے وہ لوگ کیسے دعا میں بہ تضرع وابتہال مصروف ہوتے ہیں حدیث طنین اذن سے بھی جس کا ذکر اوپر کیا گیا یہ امر ظاہر ہوا کہ جب کوئی مومن کو یاد کرتا ہے تو یاد کرنے والے کے حق میں دعائے خیر کی کیسی تربیت ہوئی۔ پس بوقت مصیبت کے یاد کرنا کہ اس وقت میں دعا خیر کی خاص احتیاج ہے اُن مومنین کاملین کو جن کا کشف غیب رتبۂ امکانیت کو پہونچ گیا ہے مصیبت زدگون کے حال کے طرف بدعا و شفاعت متوجہ ہونے کے لئے کیوں نہ تربیت ہو۔ پس یہ ہر دو مقدمات مذکورہ مضمون احادیث اور اقوال اولیاء اللہ اور تصریحات علماء متقنین سے جو قائل بہ کشف اولیاء اللہ ہیں ثابت ہوگئے جس کو تجربات کثیرہ بھی مدد دیتے ہیں وہ دو مقدمات یہی کہ بوقت ندا اسماء الٰہی کے اُن کو احوال سے ندا کرنے والوں کی اطلاع ہوتی ہے اور وہ بدعا اور شفاعت ندا کرنے والوں کے حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں پس یہ شرک ہے اور نہ اُس میں کوئی امر خلاف شرع پیدا ہوتا ہے جو کچھ اس عقیدہ میں فوائد ہیں اُس کا ذکر اوپر کیا گیا بخلاف اُس توجیہ کے جو ندا کے بارے میں اہل خلاف کرتے ہیں اُس میں جو کچھ مضرتیں ہیں اُس کا بھی بیان بہ تفصیل

ہوگیا۔ ہاں اگراب کوئی شخص شبہ پیدا کرے کہ جو دلائل شرعی تم نے بیان کیا اُس سے یہ امر کہاں ثابت ہے اور واضح ہے کہ مقربین الٰہی کو بعد وفات کے بھی ندا کرنے والوں کے حال سے اطلاع ہوتی ہے اور وہ مستفیض کے حال کی طرف بدعا وشفاعت متوجہ ہوتے ہیں جواب اُس کا یہ ہے کہ خاصان حق کے لئے اُن کے افعال اختیاری ہیں حیات اس عالم کی اور وفات مساوی ہے بلکہ بعد وفات اُن کے لئے ترقیات مدارج ہیں پس بعد وفات اُن کو اطلاع از جانب حق تعالیٰ احوال مستغیثین سے ہونا اور وہ بدعا شفاعت بہ جانب مستغیثین کے متوجہ ہونا بطریق اولیٰ جونصوص شرعی کہ مساوات پر اُن کی حیات اور وفات اور نیز اُن کی ترقیات بعد وفات دلالت کرتے ہیں ذکر کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیآء الله لا خوف علیهم ولاهم یحزنون الذین اٰمنوا وکانوا یتقون لهم البشری فی الحیوة الدنیا وفی الاٰخره لا تبدیل لکلمات الله ذلک هوالفوز العظیم ۔ترجمہ تحقیق کہ اولیاء اللہ یعنی مقربان الٰہی نہیں ہے خوف اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ لوگ وہ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کئے اُن کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں نہیں تبدیل ہے خدا کے کلمات میں یہ وہی کامیابی بڑی ہے۔ اس آیت سے اولیاء اللہ کی خوشحالی اور خوش خبری خدا کی جانب سے دنیا میں اور بعد وفات اُن کے آخرت میں ثابت ہے۔ دوسری آیت **ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیهم الملئکة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون.** ترجمہ: تحقیق کہ وہ لوگ جو کہے کہ رب ہمارا اللہ ہے پھر استقامت اختیار کئے نازل ہوتے ہیں اُن پر فرشتے کہ خوف مت کرو اور خوش ہو تم ساتھ اُس جنت کے جس کے ساتھ تم وعدہ کئے جاتے تھے۔ شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کتاب بشری الکئیب بلقاء الحبیب میں لکھتے ہیں **اخرج ابن ابی حاتم عن مجاهدفی الاٰیة قال ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا ای لا تخافوا ولا تحزنو اعلی ماخلفتم من امر الدنیا من ولد واهل اودین فانا نستخلفکم**

فی ذلک کله روایت کئے ابن ابی حاتم نے مجاہد سے تفسیر میں آیت مذکور کے کہے مجاہد نے کہ مت خوف کرو تم اور مت غمگین ہو اور خوش ہو یعنی مت خوف کرو تم اوپر اُس چیز کے جو چھوڑی تم نے امر دنیا سے فرزند اور اہل اور قرض سے پس تحقیق کہ ہم تمہارے نائب ہوتے ہیں ان سب میں۔**واخرج البیہقی عن مجاهد فی قوله تعالیٰ ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا الی آخره قال ذٰلک عندالموت** روایت کئے بیہقی نے مجاہد سے بیچ تفسیر قول حق تعالیٰ کے **ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا** کہے مجاہد نے کے یہ خوشخبری مومن کو وقت موت کے ہوگی۔انتہیٰ جب مومنین کاملین جن سے حق تعالیٰ نے **قالوا ربنا الله ثم استقاموا** کے ساتھ تعبیر کیا یعنی مومنین ایسے ہیں کہ خدا کی توحید کا اقرار کئے پھر اُس کی کمالیت کو پہونچے جو وہ مرتبۂ استقامت کا ہے اُن لوگوں کو دنیا میں خوش حالی قرب الٰہی کی تھی بعد وفات اور بوقت وفات بھی اُن کے لئے بشارت رضا الٰہی کی ہوگی۔پس خدا جیسا کہ دنیا میں اُن سے راضی اور قریب تھا بعد وفات کے بھی اُن سے راضی اور قریب ہے پس اسی مضمون کو حق تعالیٰ دوسری آیت میں جو ملحق اور متصل آیۃ (**قالو ربنا الله**) ہے ارشاد فرماتا ہے وہ یہ آیت ہے:**نحن اولیاء کم فی الحیوة الدنیا وفی الاٰخرة** یعنی ہم تمہارے دوست اور قربت ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں یعنی وہ لوگ جو کمالیت ایمان حاصل کئے اور مرتبہ استقامت کو پہونچے حق تعالیٰ اُن کو خطاب فرماتا ہے کہ جیسے ہم تمہارے دوست اور قریب دنیا میں ہیں ویسا ہی آخرت میں بھی ہیں موت ہماری عنایت کے مانع نہیں ہے۔پس یہ آیت جیسا کہ صاف وصریح مقصود پر دلالت کرتی ہے وہ ظاہر ہے انتہیٰ۔دوسری روایت کتاب بشری الکئیب کی نقل کرتا ہوں **اخرج ابن ابی حاتم عن زید ابن اسلم قال یؤتی بالمومن عندالموت فیقال لا تخف مما انت قادم علیه فیذهب خوفه ولا تحزن علی الدنیا واهلها وابشر بالجنة فیذهب خوفه ولا تحزن علی الدنیا فیموت وقدالله عینیه** ۔ترجمہ:روایت کئے ابن ابی حاتم نے زید ابن اسلم سے کہا اُنھوں نے کہ لایا جائے گا مومن وقت موت کے پس کہا جائے گا کہ موت کہ خوف تو اُس حالت سے کہ جس حالت پر تو آنے والا ہے یعنی موت سے پس اُس کا خوف جاتا رہے گا اور غمین مت ہو

دنیا اور اہل دنیا پر اور خوش ہو ساتھ جنت کے پس جائے گا اُس کا خوف اور غمگین نہ ہوگا دنیا پر پس مرے گا وہ اُس حالت پر کہ خدا اُس کی آنکھیں ٹھنڈی کیا ہوگا۔ **واخرج ابن منبہٍ عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ و سلم ان اول ما یبثہ بہ المومن فی قبرہ ان یقال لہ ابشر برضا اللہ والجنۃ قدمت خیر مقدم قد غفر اللہ لمن یشیعک الی قبرک و صدق من شھدلک واستجاب یستغفرلک** ۔ترجمہ: روایت کیئے ابن منبہ نے سلمان سے کہا اُنھوں نے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحقیق کہ پہلے وہ چیز کہ قبر میں جس چیز کے ساتھ مومن خوشخبری دیا جائے گا وہ یہ ہے کہ مومن کو کہا جائے گا کہ تو ساتھ خوشنودی حق تعالیٰ کے خوش ہو یعنی تو اس بات سے خوش ہو کہ اللہ تیرے سے خوش ہے اور جنت سے خوش ہو تو اچھا آنا آیا حق تعالیٰ اُس کو بخش دیا جو تجھ کو قبر تک تیرے پہونچا دیا اور خدا نے سچا کیا اُس کو جو تیرے اچھا ہونے کی گواہی دیا اور دعا قبول کیا اُس کی جو تیرے لئے مغفرت چاہا۔ **اخرج ابن ابی شیبۃ والحاکم و صححہ البیہقی فی شعب الایمان وابن مندۃ عن محمد القرطبی قال اذا استبلغت نفس المومن عاد ملک الموت فقال السلام علیک یا ولی اللّٰہ اللّٰہ یقرئک السلام ثم قرء ھذہ الایۃ الذین تتوفٰھم الملائکۃ طیبین یقولون سلام علیکم** ۔ترجمہ: روایت کیئے ابن ابی شیبہ نے اور حاکم اور صحیح کہے ہیں اس حدیث کو بیہقی نے شعیب ایمان میں اور روایت کیئے ابن مندہ نے محمد قرطبی سے کہا اُنھوں نے کہ جس وقت مومن کو جاں کنی ہوتی ہے تو ملک الموت اُس کی عیادت کرتے ہیں۔ پس کہتے ہیں کہ سلام ہے تجھ پر اے خدا کے دوست خدا نے تم کو سلام فرمایا ہے پھر اس آیت کو تلاوت کیئے جس کا یہ ترجمہ ہے وہ لوگ اُس کو ملائکہ خوش حالی سے وفات دیتے ہیں اور ملائکہ کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہے۔

اخرج ابن ابی حاتم عن الحسن انہ سئل عن قولہ تعالیٰ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ قال ان اللہ اذا اراد قبض روح عبدہ المومن اطمائنت النفس الی اللہ تعالیٰ واطمان اللہ الیھا ۔روایت کیئے ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے تحقیق کہ وہ پوچھے گئے قول سے حق تعالیٰ کے۔ **یاایتھا النفس المطمئنہ**

الی آخرہٖ اُنھوں نے فرمائے کہ جس وقت خدا ارادہ کرتا ہے کہ اپنے بندہ مومن کی روح کو قبض کرے تو نفس اُس کا تسلی پاتا ہے خدا کی طرف اور خدا اپنی رحمت کے ساتھ اُس کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔ **وقال البیھقی فی المشیخة البغدادیة سمعت ابا سعید والحسن ابن علی الواعظ یقول سمعت ابی یقول رأیت فی بعض الکتب ان اللہ یظھر علی کف ملک الموت بسم اللہ الرحمن الرحیم بخط من النور ثم یامرہ ان یبسط کفیہ فی وقت وفاتہ فیریہ تلک الکتابة فاذا راتھا روح العارف طارت الیہ فی اسرع من طرفة العین** ۔ترجمہ: کہا بیہقی نے مشیخۃ البغدادیہ میں سنا میں نے ابو سعید اور حسن ابن علی واعظ سے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہوں کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ خدا اوپر کف دست ملک الموت کے خط نور سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ظاہر کرے گا پھر ملک الموت کو خدا حکم کرے گا کہ وہ اپنے کف دست کھول دیں عارف کے لئے بوقت وفات اُس کے پس دکھائیں ملک الموت اُس کو عارف کے تئیں بوقت وفات اُن کے پس جبکہ روح عارف کی اُس کو دیکھ لے گی تو اُس خط نور کی طرف پلک مارنے سے بھی جلد پرواز کرے گی۔ یہاں تک روایات بشری الکئیب کے تمام ہوگئے۔ آیۃ: **اخری ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیآء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتھم اللہ من فضلہ** ۔ترجمہ: اور مت گمان کرو تم اُن لوگوں کو جو راہ خدا میں قتل ہوئے مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں اور خوش ہیں وہ اس چیز کے ساتھ کہ خدا نے اپنے فضل سے اُن کو دیا ہے حدیث میں جہاد کفار جہاد اصغر اور جہاد نفس جہاد اکبر آیا ہے پس جب مجاہدین جہاد اصغر بعد مرنے کے زندہ ہوں تو مجاہدین جہاد اکبر بعد موت کے کیوں نہ زندہ ہوں اسی مضمون کو شعر میں کہا گیا: ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ یہ نصوص جو ذکر ہوئے ان سے فقط یہی امر ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کی عنایت خاصانِ الٰہی پر جیسے کہ دنیا میں ہے ایسا ہی آخرت میں ہے اُن کی خوش حالی قرب الٰہی کے ساتھ دنیا اور بھی آخرت میں بعد وفات اُن کے برابر ہے۔ موت سے کچھ اُن کا مرتبہ کم نہیں ہوا اب میں اُن نصوص شرعی کو بیان کرتا ہوں کہ جو خاصانِ الٰہی کی ترقی درجات پر بعد اُن کی وفات کے

دلالت کرتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قولہ تعالیٰ وما عنداللہ خیر للابرار یعنی پاک لوگوں کے لئے جواعزاز اور درجات خدا کے پاس بعد اُن کی وفات کے ہیں وہ بہتر ہے اُن درجات اوراعزاز سے جواُن کے لئے دنیا میں حاصل ہوئے تھے۔ شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنے کتاب مسمی بشری الکئیب بلقاء الحبیب میں اس مضمون میں ایک فصل جداگانہ مرتب کئے جس کا یہ عنوان ہے ذکر فضل الموت وانہ خیر من الحیاۃ اب میں یہاں بعض اُن روایات کوذکر کرتا ہوں جوشیخ نے اس فصل میں لکھا ہے۔ **اخرج المروزی فی الجنائز عن الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال تخرج روح المؤمن فی ریحانة ثم قرء فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنة نعیم** روایت کیا ہے۔ مروزی نے جنائز میں حسن ابن علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا اُنھوں نے کہ روح مومن کی نکلے گی سبزۂ جنت میں پھر تلاوت فرمایا آیت کوجس کا ترجمہ یہ ہے پس اگر ہووہ مقربانِ الٰہی سے پس خوشی اور سبزہ اور باغ نعمت والا۔ **واخرج ابن جریج و ابن ابی حاتم عن قتادة رضی اللہ عنہما فی تولہ وروح و ریحان الروح والریحان یلتقی بھما عند موت المومن** ۔ترجمہ روایت کئے ابن جریج اورابن ابی حاتم قتادہ سے رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیچ تفسیر قول حق تعالیٰ کے کہ روح اور ریحان وہ ہر دومومن کوموت کے وقت حاصل ہوں گے۔ **واخرج ابن ابی الدنیا عن بکر بن عبید اللہ قال اذا امر ملک الموت قبض روح المومن اتی بریحان من الجنة فقیل لہ اقبض روحہ فیہ** ۔روایت کئے ابن ابی الدنیا نے بکر بن عبیداللہ سے اُنھوں نے کہا کہ جس وقت ملک الموت کوحکم قبض روح مومن کے لئے ہوگا لادیں گے ملک الموت جنت کے سبزہ کو پھر اُن کو کہا جائے گا کہ اُس میں روح مومن کوقبض کریں۔ **اخرج ابن المبارک فی الزھد وابن ابی الدرداء فی ذکر الموت والطبرانی فی معجمہ الکبیر والحاکم فی المستدرک عن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تحفة المومن الموت** ترجمہ: روایت کئے ابن مبارک زہد میں اورابن ابی الدرداء ذکر موت میں اورطبرانی نے اپنے معجم کبیر میں اورحاکم نے مستدرک میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اُنھوں

نے کہا کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحفہ مومن کا موت ہے **اخـــــرج ابـــــن المبارک عن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قال الدنیا جنة الکافر و سجن المومن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منہ فجعل یتقلب و یتفسح فیہا** ۔ترجمہ: روایت کیئے ابن مبارک نے عبداللہ ابن عمر سے کہا اُنھوں نے کہ دنیا جنت کافر کی ہے اور قید خانہ مومن کا ہے سوائے اس کے نہیں ہے کہ مثال مومن کی جب کہ اُس کی روح پرواز کرے ایسی ہے کہ جیسا کہ کوئی شخص قید خانہ میں تھا پھر اُس سے نکالی جاوے۔پس وہ ادھر اُدھر جانا اور سیر کرنا شروع کرتا ہے۔**اخــرج ابــن الـمبـارک عـن مـالک ابـن مـعـول قـال بلغنی ان اول سرور یدخل علی المومن الموت لما یری من کرامة اللہ تعالیٰ و ثوابہ** ۔ترجمہ: روایت کیئے ابن مبارک مالک ابن معول سے کہا اُنھوں نے کہ مجھ کو یہ بات پہونچی ہے کہ پہلے خوشی جو مومن پر داخل ہوتی ہے موت ہے بسبب اس وجہ کے کہ مومن خدا کا اعزاز اور ثواب دیکھتا ہے **اخـرج احـمد فی الزھد عن ابن مسعود قال لیس للمؤمن راحة دون لقاء اللہ** ۔روایت کیئے احمد نے زہد میں ابن مسعود سے وہ کہے کہ نہیں ہے واسطے مومن کے راحت سوائے خدا سے ملاقات کے۔ **اخـرج عـن حبـان بـن الاسـود قـال الـموت خیر یوصل الحبیب الی الحبیب** ۔ترجمہ: روایت کیئے ابونعیم نے (کیونکہ اُس کے پہلے اُن سے روایت ہے) حبان ابن الاسود سے کہا اُنھوں نے کہ موت بہتر ہے پہونچاتی ہے دوست کو دوست کے طرف مشہور تو یوں ہے **الـموت جسـر یـوصـل الـحبیب الی الحبیب** یعنی موت پُل ہے کہ دوست کو طرف دوست کے پہونچاتی ہے پس اس روایت میں لفظ خیر کا یا بہ تصحیف ناسخ ہے یا آنکہ یہ روایت دوسری ہے یہاں تک روایات کتاب بشری الکئیب کی ختم ہوگئی اب میں اس بیان کو ایک آیت کے ذکر پر ختم کرتا ہوں وہ یہ ہے **والـذیـن اٰمـنـو وعـمـلـوا الـصـالحات فی روضات الـجـنات لھم مایشاء ون عند ربھم ذالک ھوالفضل الکبیر** ۔ترجمہ: تحقیق کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیئے باغہائے جنت میں ہوں گے واسطے اُن کے وہ چیز ہوگی جو وہ چاہیں یہ وہی بڑی فضیلت ہے خدا نے جو اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ جو مومنین کہ نیک

کام کئے باغہائے بہشت میں ہوں گے پس اس ارشاد سے پاکوں کا مقام اور مستقر معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ بعد وفات کے کہاں ہوں گے پس اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ بعد وفات کے کہاں ہوں گے پس اس سے معلوم ہو گیا کہ اعزاز الٰہی اور اُس کا فضل پاکوں کے لئے بعد اُن کے وفات کے کیا ہے پھر خدا دوسرا اعزاز اور اُن کا مرتبہ جو خدا کے پاس ہے آئندہ بیان فرماتا ہے **لھم مایشآء ون عند ربھم** یعنی ان کے لئے اُن کے پروردگار کے پاس وہ چیز ہے جو وہ چاہیں پس یہ ارشاد الٰہی مطلق ہے اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ جنت میں ہے جو وہ چاہیں گے اُن کے لئے عطا ہو گا اگر ایسا ہوتا تو یوں ارشاد ہوتا: **لھم مایشاء ون فیھا عند ربھم** یعنی اُن کے لئے وہ چیزیں ہیں جو وہ چاہیں خدا کے پاس جنت میں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: **لھم مایشآء ون فیھا ولد ینا مزید** یعنی اُن کے لئے وہ چیزیں ہیں جو وہ جنت میں چاہیں اور ہمارے نزدیک اُن کے چاہنے سے زیادہ ہیں اور ایک آیت میں ہے **ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون** یعنی تمہارے لئے اے مومنین جنت میں وہ چیزیں ہیں جو تمہارا نفس خواہش کرے اور تمہارے لئے جنت میں وہ چیزیں ہیں جو تم چاہو پس ان آیات میں حسب دلخواہ چیزیں خاص جنت میں عنایت ہونے کا ذکر اور قید ہے بخلاف آیت **لھم مایشآء ون عند ربھم** کے کہ نہ یہاں خواہشات نفسانی کے عطا ہونے کی تصریح ہے نہ خاص جنت میں عنایت ہونے کی قید ہے جس سے سیاق کلام الٰہی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خدا نے ابتداء آیت میں پہلے ایک مرتبہ اُن کا بیان فرمادیا کہ وہ بعد وفات باغہائے بہشت میں رہیں گے پھر بعد اُس کے اُن کا دوسرا مرتبہ ارشاد کیا کہ وہ لوگ جو کچھ چاہیں گے پروردگار کے پاس اُن کو ملے گا۔ خواہ وہ لوگ دنیا میں اس عالم میں رہنے کے وقت چاہیں یا بعد وفات کے اُس عالم میں جو عالم برزخ ہے چاہیں یا قیامت میں یا جنت میں چاہیں اور خواہ وہ اپنے لئے چاہیں یا دوسروں کے لئے خدا سے دعا اور شفاعت کریں کیونکہ یہ آیت میں اطلاق ہے کوئی قید نہیں ہے۔ اس عالم میں جو اُن کی دعا حق تعالیٰ قبول فرماتا ہے اُس کا ذکر بہت سے احادیث میں ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعضے خدا کے بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر خدا کی قسم کھاویں تو حق تعالیٰ اُن کی قسم کو پوری کر دیتا ہے۔ عالم برزخ میں بھی جو اُن

سے حاجت روائی خلائق ہوتی ہے وہ بھی ظاہر ہے ایک بار حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے قلت بارش کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ فی مابین قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آسمان کے جو حائل ہے اُس کو اٹھادو جب ایسا کئے تو بشدت بارش ہوئی پس آپ کے تابعین جو اولیاء اللہ ہیں اُن کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ شیخ محمد ابن یحیٰی التادفی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ قلائد الجواہر میں لکھتے ہیں کہ جماہیر اشیاخ فقراء اور فقہاء اجماع کئے اور کتب مدد نہ شامل ہوئے۔ اس امر پر کہ اصحاب تصریف نام سادات قادات اولیاء اللہ سے اُن کی حیات اور اُن کی قبور میں بعد اُن کی وفات کے مثل تصرف احیاء کے ہے قیامت تک بسبب ایک خصوصیت کے جو خدا کی طرف سے اُن کے لئے عنایت ہوئی وہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور شیخ معروف کرخی اور شیخ عقیل سنجی اور شیخ حیاۃ ابن قیس الحرانی رضی اللہ عنہم ہیں بعضے علماء نے اپنے بعضے مصنفات میں مقربانِ الٰہی کے انواع تائید کو بیان فرمائے ہیں جو اُن کے تائیدات اُن کے متوسلین اور مستغثین کے حال پر اُن کی قبور مطہرہ سے ہوتی ہے۔ کہے شیخ الاسلام سید شہاب الدین حسینی حموی حنفی نے کتاب نفحات القرب والاتصال میں **ذکر العارف باللہ تعالیٰ الشیخ عبدالوھاب الشعرانی فی کتابه الجواھر والدرر ان بعض مشایخه ذکر له ان اللہ تعالیٰ یوکل لقبر الولی ملکا یقضی حوائج الناس کما وقع للامام الشافعی والسیدة النفسیه و سیدی احمد البدوی رضی اللہ عنهم یعنی فی انقاذ الاسیر من یدمن اسره من بلاد الفرنج و تارة یخرج الولی من قبره بنفسه ویقضی حوائج الناس لان للاولیاء الانطلاق (۱) فی البرزخ والروح لارواحهم انتهی تحقیق قوله**

وتارة یخرج الولی من قبره الٰی آخره ان الذی علیه المحققون من الصوفیه ان الامر فی عالم البرزخ والأخرة علی خلاف عالم الدنیا فیحضر الانسان فی صورة واحدة یعنی فی عالم الدنیا المسمی بعالم الشهادة الا الأولیاء کما نقل عن قضیب البان الموصلی انه روی فی صور مختلفة و سر ذلک ان

(۱) قوله الانطلاق کشادہ روی و پیدا شدن بشاشت ۱۲ منتہی الارب۔

روحانيتهم غلبت جسمانيتهم فجازان يرى فى صور كثيرة و حمل عليه قوله
صلى الله عليه واٰله و سلم لابى بكر لما قال دهل يدخل احد من تلك
الابواب كلها قال نعم وارجوان تكون منهم وقالوان الروح اذا كانت كلية
كروح نبينا صلى الله عليه و اٰله و سلم ربا تظمه فى سورة سبعين الف صورة
ذكر ذٰلک المحقق ابن ابى حمزة فاذا جازللا رواح الاولياء عدم الانحصار
فى صورة واحدة فى عالم الدنيا فترى فى صور مختلفة لغلبة روحانيتهم
جسمانيتهم فاحرى ان لا تنحصر ارواحهم فى صورة واحدة فى عالم البرزخ
الذى الروح فيه اغلب على الجسمانية وقالوا ايضاً الولى اذا تحقق فى
الولاية يكن من التصورفى صورة عديدة و تظهر روحانية فى وقت واحد فى
جهات متعددة فالصورة التى طهرت لمن راها حق والصورة التى راها اٰخر
فى مكان أخر ذالک الوقت حق ولا يلزم من ذلک وجود شخص واحد فى
مكانين فى وقت واحدة لان فيما هنا تعدد الصور الروحانية لاالجسمانية
فاذا جاز للروح ان ترى فى صور عديدة فى دارالدنيا لمن تحقق فى الولاية
فاحرى ان ترى فى صورة عديدة فى عالم البرزخ الذى الغلبة فيه للارواح
علىٰ الاجسام ويقوى ذلک ماثبت فى السنة وصح ان النبى صلى الله عليه
وآله و سلم راى موسىٰ قائمايُصلى فى قبره ليلة الاسراء وراٰه فى السماء
السادسة تلک الليلة وقد اثبت السادة الصوفية عالما متوسطا بين الاجساد
والارواح سموه عالم المثال وقالو هوالطف من عالم الاجساد واكثف من
عالم الارواح ونبو علىٰ ذلک تجسد الارواح فظهورها فى صور مختلفة من
عالم المثال وقد يستانس لذٰلک من قوله تعالىٰ فتمثل لها بشرا سويا فتكون
الروح كروح جبريل عليه السلام مثل مدبرة لشجهٖ ولهذا الشيخ المثالىٰ

فاذا جاز تجسد الارواح ظهورها فی صورة مختلفة من العالم المثالی فی عالم الدنیا ففی البرزخ اولی وعلیٰ هذا فالذی یخرج من القبر الشیخ المثالی هذا تحقیق المقام ۔ترجمہ: کہے عارف باللہ تعالیٰ شیخ عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں جوالجواہر والدر ہے کہ بعض مشائخ نے اُن کو کہے تحقیق حق تعالیٰ مقرر کرتا ہے ولی کی قبر کے لئے ایک فرشتہ کہ وہ آدمیوں کی حاجت روائی کرتا ہے جیسا کہ واقع ہوا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے اور سیدہ نفیسہ اور سیدی احمد بدوی کے لئے رضی اللہ عنہم یعنی رہائی میں قیدی کے ہاتھ سے اُس شخص کے جو اُس کو قید کیا تھا فرنگی کے ملکوں سے اور کبھی نکلتے ہیں ولی اپنی قبر سے اپنی ذات سے اور لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں اس لئے کہ اولیاء اللہ کے لئے عالم برزخ میں قدرت ہر جا حاضر ہونے کی ہے اور اُن کی ارواح کے لئے سیر ہے یہاں تک شیخ عبدالوہاب شعرانی کی عبارت تمام ہوئی تحقیق قول شیخ کی کہ ایک بار ولی اپنے قبر سے نکلتے ہیں الیٰ آخرہٖ یہ ہے کہ محققین حضرات صوفیہ کا یہ مذہب ہے کہ امر عالم برزخ اور آخرت خلاف عالم دنیا کے ہے انسان دنیا میں جس کو عالم شہادت کہتے ہیں ایک ہی صورت میں حاضر ہوتا ہے مگر اولیاء جیسا کہ قضیب البان کا حال منقول ہے کہ آپ چند صورتوں مختلف میں کئے گئے اُس کا سِر یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی روحانیت اُن کی جسمانیت پر غالب ہے پس جائز ہے یہ بات کہ وہ چند صورتوں مختلف میں دیکھے جائیں اور محمول ہے اس امر پر قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کہ جب حضرت صدیق اکبرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کئے کہ آیا کوئی شخص ایسا بھی ہے کہ جنت کے سب دروازوں سے داخل ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائے کہ ہاں مجھے اُمید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو اور کہے حضرات صوفیہؒ نے کہ روح جب کہ کلی ہو مثل روح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بسا وقت ظاہر ہوتی ہے بیچ ستر ہزار صورت کے ذکر کئے اس کو محقق ابن ابی حمزہ نے پس جس وقت کہ جائز ہوا واسطے ارواح اولیاء اللہ کے عدم انحصار صورۃ واحدہ میں عالم دنیا میں پس دیکھے جاتے ہیں صورت ہائے مختلفہ میں بسبب اُن کے غلبۂ روحانیت کے اُن کی

جسمانیت پر پس لائق تر ہے یہ کہ نہ منحصر ہوں اُن کی ارواح صورۃ واحدہ میں عالم برزخ میں کہ اُس عالم میں روح کا غلبہ زیادہ تر ہے جسمانیت پر اور حضرات صوفیہ نے یہ بھی فرمائے ہیں کہ ولی جس وقت مقامِ ولایت میں متحقق ہوں قادر ہوتے ہیں بصور مختلفہ متصور ہونے پر اور اُن کی روحانیت ظاہر ہوتی ہے ایک وقت میں چند جہات میں پس وہ صورت جو ظاہر ہوئی اُس شخص کو جو اُس کو دیکھا حق ہے اور وہ صورت جس کو دوسرے نے دوسری جائے دیکھا اُس وقت میں وہ بھی حق ہے اور نہیں لازم آتا ہے اس امر سے پایا جانا ایک شخص کا دو جائے میں وقت واحد میں اس لئے کہ اس جائے متعدد ہونا صور روحانیہ کا ہے نہ صور جسمانیہ کا پس جس وقت کہ جائز ہو روح کے لئے کہ وہ دار دنیا میں صورت ہائے عدیدہ میں دیکھا جائے اُس شخص کے لئے کہ متحقق مقام ولایت میں ہوں پس لائق تر ہے یہ بات کہ صورت روحانیہ اُن کے عالم برزخ میں صورت ہائے عدیدہ میں دیکھی جائے کہ اُس عالم برزخ میں غلبہ ارواح کا اجسام پر ہے اور تقویت دیتی ہے اس کو وہ روایت جو حدیث سے ثابت ہے اور صحیح ہے کہ نبی علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھے شب معراج میں کہ وہ اپنی قبر میں نماز ادا کرتے اور اُسی شب میں موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر دیکھے اور بہ تحقیق کہ ثابت کئے ہیں حضرات صوفیہ نے عالم کو جو بین بین ہے درمیان عالم اجساد اور عالم ارواح کے جس کا نام اُنھوں نے عالم مثال رکھے ہیں وہ کہے ہیں کہ وہ عالم مثال بہت لطیف ہے عالم اجساد سے اور بہت کثیف ہے عالم ارواح سے اور بنا کئے اس امر پر صاحب جسد ہونا ارواح کا اور ظاہر ہونا اُس کا صورت ہائے مختلف میں عالم مثال میں اور بہ تحقیق کہ انست ملتی ہے یہ بات کے لئے قول سے خدائے تعالیٰ کے پس مثال بنی جبرئیل علیہ السلام کی مریم علیہا السلام کے لئے آدمی مستوی الخلق کی پس ہوگی روح مثل روح جبرئیل علیہ السلام کے مثلاً ایک وقت میں مدبر واسطے جسد جبرئیلیہ کے اور واسطے اس شبہ مثالی کے جو مریم علیہا السلام کو مشاہدہ ہوئی۔ پس جس وقت کہ جائز ہوا جسد دار ہونا ارواح کا اور ظاہر ہونا اُس کا مختلف صورتوں میں عالم مثالی سے عالم دنیا میں پس عالم برزخ میں اولی ہے اور اوپر ایسے امر کے پس وہ جو قبر سے نکلتی ہے شیخ مثالی ولی کی ہے یہ تحقیق مقام ہے انتہی۔

مولف عرض کرتا ہے کہ جب خدا کی طرف سے ولی کی قبر پر قضاء حوائج کے لئے فرشتہ مقرر ہو اور خدا نے ولی کو ایسی قدرت دیا کہ اپنی قبر سے بصورت مثالی نکل کے حاجت روائی اُنھوں کی کرتے ہوں پس بوقت ندا اُن کے اسماء کے خدا کے جانب سے اطلاع ہو تو کیا کوئی عجب کی بات ہے اور اُس میں کیا کلمہ کفر لازم آتا ہے اور تعجب تر اس سے یہ امر ہے کہ بعضے اہل فتویٰ تصریح بھی کئے ہیں کہ ندا باسم اولیاء اللہ جائز ہے جس کا ذکر آگے ہوگا پس باوجود مسئلہ فقہیہ جواز ندا پر ہوتے ہوئے ندا کیوں کفر اور شرک ہوئی معلوم نہیں پس ندا جس کا جواز احادیث اور اعمال صحابہ اور اقوال اور احوال اولیاء اللہ سے ثابت ہے اُس کا انکار دو فریق کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے۔ اول فریق معتزلہ جو متمسک باذیال فلاسفہ ہیں اُن کا اصول مذہب یہ ہے کہ جو امر کو باحادیث صحیحہ ثابت کیوں نہ ہو مگر اُن کی عقل جزوی فلسفی میں نہ آوے اُس سے انکار کر جاتے ہیں اور ان احادیث کی توجیہ مالا یرضی بہ القائل کر جاتے ہیں اسی وجہ سے وہ لوگ رؤیت الٰہی بروز قیامت بچشم سر اور عذاب قبر اور حشر اجساد اور کرامات اولیاء اللہ اور کئی اُمور جو باحادیث صحیحہ بعضے بنص قرانی بھی ثابت ہیں اُن سے انکار کرتے ہیں اور نصوص شرعیہ کے مقابلہ میں دلیل اپنی عقل جزئی کی پیش کرتے ہیں جس کو فقہا کی اصطلاح میں معارضہ بالنص کہتے ہیں جو یہ باجماع علماء دین باطل ہے مثلاً رؤیت الٰہی بروز حشر بچشم سر جو باحادیث صحیحہ ثابت ہے اُس کے مقابلہ میں اپنی عقل جزئی سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ انسان جس چیز کو دیکھتا ہے تو انسان کے دیکھنے کے لئے چند شروط ہیں اول تو یہ کہ وہ جسم دار اور رنگ دار ہونا چاہئے کیونکہ جس چیز کو جسم نہ ہو جیسا کہ روح یا جسم ہو اور رنگ نہ ہو جیسا کہ ہوا انسان دیکھ نہیں سکتا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ چیز جس کو انسان دیکھتا ہے جہات ستہ میں سے کسی جہت میں ہونا چاہئے جو چیز کہ کسی جہت میں نہ ہو انسان اُس کو دیکھ نہیں سکتا۔ جب خدا جسم اور رنگ اور جہت سے پاک ہے تو انسان خدا کو چشم سر سے کیونکر دیکھ سکتا ہے مگر وہ لوگ اس امر سے غافل ہیں کہ خدا نے بصیرت یعنی بینائی قلب دنیا میں آدمی کو ایک ایسی چیز عطا فرمایا ہے جس سے آدمی خدا کو دنیا ہی میں دیکھتا ہے اس کے ہم اور معتزلہ سب قائل ہیں پس ممکن ہے کہ خدا بصارت یعنی بینائی

چشم سر کو صفت بصیرت کی بروز حشر عنایت فرمائے پس اس صورت میں بصیرت یعنی بینائی چشم سر سے خدا کو بروز قیامت دیکھنا محال نہ ہوگا اور نہ یہ امر خدا کی قدرت سے خارج ہے اور نہ اس میں کوئی محال پیدا ہوتا ہے ویسا ہی منکرین ندا مقابلہ اور معارضہ میں اُن احادیث کے جس سے جواز ندا ثابت ہے عقل جزئی سے اپنی دلیل پیش کرتے ہیں کہ لفظ یا سے ندا کرنا خاصان الٰہی کو جو غائب ہیں مثل خدا کے اُن کو حاضر ناظر جاننا ہے اس لئے ندا کو شرک اور کفر کہتے ہیں یہ نہیں خیال کرتے کہ ندا احادیث اور اعمال صحابہ اور اجماع سے جائز ہے اور تجربات کثیرہ سے مفید ثابت ہے تو کیا خدا میں یہ قدرت نہیں ہے کہ بوقت ندا کے اپنے مقربین بارگاہ کو ندا کرنے والوں کے حال سے اطلاع کردے تاکہ وہ بدعا اور شفاعت اُن کے جانب سے اپنی بارگاہ میں مصروف ہوں۔ کیا اس میں کوئی محال پیدا ہوتا ہے یا کوئی امر خلاف شرع لازم آتا ہے۔ دوسرا فریق وہابیہ نجدیہ سے مانعین ندا کا حال مشابہ ہے فریق نجدیہ کا یہ اصول ہے کہ اگر کوئی بات اُن کے روبرو بیان کی جائے کہ جس سے فضائل انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے ظاہر ہوں تو اُن کو بہت ناگوار معلوم ہوتا ہے اور وہ بے سوچے سمجھے بے دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو شرک ہے یہ تو کفر ہے اور کچھ بھی خیال نہیں کرتے کہ یہ کیوں شرک ہوا یہ کیوں کفر ہوا اور بلا وجہ کیوں کسی کو کافر کہہ دینا کسی کو کیوں مشرک بنانا اُس میں کیا ضرر ہے اُس کا کیا وبال ہے اگر کوئی شخص اُن سے گفتگو کرے اور کہے کہ اس میں کیا بات کفر اور شرک کی ہے اس کا قائل کیوں کافر ہوا بے وجہ بلا سبب کسی کو کافر کہنے میں اُس کا وبال خود قائل پر عود کرتا ہے تو وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ اجی صاحب لوگ نرمی سے نہیں مانتے اس واسطے ہم اُن سے سختی سے پیش آتے ہیں یعنی اگرچہ یہ کفر نہیں ہے مگر ہم اطلاق شرک اور کفر کا اس لئے کرتے ہیں کہ لوگ مان لیں۔

بمرگش بگیر تا بہ تپ راضی شود۔ اور کچھ بھی نہیں سمجھتے کہ لوگوں کو نرمی اور گرمی کے سمجھانے کی کیا ضرورت ہے یہ فعل یا قول کوئی منع نہیں ہے اور اُس کی اصل احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اس میں فضائل انبیاء علیہم السلام یا اولیاء اللہ ہیں حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص مستحق لعنت نہیں اگر اُس کو لعنت کی جاوئے تو وہ لعنت کرنے والے پر عود کرتی ہے پس جب یہ لوگ بغیر وجہ کے

دوسروں کولعنت کیئے تو وہ خود مبتلائے لعنت ہوئے اورمر گئے پس دوسروں کو وہ کیا ماریں گے
پس اُن کو ہمیشہ فضائل انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ سے چڑہ ہے اگر کوئی اُن کے روبرو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باسم رؤف اوررحیم کے یاد کرے تو وہ جھٹ کہہ دیں گے کہ
رؤف اوررحیم تو اسماء الٰہی سے ہے دوسرے پراس کا اطلاق کفر ہے یا شرک اس کا خیال نہیں کہ
جس کے یہ اسماء ہیں اُسی نے اپنے ان اسماء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوعنایت فرمایا۔
ایسا ہی اگر مسئلہ ندا کا اُن کے روبرو پیش ہوجائے تو یہی کہہ بیٹھیں گے کہ اس میں غیر حق کو حاضر
ناظر جاننا ہے جو یہ شرک اور کفر ہے اوراس سے اغماض کہ جن کی برکت سے ہم کو کفر واسلام
میں تمیز حاصل ہوا خود انھیں کا یہ حکم ہے اور اُس کی توجیہ صحیح بھی موجود ہے کہ جس سے نہ شرک
لازم آتا اور نہ کفر پس یہ شرک اور کفر کیوں ہوا اور اگر یہ شرک اور کفر ہوتا تو جو لوگ اپنی عمر کو
سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بسر کئے ہیں وہ اس شرک اور کفر کے کام کیوں کرتے
اوراجماع اس کے جواز پر کیوں منعقد ہوا اور اولیاء اللہ کے اقوال اُس کے جواز پر کیوں ناطق
ہوتے اوراس کام سے خلائق کو فائدہ کیوں حاصل ہوتا۔ اولیاء اللہ کے اقوال اوراحوال سے
انکار کرنے میں جو وبال ہوا ہے اُس سے بخبر ہیں پس مانعین ندا تو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ
کی خدمت میں گستاخ رہیں تو قوم وہابیہ نہیں ہیں بلکہ اولیاء اللہ کی خدمت میں اپنے عقیدت
ظاہر کرتے ہیں تو وہ لوگ خاص اس مسئلہ میں سالک مسالک فرقہ معتزلہ اورنجدیہ ہیں۔ اب
میں اس مقام پر فتوی شیخ ابن حجر مکی کا نقل کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوسکتا ہے کہ اولیاء اللہ کے
اقوال اوراحوال کے انکار سے کیا ضرر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس سے انکار حدیث کا بھی قیاس کیا
جائے کہ کیا ضرر ہوگا۔ کسی نے شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ کیا جواب دیا جائے ان
الفاظ سے کہ جو شطحیات اولیاء اللہ سے واقع ہوئے مثل قول بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے
سبحانی مافی الجنة غیر اللہ اورقول منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے انا الحق اور مثل اُس کے
جو اُن کے کلمات اوراشارات پوشیدہ نہیں ہیں جن کا ظاہر نکتہ چینی ہے اور باطن اُن کا حق ہے مگر

نزدیک اہل مقت اور عناد کے۔ جواب دیئے شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ نے اپنے اس قول سے کہ جو
الفاظ کہ اُن سے واقع ہوئے ہیں بطور شطحیات کے وہ علماء عارفین اور حکماء سے ہیں خدا اُن کو
محفوظ اور سلامت رکھے۔ ہمارے محرومی انکار سے اور خدا اُن پر احسان کرے اور ہم کو اپنے
اولیاء کی جناب میں اعتقاد نصیب فرمائے جو الفاظ کے اُن کی زبان سے سرزد ہوئے اُن کو
احسن محائل اور اقوم محامل پر حمل کیا جائے اور اُن الفاظ کا ایسا جواب دیا جائے کہ سامعین کو
سکوت ہوجائے اور اُن کی ایسی تحقیقات کی جائے کہ سامعین اُس سے متحیر ہوجائیں ایسے
جوابات اور تحقیقات کی ہدایت نہیں ہوتی مگر اُن لوگوں کو جس کو خدا نے توفیق دیا اور ایسے
جوابات اور تحقیقات سے روگردانی نہیں کرتے ہیں مگر وہ لوگ جس کو خدا نے مخذول کیا پس بچے
رہو کہ تم اُن لوگوں میں سے نہ ہوں جنھوں نے انکار کے زہر کا پیالہ پیا ہے پس اُسی وقت
ہلاک ہوا اور جلدی کر طرف سلامت رہنے کہ خدا کے غضب سے اور خدا کے جنگ سے پس خدا
نے اپنے رسول صادق اور مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زبان پر فرمایا ہے کہ جو شخص کہ
میرے ولی سے دشمنی رکھے تو میں اس کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں اُس سے برسر جنگ ہوں۔ ائمہ
فرماتے ہیں کہ خدا نے کسی گنہگار کیلئے نہیں فرمایا کہ میں اُس سے برسر جنگ ہوں مگر جو منکر ہیں
اُس کے اولیاء پر دوسرا سود خواروں کو (یعنے سود خواروں کو بھی خدا فرماتا ہے کہ میں اُس سے برسر
جنگ ہوں جیسا کہ قرآن کی آیت ہے **فأذنوا بحرب من الله ورسوله**) پھر شیخ فرماتے
ہیں کہ جس سے خدا جنگ کرے وہ کبھی فلاح نہ پائے گا۔ انتہیٰ پھر شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ نے قول
بایزید بسطامی اور قول منصور علیہ الرحمہ کے توضیح اور توجیہ نہایت عمدگی اور شائستگی سے فرمائے
ہیں کہ جس سے فرق شرع شریف بالکل نہیں ہوتا۔ پس اب خیال کیا جائے کہ جب اقوال
اولیاء اللہ وہ بھی جو بطریق شطحیات کے ہوں کہ بظاہر خلاف شرع شریف معلوم ہوتے ہیں اُس
کا انکار بھی کرنا باعث ہلاکت ہونا بمصداق حدیث کے شیخ ابن حجر فرماتے ہیں تو سلطان
الاولیاء حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد جو بسند صحیح بروات ثقات ہم تک پہونچا ہے کہ آپ

نے فرمائے ہیں جو میرے نام سے مجھ کو پکارے اُس کی مصیبت دور ہو جائے گی اور بہ تجربات متواترہ کثیرہ یہ امر مفید بھی ثابت ہوا اور یہ آپ کا ارشاد خلاف شرع شریف نہیں ہے۔ پس آپ کے ارشاد کا انکار کیوں نہ باعث ہلاکت ہوگا لیکن یہ ارشاد آپ کا بسند صحیح برواۃ ثقاۃ کے ہم تک پہونچنا وہ ظاہر ہے کہ یہ روایت بہجۃ الاسرار کی ہے اور صاحب بہجۃ اسرار نے اس روایت کو برواۃ ثقاۃ حسب شرائط علماء حدیث حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تک پہونچائے ہیں لیکن یہ آپ کا ارشاد بہ تجربات متواترہ کثیرہ مفید ثابت ہونا وہ بھی ظاہر ہے کہ آپ کے احوال شریف میں بہت سی کتابیں تصنیف ہیں سب میں آپ کے کرامات درج ہیں اور آپ کے کرامات میں آپ کی مدد بوقت آپ کے اسم سے پکارنے والے پر ہونا بیان ہے علاوہ اُس کے اُنھوں کا تجربہ ہے اگر کوئی چاہے بشرط رسوخ عقیدت ہر شخص اس کا تجربہ فی الحال بھی کرسکتا ہے اور دو روایات بہجۃ الاسرار کے جو باسانید متصلہ برواۃ ثقاۃ کہ جس کی روایت کے اسناد میں اولیاء اللہ بھی ہیں بیان بھی ہو گئے کہ بوقت ندا باسم مبارک آپ کے کیسی مصیبتیں حاجت مندوں کی دور ہو گئے لیکن یہ ارشاد آپ کا خلاف شرع نہ ہونا بلکہ موافق شرع شریف ہونا اس لئے ہے کہ حضرت کا جو ارشاد ہے کہ جو شخص میرے اسم پاک کے ساتھ ندا کرے اُس کی مصیبت دور ہو جائے گی۔ دو امر پر مبنی ہے۔ ایک یہ کہ بوقت ندا آپ کو ندا کرنے والے کے حال سے اطلاع ہونا۔ پس یہ مبنی بہ کشف غیب ہے جس کے جواز پر علماء متقنین متفق ہیں کہ کشف غیب اولیاء اللہ کو ہوتا ہے اور اس باب میں فتویٰ شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کا بھی نقل کیا گیا۔ جب بروایت صحیحہ ثابت ہے کہ بغیر ندا اور بغیر توجہ کے بھی حال حاجت مند کا اولیاء اللہ کو منکشف ہوتا ہے اور وہ اُس کی تائید فرماتے ہیں پس بوقت توجہ اور ندا کے اگر اولیاء اللہ کو معلوم ہو جائے تو کیا عجب ہے اور کیا بات تعجب کی ہے۔ دوسرا امر یہ کہ آپ کے اس ارشاد سے مستفاد ہے کہ جب آپ کو حال حاجت مند کا بوقت ندا کے معلوم ہوتا ہے تو آپ اُس کی تائید بدعا یا تصرف جو کرامۃً آپ کو عطا ہوا ہے، فرماتے ہیں یہ بھی کوئی امر خلاف شرع شریف نہیں ہے۔ کیونکہ آپ

قدم بقدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں جیسا ذات مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالم کے لئے رحمت ہے۔آپ کی ذات بھی عالم کے لئے رحمت ہے۔ پس جب کوئی کسی مصیبت میں گرفتار ہوا اور آپ طرف متوجہ ہو کیوں آپ اُس کی تائید بدعا یا بہ تصرف جو کرامۃً آپ کو عطا ہوا ہے، نہ فرمائیں۔اُس پر بشرح وبسط اس امر کو بیان کیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی ذات نفع خلائق کے لئے ہے۔ پھر وہ کیوں نہ بوقت مصیبت کے حاجت روائی حاجت مندوں کی طرف متوجہ ہوں گے۔خصوصاً ہمارے خداوند غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پاک کو اولیاء اللہ میں حاجت روائی خلائق میں خدا نے زیادہ تر خصوصیت عنایت فرمایا ہے۔حضرت کا ارشاد بہجۃ الاسرار میں باسانید متصلہ برواۃ ثقاۃ مروی ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ خلق سے کنارہ کشی کرتا اور میرا یہ خیال رہا کہ تم مجھ کو نہ دیکھیں اور میں تم کو نہ دیکھوں مگر خدا کی مرضی ایسی نہیں ہوئی بلکہ خدا نے تمہارے منافع کو میرے ساتھ متعلق اور مربوط کر دیا لہذا مجھ کو تم میں بہ مجبوری رہنا پڑا۔ **رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنا و جعلنا عند نعالہ فی الدارین** آمین۔اب ثابت ہو گیا کہ آپ کا یہ ارشاد کہ جو کوئی میرے نام سے پکارے میں اُس کی مدد کروں گا۔سراسر موافق شریعت ہے پس جبکہ انکار شطحیات اولیاء اللہ جو بظاہر خلاف شرع شریف معلوم ہوتے ہیں بقول شیخ ابن حجر بمصداق حدیث باعث ہلاکی ہے تو انکار ارشاد سلطان الاولیاء کا جو برواۃ ثقاۃ باسانید صحیحہ ہم تک پہونچا ہے اور سراسر موافق شریعت ہے کیوں نہ باعث ہلاکت اور سم قاتل ہو اسی وجہ سے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد جو باسانید متصلہ اور برواۃ ثقاۃ بہجۃ الاسرار میں مذکور ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمائے کہ میرے کلام کا جھٹلانا تمہارے حق میں زہر ایک ساعت میں ہلاک کرنے والا ہے۔تمہارے دین کے لئے اور سبب ہے واسطے لیجانے تمہارے دنیا اور آخرت کے اُس روایت کو شیخ محمد بن عبد اللطیف ابن ابی طاہر احمد ابن ہبۃ اللہ ترمسی بغدادی حنبلی صوفی رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد میں ۵۷۱ھ پانسو اکہتر میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کئے ہیں

کذافی بہجۃ الاسراراب میں ایک حال شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کا بیان کرتا ہوں جو شیخ نے اپنا حال آپ لکھے ہیں وہ فتاویٰ حدیثیہ میں موجود ہے جس سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اولیاء اللہ کے اقوال اوراحوال کے انکار کرنے میں کیا ضرر ہے۔ اوران سے عقیدت رکھنے میں اوران کے احوال اوراقوال کوقبول کرنے میں کیا فائدہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس طائفہ یعنے بعض عارفین کے گود میں پرورش پایا۔ مگرایسے کہ ظاہر شرع شریف سے کوئی شخص اُن پر اعتراض نہیں کرسکتا تھا۔ اُن کا کلام میرے دل میں جم گیا کیونکہ وہ کلام میرے قلب میں اُس وقت آیا جومیرادل شکوک اور وسواس صحبت بد سے خالی تھا پس اُن کا کلام دل میں بیٹھ گیا پھر جب میں علوم ظاہر پڑھنا شروع کیا اور میراسن اُس وقت قریب چودہ سال کے تھا، پس میں نے کتاب مختصر ابی شجاع کو میرے استاد ابی عبداللہ کے پاس پڑھا اُن کا نام شیخ محمد جوینی سے جامع از ہر مصر میں وہ امام وقت تھے علوم ظاہر میں اور صاحب برکت اور عابد تھے۔ میں نے ایک مدت اُن کی خدمت میں رہا اُن کے مزاج میں تیزی تھی۔ پس ایک روز اُن کی مجلس میں کلام ذکر قلب اور نجباء وغیرہ تک پہونچا جس کا بیان اوپر گذرا۔ پس شیخ محمد جوینی نے اُس کا انکار جلدی سے اور بہت شدت کے ساتھ کئے اور کہے کہ یہ تمام باتیں ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور نہ کوئی اسباب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔ اگرچہ میں سب حاضرین مجلس سے چھوٹا تھا اُن کو کہا کہ معاذ اللہ یہ سچ ہے اور حق ہے کہ جس میں کوئی شبہ نہیں ہے کیونکہ اولیاء اللہ نے اس بات کی خبر دیئے ہیں جو کذب اُن کے اطراف نہیں پھٹکتا اور اُن لوگوں میں جواس بات کی خبر دے امام یافعی ہیں اور وہ شخص جامع علوم ظاہر اور باطن ہیں۔ پس شیخ محمد جوینی کا انکار اور بھی زیادہ ہوا اور مجھ کو بہت کچھ سخت اور سست کہہ گئے۔ پس مجھ کو سوائے سکوت کے گریز نہیں ہوا۔ پس میں چپ رہ گیا اور میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا کہ مجھ کو کوئی مدد اس امر میں نہ دے گا سوائے ہمارے شیخ کے جو شیخ اسلام اور مسلمین کے اور امام فقہا اور عارفین ابویحییٰ زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور میری یہ عادت

تھی کہ میں شیخ محمد جوینی کو ہر جائے لیجایا کرتا تھا اس لئے کہ وہ نابینا تھے اور میں اور شیخ جوینی شیخ زکریا انصاری کے پاس جایا کرتے پس ایک وقت میں اور شیخ محمد جوینی شیخ الاسلام شیخ زکریا انصاری کی طرف جارہے تھے۔ پھر جبکہ ہم نے اُن کے مکان کے قریب پہونچے اُس وقت میں نے شیخ محمد جوینی سے کہا کہ اگر مسئلہ قطب وغیرہ کا شیخ الاسلام کے روبرو ذکر کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے تا کہ ہم دیکھ لیں کہ اُن کا علم اس بارے میں کیا ہے پھر جبکہ ہم نے شیخ الاسلام کے پاس پہونچے۔ پس شیخ الاسلام زکریا علیہ الرحمہ نے شیخ محمد جوینی کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن کی بہت کچھ تعظیم تکریم کئے اور بہت بار دعا اُن سے چاہے پھر مجھ کو بھی شیخ الاسلام نے بہت سی دعائیں دیں۔ اُن کے دعاؤں سے یہ بھی تھی کہ **اللھم فقھّه فی الدین** اور اکثر بار شیخ الاسلام مجھ کو یہی دعا دیا کرتے تھے یعنے **اللھم فقھّه فی الدین**۔ پھر جبکہ کلام شیخ کا تمام ہوا اور شیخ محمد جوینی پلٹنے کا ارادہ کئے میں نے شیخ الاسلام کو کہا کہ یا سیدی قطب اور اوتاد اور نجباء و ابدال وغیرھم جن کو صوفیہ نے ذکر کئے ہیں کیا وہ حقیقت میں موجود ہیں۔ شیخ الاسلام نے فرمائے ہاں موجود ہیں۔ قسم ہے خدا کی اے میرے فرزند پھر میں نے شیخ الاسلام کو کہا کہ یہ شیخ محمد جوینی اس سے انکار کرتے ہیں اور جو شخص ایسا کہے اُس پر سخت رد کرتے ہیں۔ پس شیخ الاسلام نے فرمائے کیا ایسا ہی ہے یا شیخ محمد اور اس قول کی تکرار کئے یہاں تک کہ شیخ محمد جوینی نے شیخ الاسلام کو کہے کہ یا مولانا شیخ الاسلام میں نے اُس کے ساتھ ایمان لایا اور حضرات صوفیہ کے قول کی تصدیق کیا اور انکار سے توبہ کیا۔ پس شیخ الاسلام نے فرمائے کہ میرا یہی گمان ہے تمہارے ساتھ اے شیخ محمد پھر ہم اُٹھ کھڑے ہوئے اور مجھ پر شیخ محمد جوینی خفا نہیں ہوئے۔ بوجہ اُس کے جو مجھ سے صادر ہوا پھر شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مثل اُس واقعہ کے ایک اور دوسرا حال مجھ پر گذرا میرے بعض اساتذہ کے ساتھ اُس وقت میری عمر قریب اٹھارہ سال کے تھی وہ میرے استاد شیخ الاسلام شمس الدین دلجی ہیں اُن کے تصنیفات علوم شرعیہ اور عقلیہ میں پر متانت اور زور قلم اس قدر خدا نے اُن کو عنایت فرمایا کہ کوئی اہل زمانہ اُن کا مقابل

نہیں تھا۔ ایک روز ہم اُن کے پاس شرح تلخیص سعد الدین تفتازانی کی پڑھ رہے تھے۔ پس اُس مجلس میں ذکر عارف باللہ شیخ عمر بن فارض کا آیا۔ پس شیخ شمس الدین دلجی نے جھٹ پٹ کہہ دیئے کہ قاتلہ اللہ کیا کفریات کہے ہیں اُن کا حال کیسا اُن کا کلام حلول اور اتحاد کا ہے جو باطل ہے لیکن اُن کا شعر وہ اعلیٰ درجہ کا ہے۔ پس میں نے شمس الدین دلجی کو سب حاضرین مجلس میں سے کہا کہ حاشا اللہ شیخ عمر ابن فارض سے کبھی کلمات کفر اور حلول اتحاد سرزد نہیں ہوئے پس شیخ شمس الدین دلجی مجھ کو اور اُن کو سخت وسست کہے میں نے بھی جواب میں سخت کہا اور شیخ شمس الدین دلجی کو عارضہ ضیق النفس کا تھا اور مجھے معلوم تھا کہ وہ بسبب اس عارضہ کے اُن کو شب و روز زمین کو اپنا پہلو لگانے کی قدرت نہیں تھی پس میں نے اُن کو کہا کہ اے شیخ میں ذمہ دار ہوں اس امر کا کہ اگر آپ انکار شیخ عمر بن الفارض اور ابن عربی اور اُن کے تابعین سے رجوع کر جائیں تو اس مرض سخت سے آپ کو شفا حاصل ہوگی۔ اُنھوں نے کہے کہ یہ قول تمہارا صحیح نہیں ہے۔ میں نے اُن کو کہا کہ میرا قول تھوڑی مدت مان لو اگر اس مدت میں تمہارا مرض جاتا رہے تو فبہا اگر نہیں تو تم جانو اور تمہارا مذہب۔ پس شیخ شمس الدین دلجی نے کہے کہ ممکن ہے کہ ہم تجربہ کر لیں پھر اُنھوں نے ظاہر کئے کہ میں اپنے مذہب سے رجوع اور توبہ کیا پس اُن کا حال درست ہو گیا اور مرض میں اُن کی تخفیف ہو گئی ایک مدت مدیدہ تک اُن کا ایسا ہی حال رہا اور میں اُن کو اس مدت میں کہتا تھا کہ یا سیدی میری ذمہ داری صحیح ہو گئی۔ یعنی جو میں اس امر کا ذمہ دار ہوا تھا کہ اگر تم اپنے مذہب سے توبہ کرو گے تو تم صحیح ہو جاؤ گے۔ پس یہ میری بات صحیح ہو گئی۔ پس یہ میری بات کو سن کر ہنستے اور یہ امر اُن کو تعجب معلوم ہوتا اور اس مدت میں میں نے اولیاء اللہ کے حق میں سوائے خیر کے اور کوئی بات اُن سے نہیں سنا بعد مدت مدیدہ کے پھر اُنھوں نے اپنی مذہب سابقہ کے طرف عود کئے پھر اُن کا مرض پہلے سے زیادہ شدت کیا جس سے اُن پر تکلیف گزرنے لگی پس وہ اس مرض کی مصیبت کا مزہ چکائے گئے اور شدت مرض اُن کو قریب بیس سال کے رہی یہاں تک کہ وہ اپنے اسی حال پر انتقال کئے انتہیٰ۔ پس یہ روایت

جو ہم کو فقط ایک واسطہ سے پہونچی وہ واسطہ بھی کیسا ثقہ علماء متقنین سے مثل شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کے کہ وہ اپنا گذرا ہوا حال ایک اپنے فتویٰ میں لکھ دیئے جو اُن کا فتویٰ مجھ کو پہونچا پس اس کیفیت کے صدق اور حقیقت میں کوئی تامل نہیں پس اس سے دو فائدہ حاصل کرنا چاہئے۔ ایک تو یہ کہ شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کے حال سے ہم کو ہدایت حاصل کرنا چاہئے اور اُن کی اقتداء کرنا چاہئے کہ وہ کیسے علماء ربانیین سے ہیں اور کیسی اُن کو حسن عقیدت اور محبت خاصان الٰہی سے تھی اور وہ اپنے عقیدت اور محبت خاصان خدا میں کیسے راسخ اور مضبوط تھے کہ کیسا ہی درجہ کا عالم ظاہر کیوں نہ ہو۔ اگر چہ وہ اُن کا استاد ہو اُس کی زبان سے جب خلاف عقیدت اولیاء اللہ کے کوئی بات نکل آئی تو برسر مقابلہ ہوجاتے اور علم ظاہری کا اُن کے کچھ خیال نہ کرتے۔ **لایخاف فی الله لومة لائم** انھیں علماء باللہ کی شان میں ہے۔ شیخ محمد جوینی کا حال کس قدر عبرت خیر ہے کہ باوجود اس قدر اُن کے علم وفضل اور مشغولی عبادت کے حسن عقیدت اولیاء اللہ کی اُن کو نصیب نہیں تھی بالآخر شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے اثر سے اُن کو اس سوء عقیدت سے توبہ نصیب ہوئی اس میں شیخ حجر مکی علیہ الرحمۃ جو شیخ محمد جوینی کے شاگرد تھے واسطہ ہوئے مگر شیخ شمس الدین دلجی کا حال بہت کچھ محل عبرت ہے کہ وہ باوجود جامع ہونے علوم معقول اور منقول کے اور صاحب تصانیف مستند ہونے کے اُن کو بعض اولیاء اللہ کی خدمت میں باعتبار اُن کے بعض اقوال کے انکار تھا جب حسب ہدایت اُن کے شاگرد شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کے وہ اپنے اس انکار سے توبہ کئے اُس کا فائدہ فی الحال اُن کو معلوم ہوگیا اور ایک مدت مدید تک وہ اپنے اس حسن عقیدت کا فائدہ اُٹھاتے رہے بااین ہمہ پھر وہ اپنے خیال سابق کی طرف رجوع کر گئے۔ طرف ماجرا یہ ہے کہ باوجود یکہ وہ حسن عقیدت کا فائدہ مدت مدید تک اُٹھائے اور سوء عقیدت کا ضرر ونقصان فی البدیہ دیکھ لئے مگر تحمل شدائد جو بوجہ سوء عقیدت کے عائد حال ہوا بیس سال تک کئے اور بظاہر اُن کا خاتمہ اسی حال پر ہوا باطن کا حال خدا کو معلوم حدیث میں آیا ہے **کل میسر لما خلق له** یعنی ہر شخص آسان کیا جاتا ہے اُس

عمل پر جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ دوسری حدیث ہے **انما الاعمال بالخواتیم** ۔ یعنے اعتبار اعمال کا خاتمہ پر ہے۔ حق تعالیٰ ہمارا اور اُمت محمدیہ کا خاتمہ اولیاء اللہ کے حسن عقیدت اور اُن کی محبت میں کرے۔ جو لوگ کہ اولیاء اللہ کی جناب میں پورے بے ادب ہیں جیسا سابق کے مذہب والے معتزلہ اور حال کے مذہب والے وہابیہ نجدیہ اُن کو پورا حصہ اس شقاوت کا ملا ہے اگر وہ اپنے خیال میں اولیاء اللہ سے حسن عقیدت اور اُن سے محبت کا اظہار کرتے ہیں مگر بعضے اقوال اُن سے ایسے سرزد ہوتے ہیں جن سے بعض احوال اور کرامات اولیاء اللہ کا انکار لازم آتا ہے جیسا انکار ندا جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمائے ہیں کہ جو میرے نام کے ساتھ ندا کرے اُس کی مصیبت دور ہو جائے گی یا جو کوئی اور اولیاء سے اس قسم کا ارشاد سرزد ہوا ہے پس یہ لوگ بھی کسی قدر متمسک دامن اُن لوگوں کے ہیں جن کو اس بات میں پورا حصہ ملا ہے الحمدللہ خدا نے بہتر فرقہ ضالّہ سے نجات دیا اور **فرقۂ ناجیہ اہل سنت و جماعت** میں کیا شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر جو فتاوی حدیثہ میں درج ہے فرمائے ہیں کہ معتزلہ سے اولیاء اللہ کے کرامات کے انکار کا کوئی عجب نہیں ہے کیونکہ اُن سے اس سے بھی بدتر کلام وانکار احادیث متواتر المعنی واقع ہوا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کئے گئے ہیں مثل سوال منکر ونکیر اور عذاب قبر اور حوض اور میزان اعمال وغیرہ ذٰلک جو اُن کا بڑا کذب وافتراء ہے اُنھوں نے یہ مذہب اور مسلک اپنے عقول فاسدہ کی تقلید سے اختیار کئے اور اپنے عقول فاسدہ کو خدا پر اور اُس کی آیات اور اُس کے اسماء اور صفات اور افعال پر حکم بنائے ہیں یعنے جو حدیث اُن کی عقول فاسدہ سقیمہ کے موافق ہو اُس کو قبول اور جو حدیث اُن کے عقول فاسدہ کے موافق نہ ہو اُس کو رد کرتے ہیں اور اُن کو خوف نہیں ہے کہ اس مسلک سے تکذیب احادیث اور قرآن اور اجماع کی لازم آتی ہے جس سے کلمہ غضب کا اُن پر ثابت ہوتا ہے اور عجب ہے کہ اپنا نام اہل سنت رکھے ہیں اور وہ گمان کئے ہیں کہ ہم اُن لوگوں سے ہیں جن پر حق تعالیٰ نے اہل سنت ہونے کا احسان کیا ہے اور باوجود اُس کے انکار کرامات اولیاء اللہ

میں مبالغہ کرتے ہیں حالانکہ کلمہ محرومی کا اُن پر ثابت ہو گیا یہاں تک کہ اُن کو اہل بوار کے ساتھ ملا دیا اور اُن کیلئے ایک نوع وبال اور خسار ثابت ہو گیا اُن کے کئی اقسام ہیں بعض اُن میں وہ ہیں کہ مشائخ صوفیہ اور اُن کے تابعین پر انکار سے پیش آتے ہیں اور بعض اُن سے وہ ہیں کہ بالاجمال اُن سے اعتقاد رکھتے اور یہ کہتے ہیں کہ مشائخ صوفیہ اچھے لوگ ہیں اور اُن کے لئے کرامات ہیں مگر جب کسی ایک متعین صوفیہ سے ذکر کیا جائے یعنی کہا جائے کہ فلاں شخص صوفیہ سے ہیں یا اُن کی کوئی کرامت دیکھے تو وہ اس سے انکار کرتا ہے۔ اُن کے خیال میں شیطان ڈال دیا ہے کہ صوفیہ مر گئے اب جو باقی رہے ہیں وہ دھوکہ دینے والے ہیں وہ بھی حرمان اور عناد کے ایک مقام میں ہیں انتہیٰ پس شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ نے جو لوگ نام اپنا اہل سنت رکھ کر کرامات اولیاء اللہ کا انکار کرتے ہیں اُن کے دو فریق بیان کئے۔ فریق اول وہ ہیں کہ جو مطلقاً حضرات صوفیہ سے انکار رکھتے ہیں فریق ثانی وہ ہیں کہ حضرات صوفیہ سے اجمالاً اعتقاد رکھتے ہیں اور اُن کی کرامات کے بھی قائل ہیں مگر جب کسی صوفی کو خاص یا کسی کرامت خاص کو دیکھیں تو اُس سے انکار کر جاتے ہیں پس مسئلہ ندا سے جو لوگ انکار رکھتے ہیں وہ بھی فرقۂ ثانیہ کی ایک شاخ ہے کیونکہ گو وہ حضرات صوفیہ اور اُن کی کرامات کے بالاجمال اور ہر ہر صوفی معین کے اور ہر ہر اُن کی کرامت کے بہ تفصیل قائل ہیں مگر اس حد تک جس میں ندا باسماء اولیاء اللہ اور حاجت روائی حاجتمندان مذکور نہ ہو پس منکرین ندا بھی ایک نوع کے منکر کرامات معینہ ہوئے جن کے لئے شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نوع کا وبال اور خسار بیان فرمائے ہیں پس جب منکرین اقوال اور کرامات اولیاء اللہ کا حسب ارشاد حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور فتویٰ شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ یہ حال ہوا اور شمس الدین دلجی انکار اقوالِ اولیاء اللہ سے مبتلاء آفات ہوئے تو منکرین حدیث کا اسی پر قیاس کیا جائے۔ اب ہم کو اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنا ضرور ہے کہ ہم کو خدا نے کیسے نبی کریم کی اُمت مرحومہ میں پیدا کیا جو سید المرسلین ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رحمۃ اللعالمین آپ کا وجود فائز الجود مخلوق کے لئے سراسر رحمت ہے آپ کی

توجہ مبارک ہمیشہ صلاح وفلاح اُمت مرحومہ کی طرف مصروف ہے۔ پس یہ کیا بڑا احسان حق تعالیٰ کا ہے جو حق تعالیٰ نے ہم کو ایسے نبی رؤف ورحیم کی اُمت میں پیدا کیا جو حق تعالیٰ نے خود اپنا احسان ومنت ہم پر آیۂ **لقد من اللہ** میں بیان فرمایا۔ آپ ہدایت اور خیر خواہی اُمت میں کیسے حریص ہیں جس کا بیان حق تعالیٰ نے آیۂ **لقد جاء کم** میں فرمایا خیال کرنے کا مقام ہے کہ جب حق تعالیٰ آپ کی ذات مبارک کو تمام عالم کے لئے رحمت فرمایا اور آپ کے لئے ارشاد الٰہی ہوا کہ آپ کی ذات پاک اُمت کی صلاح وفلاح کے لئے حریص ہے پس ہمارا متوجہ ہونا آپ کی ذات رحمت آیات کی طرف کس قدر سبب حصول فوائد دارین اور باعث استفادۂ سعادت کونین ہے آپ کی ذات کے وسیلہ سے بندہ واصل حق ہوتا ہے آپ ہی کے وسیلہ سے بندوں کے گناہاں معاف کئے جاتے ہیں آپ ہی کے ذات کے وسیلہ سے مصائب اور مشکلات دارین دفع ہوتے ہیں۔ الحاصل جو کچھ ہم کو نعمات دنیوی یا اُخروی ملتے ہیں وہ سب بوسیلہ اور طفیل آپ کے ہیں اس لئے حق تعالیٰ نے ہم کو کس خوبی اور کس حُسن سے آپ کی ذات مبارک کی طرف توجہ کی تربیت فرمایا اور ارشاد الٰہی ہوا کہ **ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما** ۔یعنی حق تعالیٰ پہلے اپنی توجہ اور بعد اُس کے فرشتوں کی توجہ آپ کی ذات ستودہ صفات کے طرف بیان فرمایا پھر مومنین کو حکم ہوا کہ تم بھی حضرت کی ذات پاک کی طرف متوجہ ہو یعنی خدا نے ہم کو تربیت توجہ جانب ذات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طور سے کیا کہ جب ہم اپنے حبیب کی طرف متوجہ ہیں اور ہمارے خاص بندے جو فرشتہ ہیں وہ بھی آپ کی طرف متوجہ ہیں تو اب اے مومنین تم کو بھی ضرور ہے کہ ہمارے حبیب کی طرف متوجہ ہو جاؤ پس اب ہم کو زیادہ سعی وتوجہ کرنی چاہئے جو دارین میں از حد مفید و باعث انجاح مرام ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو متخلق باخلاق الٰہی ہیں مطابق ارشاد الٰہی ہم کو ہر اُمور میں اپنی طرف توجہ کی کس حُسن وخوبی سے تربیت فرمائے ہیں کہ ہر شخص ذکی متوسط غبی کے ذہن میں آجائے جس طرح حضرت نے حکم فرمائے

بوقت ختم عبادت صلوٰۃ کے جو وہ معراج المومنین ہے۔ میری طرف متوجہ ہو یعنی میرے نام کے ساتھ ندا کرو اور مجھ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرو تا کہ ہماری نماز جو ہم نے اپنے حسب حوصلہ ادا کئے ہیں جس میں نہ پورا خشوع وخضوع ہے نہ پورا اخلاص بلکہ قرأت ذکر لسانی بھی اگر پوری زبان سے ادا ہو جائے اور رکوع سجود اگر حسب شرع پورا ادا اور طہارت پوری حاصل اور جامۂ وجگہ پاک ہو تو بھی غنیمت ہے ہماری عقل اور فہم ناقص ہمارا اخلاص وخشوع وخضوع ناقص سب کام ناقص لیکن اُمید ہے کہ ہماری ناقص عبادت حضرت کی طرف متوجہ ہونے اور حضرت پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے سے خدا اپنے محض فضل وکرم سے قبول فرمائے اور حضرت کے وسیلہ سے حضرت کی شفاعت سے حضرت کی توجہ سے یہ ناقص نماز ہماری معراج المومنین ہو جائے پس جب کہ ہمیں نماز میں جو عبادت فریضہ اور معراج المومنین ہے حضرت کی طرف متوجہ ہونے اور حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ ندا اور حضرت پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے اور حضرت کو وسیلہ بنانے کا حکم ہوا تو عالی طبیعت ذوالفہم سلیم الطبع سمجھ لے سکتے ہیں۔ کہ ادنیٰ اُمور میں جو مراد دنیوی ہیں آپ کو وسیلہ گردا ننا آپ کی طرف متوجہ ہونا آپ کے اسم مبارک کے ساتھ ندا کرنا آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنا کیوں کر مفید نہ ہوگا بلکہ بطریق اولیٰ ہوگا۔ یہ امر چونکہ خاص نماز ہی کے لئے نہیں بلکہ سب کاموں کے لئے ہے۔ لہذا اصلوٰۃ الحاجۃ کی تعلیم ہوئی جس سے متوسط درجہ کے فہم کا آدمی بھی جان لے سکتا ہے کہ حضرت کی طرف متوجہ ہونا حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ ندا کرنا حضرت کو اپنا وسیلہ خدا کے پاس کرنا مخصوص اُمور اُخروی کے ہی ساتھ نہیں ہے بلکہ انجاح مرام اُخروی اور دنیوی ہر دو کے لئے کافی اور وافی ہے۔ اولیاء اللہ آپ کے نائبین اور آپ کے فیض یافتہ النائب کالمنیب اس لئے آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جیسا حضرت کا وسیلہ حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ ندا کرنا انجاح مرام اُخروی اور دنیوی کیلئے کافی ہے۔ ایسا ہی حال اولیاء اللہ کا ہے کہ اُن کی طرف متوجہ ہونا اُن کو اپنی حاجت کے وقت پکارنا اُن کو اپنے انجاح مرام کا وسیلہ خدا کے پاس کرنا باعث فوز مقاصد دارین ہے مگر شاید کوئی سمجھ لے کہ توسّل

اور توجہ اور ندا خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے اِس لئے حکم ہوا کہ تم بوقت حاجت میری اُمت کے مردان خدا سے بھی مدد چاہا کرو اگرچہ وہ تم کو نہ دیکھیں پھر دریائے رحمتِ رحمۃ اللعالمین موج زن ہوا اور ذہن اقدس میں جو خزینہ اسرار الٰہی ہے یہ امر آیا کہ جو لوگ اُمت مرحومہ سے ایسے ہیں کہ اُن کا قلب تعلقات دنیویہ سے پاک نہیں ہوا۔ ابھی اُن کے حجاباتِ بشریہ مرتفع نہیں ہوئے ابھی ان کو راہ و رسم عالم قدس کا پیدا نہیں ہوا اُن کو یہ امر منکشف نہیں ہے کہ واصلانِ حق کا کیا حال ہوتا ہے۔ جن لوگوں سے حجابات بشریہ دور ہو جاتے ہیں اور اُن پر تجلیات اسماء وصفات الٰہی وارد ہوتے ہیں تو ان پر کیا کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اُن کا اثر مخلوق پر کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اگر اُن کے ذہن میں آجائے کہ خاصان الٰہی مثل ہمارے دیکھتے ہیں کہ وہ بھی بشر ہم بھی بشر ہیں وہ بندے خدا کے ہم بھی بندے خدا کے ہیں ہم کو تو مسافت معمولی سے اگر کچھ دور میں ندا کیا جاوے تو ہمارے سماعت اُن کے سننے سے قاصر رہتی ہے اگر ہم کو ندا کرنے والوں کا حال بھی کسی ذرائع سے معلوم ہو جائے تو ہم کو اُن کے پاس پہونچنے کو بہت تکلیف چاہئے اور اسباب ظاہری کی ضرورت ہے اگر ہم اُن کے پاس پہونچ بھی جائیں تو بقدر طاقت بشری وآلۂ ظاہری ممکن ہے مگر اکثر وقت اکثر اُمور میں ہم اُن کی اعانت سے عاجز رہیں گے پس خاصانِ خدا کو دور سے ندا کرنے کے فوائد ہمارے کچھ ذہن میں نہیں آتے۔ حدیث التحیات میں جو ندا کرنے کا حکم ہوا وہ خاص نماز ہی کے لئے ہے جو وہ حسب حکم خدا تھا اور حاجت میں جو تعلیم ندا ہوئی وہ بھی حضرت کے وقت پر منحصر تھی اور حسب الحکم الٰہی تھی علیٰ ہذا جو مردان خدا نظر نہیں آتے، اُن سے اعانت کا جو حکم ہوا وہ بھی اُسی وقت میں منحصر تھا۔ پس اس وقت میں تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما اس عالم میں نہیں ہیں پس ہمارے عقل میں نہیں آتا کہ ہم بوقت حاجت آپ کے اسم مبارک کے ساتھ کیوں ندا کریں اور اولیاء اللہ نائبین کے بھی اسم کے ساتھ ندا کرنا ہماری عقل سے بعید ہے۔ ہر وقت ہر شخص کے احوال کا جاننے والا سوا خدا کے کوئی نہیں ہے وغیرہ وغیرہ جو بعض لوگوں کا خیال فی

زانا ہے وہ سب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکشوف اور آپ پر ظاہر ہو گیا۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن لوگوں کی ہدایت اور فوائد دینی اور دنیوی کے لئے یہ حدیث نہ اپنی طرف سے بلکہ خدا کی طرف سے روایت فرمائے تا کہ لوگوں کو کسی طور سے شک وشبہ اور ریب باقی نہ رہے کہ جس میں راز مخفی کی توضیح ہے اور اس معنی کے تصریح ہے کہ عام لوگوں کو خاص لوگوں سے کس وجہ سے تمیز ہے اور اس حکمت کی تلویح ہے کہ اُن سے دوروں کو کس وجہ سے مدد پہونچ سکتی ہے اور ان کی حالت غیاب اور بعد مسافت میں کیوں نہ کرنے کا حکم ہوا جب وہ حقیقت و کیفیت معلوم کی جائے گی کہ مابین خدا اور خاصان خدا کے کیا معاملہ ہے خدا کی عنایت اُس کے خاص لوگوں پر کیسی ہے خدا سے اُن کو کیا مرتبہ ملتا ہے خدا سے اُن کو کیا عزت حاصل ہوتی ہے خدا کا اُن سے کیا راز و نیاز ہے جس کے باعث سے دوروں کا حال اُن پر مکشوف ہوتا ہے۔ کہ وہ دوروں کی استعانت دستگیری کرتے ہیں بعد سب حقیقت معلوم ہونے کے اور کوئی شک و شبہ خاص لوگوں سے استمداد کے بارے میں خواہ وہ دور ہوں یا نزدیک حاضر ہوں یا غائب باقی نہ رہے گا اور بلا شک اور بلا شبہ بلا تامل وہ اس فوز عظیم سے محروم نہ رہیں گے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق تعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں جس کو محدثین کے اصطلاح میں حدیث قدسی کہتے ہیں کہ خدائے جل شانہ فرماتا ہے **من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئی احب الی مما افترضت علیه مایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببته فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به ویده الذی یبطش بها و رجله الذی یمشی بها و ان سالنی لاعطینه ولئن استعاذ لی لا عیذنه** ۔ ترجمہ: جو شخص کہ میرے ولی سے دشمنی رکھا پس میں نے اُس کو آگاہ کیا جنگ کے ساتھ یعنی وہ میرے ساتھ جنگ کرے۔ اور نہیں نزدیک ہوا میری طرف میرا بندہ کسی چیز کے ساتھ جو میرے طرف دوست زیادہ ہو اُس چیز سے جو میں نے اُس پر فرض کیا اور ہمیشہ ہے میرا بندہ جو میرے طرف نوافل کے ساتھ

نزدیکی طلب کرتا ہے یہاں تک کہ میں اُس کو دوست رکھتا ہوں۔ پس جب میں نے اُس کو دوست رکھا پس میں اُس کی سماعت ہوجاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اُس کی بصارت ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اُس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اُس کا پیر ہوجاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے میرے سے جو طلب کرے میں اُس کو دیتا ہوں۔ اور میرے سے پناہ چاہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں انتھیٰ۔ اس حدیث کو امام بخاری ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ حدیث مشکوٰۃ کے باب ذکراللہ میں ہے۔ علماء شریعت جو ابھی مرتبہ کشف وشہود کو نہیں پہونچے اُن کو اس امر کے معلوم کرنے اور اُس کے بیان میں بہت دشواریاں واقع ہوئے کہ خدا بندہ کی سماعت اور بصارت وغیرہ کس طرح ہوجاتا ہے۔ بعض اُن سے یہ اُس کی توجیہ کرتے ہیں کہ خدا اُن کے حواس وآلات کو وسائل اپنی خوشنودی کا کرتا ہے۔ پس نہیں سنتا ہے وہ بندہ مگر اس چیز کو جس کو خدا دوست رکھتا ہے اور نہیں دیکھتا ہے مگر اُس چیز کو جس کو خدا دوست رکھتا ہے اور خدا اس امر میں اُن کا مددگار اور حافظ ہوتا ہے کہ اُن کی سماعت اور بصارت اور ہاتھ پیر کو جس عمل سے کہ وہ راضی نہیں بچاتا ہے بعضوں نے کہے ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ اُس کی سماعت اور بصارت اور ہاتھ اور پیر وغیرہ جو اُس کے قضاء حوائج کے لئے مقرر ہیں اُس سے جلد ترین اُس کی قضاء حوائج کرتا ہوں انتھیٰ یہ توجیہات اس وجہ سے ہیں کہ شہود اس کیفیت کا کہ خدا انسان کی سماعت اور بصارت ہوجانے کے کیا معنی وہی لوگ سمجھتے ہیں جن پر یہ بات ظاہر ہوگئی ہے اور اُس کی چاشنی سے واقف ہیں یا این ہمہ یہ لوگ اعتقادِ کشف غیب مقربانِ الٰہی کرتے ہیں اور کہتے ہیں جس چیز کے دیکھنے سے ہماری بصارت قاصر ہے خاصانِ الٰہی اس چیز کو دیکھ لیتے ہیں۔ جس چیز کے سننے سے ہماری سماعت قاصر ہے خاصانِ حق اُس چیز کو سن لیتے ہیں مگر اس سننے اور اس دیکھنے کی کیفیت اُنھیں لوگوں کو معلوم ہے جو اس طور کا سننا وہ لوگ سنتے ہیں اور اس طور کا دیکھنا وہ دیکھتے ہیں جن علماء پر یہ کیفیت گذری ہے وہ اس حدیث کے یہ معنی فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد حق تعالیٰ کا دلالت کرتا ہے

اس بات پر کہ بندے کا قرب اپنے پروردگار سے اداءِ فرائض کے ساتھ اتم اور اکمل ہے۔ اُس قرب سے جو باداءِ نوافل ہے کیونکہ بندہ کو علیحدگی اپنے اختیار سے امتثال الٰہی میں زیادہ سخت ہے ادائی فرائض میں اس لئے کہ نوافل کا ہدیہ بندہ اپنے پروردگار کی جانب باختیار خود بھیجتا ہے۔ ازراہ تبرع کے حاصل ہوتا ہے اول میں فناء ذات اور ثانی میں فناء صفات ایسا ہی کہے انتھیٰ یہ خلاصۂ مضمون مرقاۃ اور لمعات اور طیبی کا ہے جو شرح مشکوٰۃ کے ہیں۔ پس یہ اخیر تفسیر والے بیان کئے کہ خدا کا ارشاد کہ میں بندہ کی سماعت اور بصارت ہو جاتا ہوں یہ معنی ہیں کہ بندہ پر خدا کی تجلیات صفاتی غالب ہوتے جاتے ہیں اور بندہ پر جب تجلی کسی صفت الٰہیہ کی ہوتی ہے تو اُس صفت کو سارے عالم میں دیکھتا ہے۔ ایسا ہی یکے بعد دیگرے تجلیات صفات الٰہیہ بندہ پر ہوتے جاتے ہیں جیسا کہ شیخ عبدالکریم جیلی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب انسان کامل میں تحریر فرماتے ہیں: **فمنهم من تجلى الحق له بالصفة الحياتية فكان هذا العبد حياة العالم با جمعه يرى سريان حياته فى الموجودات جميعها جسمها وروحها** پس بعض سالکین اولیاء اللہ پر حق تعالیٰ اپنی صفت حیاتیہ کے ساتھ متجلی ہوتا ہے پس یہ بندہ جمیع عالم کا حیات ہو جاتا ہے اپنی حیات کو جمیع موجودات میں ساری دیکھتا ہے۔ جسم میں اُس عالم کے اور روح میں اُس کے انتھیٰ۔ فا یہ بندہ جو اپنی حیات کو جمیع عالم میں ساری دیکھتا ہے تو حقیقت میں حیات جو صفت الٰہیہ ہے اُس کو جمیع عالم میں ساری دیکھتا ہے کیونکہ تجلی صفت حیاتِ الٰہیہ کے ساتھ اُس کی حیات جو صفت بشری ہے فنا ہو گئی اور باقی رہ گئی حیات جو صفت الٰہی ہے شیخ عبدالکریم علیہ الرحمۃ نے شروع باب تجلیۂ صفاتیہ میں اس امر کی تصریح فرمادیئے ہیں کہ حق تعالیٰ جب ارادہ فرماتا ہے کہ کسی بندہ پر اپنے اسم یا صفت کی تجلی فرمادے تو اُس بندہ کی ہستی کو فنا کر دیتا ہے اور اپنی صفت کی تجلی جو وہ ایک لطیفہ الٰہی ہے اُس کے قائم مقام کرتا ہے کیونکہ یہ تجلیات صفات الٰہیہ جو بندہ پر ہوتے ہیں خدا کی رحمت اور نعمت ہیں اگر خدا بندہ کی ہستی کو فنا کر دے اور اس کے عوض اپنی صفت لطیفہ الٰہیہ کو قائم مقام نہ کرے تو فنائے ہستی بندہ

رحمت اور نعمت کے بجائے نعمت ہوگی پھر شیخ علیہ الرحمۃ بعد چند فقروں کے فرماتے ہیں :
و کنت فی ھذا التجلی مدة من الزمان الی ان نقلتنی یدالعنایة عن ھذا التجلی الی غیره ولا غیر اور تھا میں اس تجلی میں ایک مدت تک زمانے سے یہاں تک کہ مجھ کو دست عنایت خدا نے اس تجلی سے اُس کی دوسری تجلی میں نقل کیا اور کوئی دوسرا نہیں بلکہ سب اُسی کے تجلیات ہیں انتھیٰ ف اس صفت کی تجلی میں جب بندہ واصل الی الذات ہوجاتا ہے تو تصرف احیاء اموات کا انبیاء علیہم السلام سے معجزۃً اور اولیاء اللہ سے کرامۃً ظاہر ہوتا ہے حقیقت میں احیاء اموات تجلی صفت الٰہیہ ہے اُس کی نسبت بندہ کی طرف محض اُس کی عزت وشرف کی وجہ کی جاتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نسبت احیاء اموات کی جو صفت خاص حق تعالیٰ کی ہے اپنے طرف کئے اور کہے کہ **واحیی باذن اللہ** یعنی میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں ساتھ تجلی صفت احیاء کے جو خدا نے مجھ پر فرمایا ہے پھر شیخ علیہ الرحمہ دوسری صفت الٰہیہ کی تجلی کا حال بیان فرماتے ہیں ۔ **ومنھم من تجلی اللہ علیه بالصفة العلمیة وذلک لما تجلی علیه بالصفة الحیاتیة الساریة فی جمیع الموجودات ذاق ھذا العبد بقوة احدیة تلک الحیاة جمیع ماھی علیه الممکنات فحینئذٍ تجلت الذات علیه بالصفة العلمیة فعلم العالم باجمعھا علی ماھی علیه من تفاریعھا من المبدء الی المعاد و علم کل شئی کیف کان و کیف ھو کائن و کیف یکون وعلم ما لم یکن ولم لا یکون ولو کان مالم یکن کیف کان.** ترجمہ بعض اُن اہل تجلیات سے وہ ہیں کہ حق تعالیٰ اُن پر تجلی صفت علمیہ کے ساتھ کرتا ہے اور یہ اس واسطے کہ حق تعالیٰ بندہ پر صفت حیاتیہ کے ساتھ متجلی ہوا جو جمیع موجودات میں ساری ہے تو وہ بندہ بعلم ذوقی جان لیتا ہے ساتھ قوت احدیت اُس صفت حیات کے جمیع اُس حالت کو جس حالت پر ممکنات ہیں پس اس حال میں متجلی ہوتا ہے خدا اُس بندہ کی ذات پر صفت علمیہ کے ساتھ پس جان لیتا ہے بندہ تمام عوالم کو اُس حالت پر جو وہ ممکنات ہیں اُن کے تفاریع سے مبدأ سے معاد تک اور جان لیتا

ہے بندہ ہر شئ کو کہ کیسی ہوئی اور کیسی ہونے والی ہے اور کیسی ہوگی اور جان لیتا ہے بندہ اُس چیز کو جو نہیں ہوئی اور جو نہیں ہوئی، کیوں نہیں ہوئی اگر ہوتی جو چیز نہیں ہوئی تو کیوں ہوتی **یکون کل ذٰلک علماً اصلیاً حکمیا کشفیا ذوقیا من ذاته سریانه فی المعلومات علما اصلیا تفصیلا کلیا جزئیاً مفصلاً فی اجماله لکن فی غیب الغیب واللدنی** ۔ترجمہ: ہوتا ہے یہ علم اصلی حکمی یعنی یہ علم کسی آلات اور اسباب سے بالعوارض اس بندہ کو حاصل نہیں ہوتا بلکہ اول اُس علم کا مبداء فیاض سے ہے اور یہ علم اس کا حکمی ہے یہ معنی ہیں کہ یہ علم اس کا یقینی ہے کہ اُس پر کوئی شک پیدا کر سکنے کے قابل نہیں ہے اور یہ علم اُس کا ذوقی کشفی ہے۔ اُس کے یہ معنی ہیں کہ یہ علم جو اُس کو حاصل ہوا بہ تجلی صفت علمیہ الٰہی ہوا کہ یہ امر متعلق بہ ذوق ہے بیان سے خوب سمجھ میں نہیں آ سکتا اور کشفی ہے یہ معنی کے بہ تجلی صفت علمیہ الٰہی حالات موجودات کے اس پر مکشوف ہوئے اور یہ کشف اور ذوق بباعث تجلی صفت الٰہیہ کے اُس کی ذات سے پیدا ہوا اس کا علم اجمالی تفصیلی ہے یعنی اُس کے علم اجمالی میں علم تفصیلی بھی موجودات کا حاصل ہے۔ اُس کا علم کلی جزئی ہے یہ معنی کے علم کلی میں اُس کو جزئیات کا بھی علم حاصل ہے۔ اُس کے علم اجمالی میں اُس کو علم تفصیلی بھی حاصل ہے مگر ان مراتب کا علم اُس بندۂ اہل تجلی کو مرتبہ غیب الغیب اور مرتبہ لدنیٰ یعنی بطون میں حاصل ہوتا ہے یعنی وہ بندۂ اہل تجلی کو جو بہ تجلی صفت علمیہ الٰہیہ کے حالات موجودات کے معلوم ہوئے وہ منحصر مرتبہ غیب الغیب میں ہی ہے مرتبہ شہادت یعنی اس عالم میں اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور یہ حال عبد صفاتی کا ہے۔ جو ابھی واصل الی الذات نہیں ہوا جیسا کہ شیخ علیہ الرحمۃ ایک فقرہ کے بعد بیان فرمائے ہیں۔ بباعث شدت تعلق کے اس مقام پر بیان کیا گیا **والصفاتی لیس له من العلم الا وقوعه علیه فی غیب الغیب** یعنی جو بندہ کہ جس پر صفات الٰہیہ کی تجلیات ہو رہی ہیں ابھی وہ مرتبۂ ذات تک نہیں پہونچا ہے وہ علم جو مرتبۂ غیب الغیب میں بہ تجلی صفتِ علمیہ الٰہیہ اُس پر مکشوف ہوا مرتبہ غیب الغیب میں ہے وہ حالت تجلی صفت علمیہ الٰہیہ کی اس پر رہتی ہے مگر اس عالم

شہادت میں وہ تجلی باقی نہیں رہتی۔ **والذاتی من التفصیل من غیب الغیب الی شهادة الشهادة** جو بندہ ذاتی ہے یعنی جو بندہ کہ تجلیات صفاتیہ سے عروج کر کے تجلی ذات تک پہونچ گیا ہے وہ اس علم تفصیلی کو جو اُس کو مرتبۂ غیب الغیب میں بہ اجمال حاصل ہوا تھا مرتبہ غیب الغیب سے لئے ہوئے مرتبہ شہادت الشہادۃ میں اُترتا ہے۔ انتھیٰ شیخ علیہ الرحمہ نے اس عالم کو مرتبۂ شہادت الشہادۃ کے ساتھ تعبیر کئے حالانکہ اس عالم کو فقط عالم شہادت کہتے ہیں نہ شہادۃ الشہادۃ اُس کی وجہ یہ ہے کہ بہ نسبت مرتبۂ غیب کے یہ عالم عالم شہادت ہے شیخ جب کہ مرتبۂ غیب الغیب کا ذکر فرمایا تو باعتبار غیب الغیب کے یہ مرتبۂ شہادۃ الشہادۃ ہوا پھر شیخ اِس امر کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ علم جو بندۂ واصل الی الذات کو بہ تجلی صفت علمیہ الٰہیہ کے حاصل ہوا تھا اور اُس کی تفصیل کو بندۂ ذاتی جو مرتبہ شہادت الشہادۃ میں لاتا ہے جس کا ذکر شیخ فرما چکے اُس سے یہ امر تشنہ رہ گیا کہ یہ تفصیل بندے کو کون سے مرتبہ میں حاصل ہوتی ہے کیا یہ تفصیل اُس کو مرتبۂ شہادت الشہادۃ میں حاصل ہوتی ہے یا مرتبہ غیب میں یا مرتبۂ غیب الغیب میں؟ اُس کی تصریح شیخ قول آئندہ میں بیان فرماتے ہیں **ویشهد تفصیل اجماله فی الغیب ویعلم اجماله فی غیب الغیب** یعنے جو بندہ واصل الی الذات پر تجلی صفات علمیہ الٰہیہ ہوتی ہے پس جو علم کہ اُس کو مرتبہ غیب الغیب میں حاصل ہوتا ہے وہ علم اجمالی ہوتا ہے پھر جب کہ اُس بندہ کو مرتبہ غیب الغیب سے تنزل مرتبہ غیب کی طرف ہوتا ہے پس وہ علم اجمالی جو اُس کو بہ تجلی صفت علمیہ الٰہیہ کی مرتبہ غیب الغیب میں اجمالاً حاصل ہوا تھا اُس کی تفصیل اُس بندۂ ذاتی کو مرتبۂ غیب میں حاصل ہوتی ہے اور وہی علم تفصیلی کو مرتبہ غیب سے مرتبۂ شہادت الشہادۃ میں لاتا ہے۔ انتھی اس تجلی صفت علمیہ الٰہیہ کی حالت میں مقربان الٰہی کو کشف غیب ہوتا ہے۔ اشیاء مغیبات کا حال ان کو معلوم ہوتا ہے۔ مقربان الٰہی سے جس کا عروج تجلی ذات تک ہو گیا ہے وہ لوگ اُس مغیبات میں سے جس قدر ہماری نسبت مناسب معلوم ہو بعض مغیبات کی خبر دیتے ہیں سلطان العارفین سید الواصلین افضل الانبیاء والمرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کو

تجلیات ذاتیہ وصفاتیہ الٰہیہ کا فیضان بلا واسطہ حق تعالیٰ کی جانب سے اس قدر ہے کہ جس میں کوئی فرد مخلوق آپ کا سہیم اور شریک نہیں ہے نہ فرشتہ مقرب نہ نبی مُرسل۔ آپ کے ہی وسیلہ سے اولیاء اُمت مرحومہ واصل الی الذات ہوئے آپ کے فیضان سے اولیاء اُمت مرحومہ مرتبۂ تجلیات ذاتیہ وصفاتیہ الٰہیہ فائز ہوئے اور مخاطب بخطاب **كنتم خير امة** اور ملقب بہ لقب **علماء امتی کانبياء بنی اسرائيل** ہوئے جن احادیث سے اس تجلی صفت علمیہ کی طرف اشارہ ہے اور آنحضرت ﷺ اپنی اُمت مرحومہ کو بقدر اُن کی ضرورت کے بعض مغیبات سے اطلاع دیئے۔ اور جو بہ تجلی صفت علمیہ الٰہیہ کے آپ پر مکشوف ہوئے اُن میں سے چند احادیث یہاں ذکر کرتا ہوں۔ حدیث اول: **عن حذيفة رضى الله عنه قال قام فينا رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم مقاماً ما ترک شيئا يكون فی مقامه ذلک الى قيام الساعة الاحدث به فحفظه من حفظه ونسيه من نسيه قد علمه اصحابی بهولاء وانه ليكون منه الشی قد نسيته فاراه فاذكره كما يذكر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا راه عرفه متفق عليه** ترجمہ: مروی ہے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے کہا کہ خطبہ فرمائے یعنی وعظ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے مجلس میں کھڑے ہوکر ایک مقام میں حضرت نے وعظ میں جو کوئی بات قیامت تک ہونے والی تھی نہیں چھوڑی جس نے اُس کو یاد رکھا جو یاد رکھا اور جس نے بھولا سو بھولا پس وہ حادثہ بھولا ہوا جو میں دیکھتا ہوں مجھ کو یاد آجاتا ہے جو حضرت نے ارشاد فرمائے تھے جیسا کہ کوئی شخص ایک شخص کو دیکھ کر بھول جاتا ہے۔ پھر جب اُس کو دیکھتا ہے وہ یاد آجاتا ہے اور پہچان لیتا ہے۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم روایت کئے۔ دوسری حدیث **وعن عمر ابن اخطب الانصاری قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه و سلم يوما الفجر وصعد المنبر فخطب حتى حضرت الظهر نزل ثم صعد المنبر فخطب حتى حضرت العصر ثم نزل فصلى ثم صعد المنبر حتى غربت الشمس**

فاخبر بما هو كائن الی یوم القیامة فاعلمنا احفظنا رواه مسلم کذا فی المشکوٰة مروی ہے عمر بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے کہا اُنھوں نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو اپنی امامت سے نماز صبح پڑھائی پھر منبر شریف پر برآمد ہو کر وعظ فرمائے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آیا پھر حضرت منبر شریف سے اُترے اور نماز ظہر ادا فرمائے پھر منبر شریف پر برآمد ہوئے اور ہم پر خطبہ پڑھے یعنی وعظ فرمائے یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہوا پھر منبر شریف سے اُترے اور نماز عصر ادا فرمائے پھر منبر شریف پر برآمد ہوئے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا پس حضرت نے جو باتیں قیامت تک ہونے والی تھیں سب بیان فرمائے پس ہم میں زیادہ علم رکھنے والا وہ شخص جو اُن باتوں کو سب سے زیادہ یاد رکھا اس حدیث کو مسلم نے روایت کئے ۔ یہ دو حدیث مشکوٰہ سے منقول ہیں انتھی ۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں لکھا ہے ۔ **ومن ذلک ما اطلع علیه من الغیوب ما یکون فی هذا الباب بحر لا یدرک قمره ولا یعرف غمزه وهذه المعجرة من جملة معجزاته المعلومة علی القطع الواصل الینا خبرها علی التواتر لکثرة رواتها و اتفاق معانیها علی الاطلاع علی الغیب** اور اُن معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ ہے جو آپ کو غیب کی باتوں پر اطلاع دی گئی اور جو اخبار اس بات میں آئے ہیں وہ ایک دریا ہے کہ جس کی گہرائی معلوم نہیں ہوتی اور نہ اس کی پہنائی معلوم کی جاتی اور یہ معجزہ آپ کے اُن معجزات سے ہے کہ جو یقیناً جانے گئے ہیں اور ہم تک اُن کی خبر علی التواتر پہونچی ہے بسبب بہت ہونے اُن کے راویوں کے اور متفق ہوئے اُن کی معانی کو اطلاع علی الغیب پر انتھیٰ ۔ ایضاً قاضی عیاض فرماتے ہیں **وقال ابو ذر رضی الله عنه لقد ترکنا رسول الله صلی الله علیه و اله و سلم وما یحرک طائر جناحه فی السماء الا وقد ذکرنا منه العلم** ۔ ترجمہ: اور کہے ابو ذر رضی اللہ عنہ بہ تحقیق کہ چھوڑے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نہیں ہلاتا ہے کوئی پرندہ اپنے بازو کو مگر بیان فرمائے حضرت صلی اللہ علی والہ وسلم ہم سے اس

معلومات کو انتھی شیخ ابن حجر اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں **ولان اکثر علوم نبینا صلی اللہ علیہ و الہ و سلم یتعلق بالمغیبات بدلیل فعلمت علم الاولین والاخرین ولانہ تعالیٰ اختص بہ لکن من حیث الشمول والاحاطۃ بعلمہ بالکلیات والجزئیات فلاینا فی ذلک اطلاع اللہ تعالیٰ لبعض خواصہ علی کثیر من الغیبات حتی من الخمس التی قال نبیا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم خمس لا یعلمھن الا اللہ تعالیٰ لانھا جزئیات معدودۃ لاغر** اکثر علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مغیبات سے متعلق تھے اس لئے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ پس میں نے جانا علم اولین اور آخرین کو اور اس لئے کے حق تعالیٰ مخصوص ہے ساتھ علم غیب کے لیکن خدا کا علم سب کلیات اور جزئیات پر حاوی اور شامل ہے پھر اگر خدا نے اپنے بعض خاص بندوں کو اکثر مغیبات پر اطلاع فرمائی تو کچھ مضائقہ نہیں ہے تا کہ آنکہ اُن پانچ اُمور میں سے جس کا علم خاص خدا کے ساتھ ہونا قرآن میں ذکر ہے اُن پر کسی خاص بندہ کو خدا نے مطلع کیا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ یہ بہ نسبت علم الٰہی جزئیات معدودہ نہیں انتھی **کذا فی الوسیلۃ الجلیلۃ** شیخ عبدالکریم جیلی علیہ الرحمۃ جو فرمائے ہیں کہ بوجہ تجلی صفت علمیہ الٰہیہ کے بندہ کو اطلاع مغیبات کی ہوتی ہے اُس سے یہ مراد شیخ کی نہیں ہے کہ اطلاع مغیبات کی بندہ کو محض بہ تجلی صفت علمیہ الٰہیہ کے ہی ہوتی ہے اور کوئی دوسرا طریق مغیبات کا بندہ کے لئے نہیں ہے کیونکہ شیخ کے کلام میں کوئی لفظ حصر کا نہیں ہے بلکہ مراد شیخ کی بیان کیفیت تجلی صفت علمیہ الٰہیہ ہے کہ اُس سے ہوتی ہے جائز ہے کہ اور دوسرا ذریعہ بھی خدا کی جانب سے ہو جس کی وجہ سے اطلاع مغیبات کی بندہ کو ہوتی ہو جیسا کہ بندہ پر جب صفت کلامیہ الٰہیہ متجلی ہو اُس سے بھی اطلاع مغیبات کی بندہ کو ہوتی ہے جو اطلاع مغیبات کی بہ تجلی صفت علمیہ کے ہو اُس کو کشف کہتے ہیں پھر اگر انبیاء علیہم السلام کو ہو تو وہ معجزہ اور اگر اولیاء اللہ کو ہو تو وہ کرامت ہے اور اطلاع مغیبات کی اگر بہ تجلی صفت کلامیہ الٰہیہ انبیاء علیہم السلام کو ہو تو وہ وحی ہے اگر اولیاء اللہ کو ہو تو وہ

الہام ہے شیخ علیہ الرحمۃ نے جو تجلی صفت علمیہ الٰہیہ میں فرمائے ہیں کہ بوقت تجلی صفت علمیہ الٰہیہ کے بندہ کو مرتبہ غیب الغیب میں احوال عالم کاما کان وما یکون وما لم یکن وغیرہ معلوم ہوجاتا ہے۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بندہ اُس علم غیب الٰہی کا محیط ہوجاتا ہے کہ جو علم غیب خدا کے لئے خاص ہے بلکہ یہ علم مغیبات کا بندہ کو جو خدا کی تجلی صفت علمیہ سے حاصل ہوتا ہے یہ علم کائنات کا ہے کائنات حادث ہیں اور متغیر ہیں اور خدا کا علم قدیم ازلی ابدی ہے متغیر نہیں کیا آپ نہیں دیکھتے ہو کہ یہ علم بندہ کو قبل تجلی صفت علمیہ کے کب حاصل تھا بایں ہمہ جو علم کہ بہ برکت تجلی صفت علمیہ کے حاصل ہوا تو خدا کی عنایت اور اس کے ارادہ سے حاصل ہوا جس کی خبر خدا قرآن میں دیتا ہے ولا یحیطون بشئ من علمه الا بماشآء اور یہ علم جو خدا کی عنایت سے اور اس کے ارادہ سے بندہ کو حاصل بھی ہوا تو خدا کے علم کے روبرو یہ علم جزئی ہے خدا کا علم اس کے بھی ماورا ہے جو درک بشری وہاں تک رسائی سے قاصر ہے پس قول شیخ علیہ الرحمہ ذرا بھی کسی امر میں خلاف شرع شریف نہیں اس لئے شیخ علیہ الرحمہ نے شروع میں کتاب انسان کامل کے فرمایا ہے ثم التمس من الناظر فی هذا الكتاب بعد ان اعلمه انی ما وضعت شيئاً فی الکتاب الا ما هو موید بکتاب الله او سنة رسوله صلى الله عليه و آله و سلم انه اذا لاح من كلامى بخلاف الكتاب والسنة فليعلم ان ذٰلک من حيث فهو مه لا من حيث مرادى الذى وضعت الكلام لاجله فليتوقف عن العمل به مع التسليم الى ان يفتح الله عليه بمعرفته ويحصل له شاهد من كتاب الله او سنة نبيه صلى الله عليه و آله و سلم وفائدة التسليم هنا وترک الانکار ان لا يحرم الوصول الى معرفة ذٰلک فان من انکر شيئاً من علمنا هذا حرم الوصول اليه مادام منكرا ولا سبيل الى غير ذٰلک بل يخشى عليه حرمان الوصول الى ذلک مر مطلقا بالانکار اول وهلة ولا طريق له الا بالايمان والتسليم ۔ترجمہ: شیخ فرماتے ہیں کہ پھر میں التماس

کرتا ہوں اس کتاب انسان کامل کے دیکھنے والے سے بعد اس کے جو میں اُس کو معلوم کرادوں کہ کوئی چیز یعنے مسئلہ اس کتاب انسان کامل میں نہیں رکھا مگر وہ مسئلہ تائید کیا گیا ہے خدا کی کتاب سے یا اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سنت سے وہ میرا التماس ناظر کتاب انسان کامل سے یہ ہے کہ جس وقت اس کتاب میں کوئی بات خلاف کتاب اور سنت کے ناظر کتاب مذکور پر ظاہر ہو جائے تو ناظر کتاب یہ بات معلوم کرلے کہ جب اُس کو کوئی مسئلہ خلاف کتاب اور سنت کے سمجھ میں آ گیا ہے نہ وہ خلافِ کتاب وسنت باعتبار میری مراد کے ہے، جس کے لئے میں نے اپنا کلام اُس مقام پر رکھا ہوں، پس اس حالت میں ناظر کتاب کو لازم ہے کہ اُس پر عمل کرنے سے توقف کرے ساتھ تسلیم کرنے اُس کلام کے، جو میری کتاب میں ہے یعنی ناظرِ کتاب اُس وقت ایسا کہے اور سمجھے کہ اس کلام کے معنی صحیح موافق کتاب اور سنت کے ہوں مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتے یہاں تک کہ خدا اُس کے دل کو اُس مسئلہ کی معرفت کھول دے اور اس مسئلہ کا گواہ اُس کو خدا کی کتاب یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جائے اور فائدہ ہمارے کلام کو ماننے اور اُس کا انکار نہ کرنے کا یہ ہے کہ جو شخص ہمارے کلام کو باوجود سمجھ میں نہ آنے کے مان لیگا اور انکار نہ کرے گا وہ ہمارے کلام کا معنیٰ سمجھنے سے محروم نہیں رہے گا پس جو کوئی تھوڑا بھی ہمارے علم سے انکار کرے تو وہ اُس کے سمجھنے سے محروم ہوگا جب تک کہ اُس کو انکار ہے اور کوئی راستہ ہمارے کلام کو سمجھنے کا سوائے تسلیم اور ترک انکار کے نہیں ہے بلکہ بصورت انکار خوف ہے کہ ہمارے کلام کے معنے اُس کے کبھی ذہن میں نہ آویں اور وہ ہمارے کلام کے معنیٰ سمجھنے سے محروم رہے اور کوئی راہ اِس کو ہمارے کلام کے معنی سمجھنے کے لئے نہیں ہے مگر ہمارے کلام کو مان لینا اور اُس کی توجیہ کو ہمارے طرف سپرد کردینا انتہیٰ ۔ کیوں کر کلام شیخ علیہ الرحمہ کا مؤید بہ کتاب وسنت نہ ہو کہ آپ بھی فیض یافتہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہیں ۔ شیخ عبدالکریم جیلی علیہ الرحمۃ کتاب انسان کامل میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنا مرشد فرمائے ہیں اور جہاں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے قول مبارک کو نقل کئے ہیں آپ کو قال

شیخنا فرمائے ہیں۔یعنی ہمارے مرشد نے ایسا فرمائے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اتباع کتاب وسنت پر کس قدر اہتمام تھا اور آپ متمسک بکتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیسی قوت کے ساتھ تھے بعضے اولیاء اللہ جو آپ کے زمانہ میں تھے اُن میں بعض کا قول خلاف کتاب وسنت کے ہونے کی وجہ سے معتوب ہو گئے چنانچہ حال شیخ ابوبکر حمامی قدس سرہ کا جو اولیاء اللہ کامل سے ہیں کتاب بہجۃ الاسرار میں مع شرح وبسط لکھا ہے پھر شیخ عبدالکریم جیلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **واعلم ان کل علم مالا یؤیدہ الکتاب والسنة فھو ضلالة لالاجل مالا تجد انت لہ مایؤید لقد یکون العلم فی نفسہ یؤید بالکتاب والسنة ولکن قلة استعدادک منعتک من فھمہ فلن تستطیع ان تتناولہ بھمتک من محلہ فتظن انہ غیر مؤید بالکتاب والسنة فالطریق فی ھذا التسلیم وعدم العمل بہ من غیر انکار الی ان یاخذ اللہ بیدک** ۔ترجمہ:اور جان تو کہ جو علم جس کی تائید کتاب وسنت نہ کرے پس وہ گمراہی ہے۔نہ بسبب اس بات کہ تو اس علم کو موید بکتاب وسنت نہیں پاتا ہے پس بہ تحقیق کہ کبھی علم موید بکتاب وسنت ہوتا ہے لیکن تیرا قلت استعداد تجھ کو موید بہ کتاب وسنت سمجھنے سے منع کرتا ہے جب ایسا ہو تو طریق اسلم تیرے لئے اس امر میں یہ ہے کہ اس کلام کو قائل کی طرف سپرد کردے اور تو عمل مت کر یہاں تک کہ خدا تیرا ہاتھ پکڑے اور تجھ کو بتادے کہ یہ علم فلاں شاہد سے ثابت ہے یعنی فلاں آیت قرآنی یا حدیث کے موافق ہے جب تک تو اُس پر عمل مت کر انتہیٰ۔عبدالکریم علیہ الرحمہ شیخ جامع شریعت اور حقیقت ہیں جن کا قول تجلی اسماء میں مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنے بعض تصانیف میں نقل کئے ہیں کہ ایسی تجلی صفت علمیۂ الٰہیہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے براءت اپنے والدۂ شریفہ سے خبر دی کہ غیب زمانہ ماضی ہے اور اپنے نبی ہونے کی بھی خبر دیئے جو غیب استقبالی ہے اور یہ بھی فرمائے کہ جو چیز کہ تم اپنے گھروں میں کھاتے پیتے ہو یا کسی چیز کو اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو میں خبر دیتا ہوں،یہ غیب دانی یعنی یہ

سب کیفیات عیسیٰ علیہ السلام کے قرآن شریف میں مذکور ہیں حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے غیب ماضی اور حالی اور استقبالی سے جو خبر دیئے ہیں وہ اس کثرت سے ہیں جن کا شمار مشکل ہے لیکن تبرکاً ایک دو حال اطلاع غیب کے جو بروا ۃ ثقاۃ کتاب بہجۃ الاسرار میں مذکور ہے ذکر کیا جاتا ہے۔ شیخ ابوالحسن العمران کیمائی اور بزاز رحمۃ اللہ علیہما سے باسانید متصلہ ۵۹۱ ھ پانسو اکیانوے میں اور شیخ ابوعبدالرزاق اور بھی عبدالوہاب اور ابراہیم رحمۃ اللہ علیہما سے بغداد میں ۵۸۸ پانسواٹھاسی میں روایت ہے کہ ہم سب حضرت شیخ محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آپ کے مدرسہ شریف باب الازج میں حاضر تھے اور حضرت اس وقت انجیر تناول فرمارہے تھے پس حضرت نے تناول انجیر کو چھوڑ کر بعد بہت توقف کے ارشاد فرمائے کہ اس وقت مجھ پر (۷۰) ستر دروازہ علم کے کھولے گئے۔ ہر دروازے کی وسعت اس قدر تھی جیسا کہ آسمان اور زمین کے درمیان میں وسعت ہے پھر حضرت نے معارف اہل خصوص میں ارشاد شروع فرمائے بہت طویل جس سے حاضرین مدہوش ہو گئے اور ہم نے کہا کہ ہم گمان نہیں کرتے ہیں کہ حضرت کے بعد کوئی بھی ایسا کلام کر سکے۔ ایضاً بہجۃ الاسرار میں شیخ عارف باللہ ابوعمر عثمان صریفینی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میرا ابتداء امر سلوک کا طریقہ یہ ہوا کہ میں شہر صریفین میں ایک شب زیر سماء چت لیٹا ہوا تھا پس میدان مابین آسمان اور زمین کے پانچ کبوتر گذرے ہیں پس میں نے سنا کہ ایک کبوتر زبان عربی میں کہہ رہا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے پاک ہے وہ ذات کہ جس نے ہر شئے کو پیدا کیا پھر اُس کو ہدایت کیا پھر دوسرا کبوتر عربی میں کہا کہ پاک ہے وہ ذات کہ انبیاء کو مبعوث کیا واسطے اپنے ختم حجت کے مخلوق پر اور بزرگی دیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب انبیاء علیہم السلام پر اور ایک کبوتر بزبان عربی ایسا کہتا کہ پاک ہے وہ ذات جس کے پاس خزانے ہیں ہر چیز کے اور نہیں اتارتا ہے اس کو مگر باندازۂ معلوم کے اور ایک کبوتر عربی زبان میں ایسا کہتا کہ جو کچھ دنیا میں ہے باطل ہے مگر وہ چیز کہ خدا اور اس کے رسول کے لئے ہو اور ایک زبان عربی میں ایسا کہتا تھا کہ اے اہل غفلت اپنے خواب سے اُٹھو

اوراپنے پروردگار کی طرف رجوع ہو جو رب کریم ہے بہت نعمتیں دیتا ہے اور بڑے گناہوں کو بخشتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر مجھ کو غش آ گیا، اور پھر فاقہ ہوا اس حالت میں کہ میرے دل سے دنیا و مافیہا کی محبت نکل گئی۔ جب میں نے صبح کیا تو خدا سے عہد کیا کہ میں اپنے نفس کو ایسے مرشد کے سپرد کروں جو خدا کا راستہ مجھے بتا دے اور اسی امر کی تلاش میں پھر رہا تھا کہ ایسے مرشد کو کہاں سے پاؤں پس ایک بزرگ بڑے ہیبت والے نورانی میرے پاس آئے اور مجھ کو کہے کہ السلام علیک یا عثمان پس میں نے اُن کے سلام کا جواب دیا اور میں نے اُن کو قسم دیا کہ تم کون ہو سو بیان کرو اور تم نے میرا نام کیسا معلوم کئے میں تم کو کبھی نہیں دیکھا تھا اُنھوں نے کہا کہ میں خضر علیہ السلام ہوں اور میں ابھی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ اے ابوالعباس شب گزشتہ ایک شخص اہل صریفین سے خدا کی طرف کھینچ سے گئے جو نام اُن کا عثمان ہے اور وہ مقبول ہو گئے اور وہ خدا کی طرف متوجہ ہوئے اور سات آسمان پر سے وہ پکارے گئے کہ اے میرے بندے تجھ کو مرحبا ہو اور انھوں نے خدا سے عہد کیا کہ وہ اپنے نفس کو ایسے مرشد کے سپرد کرے جو خدا کا راستہ بتلائے اور تم اے خضر جاؤ اُن کو راستہ میں پاؤ گے پس اُن کو میرے پاس لاؤ پھر خضر علیہ السلام نے مجھ کو کہے کہ اے عثمان شیخ عبدالقادر اس عصر میں سید العارفین اور قبلہ واقدین ہیں پس تم اُن کی خدمت کو اپنے پر لازم کرو اور ان کے مرتبہ کی تعظیم کرو پس میں دیکھ ہی رہا تھا کہ بہت تھوڑے عرصہ میں خضر علیہ السلام غائب ہو گئے پھر میں نے خضر علیہ السلام کو نہیں دیکھا مگر بعد سات سال کے پھر میں حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور مجھ کو حضرت نے ارشاد فرمائے کہ مرحبا ہو اُس شخص پر جس کو خدا نے پرندوں کی زبان سے اپنی طرف کھینچا اور اس کے لئے بہت سا خیر جمع فرمایا اے عثمان قریب ہے کہ خدائے تعالیٰ تم کو ایک مرید عطا کرے گا جو نام اُس کا عبدالغنی ابن نقطہ ہوگا اور اُن کا مرتبہ بہت سے اولیاء پر بلند ہوگا اور حق تعالیٰ اُن کے ساتھ اپنے ملائکہ کے روبرو فخر کرے گا پھر حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے میرے سر پر ایک کلاہ رکھ

دیئے میرا سر آپ کی کلاہ عنایتی کو مس کیا تو میں نے اپنے سر میں ایک سردی ایسی پایا جو میرے قلب تک پہونچی پھر مجھ کو عالم ملکوت کا کشف ہوگیا اور جمیع عوالم اور مافیھا کو سن لیا کہ وہ باختلاف اپنے زبانوں کے خدا کی تقدیس اور تسبیح کررہے تھے۔ قریب تھا کہ میری عقل جاتی رہے پس حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ روئی کو جو اُن کے ہاتھ میں تھی مجھ پر پھینک مارے پس خدانے میری عقل کو اُس سے ثابت کیا اور میرا استقلال اور بھی زیادہ ہوا پھر حضرت نے مجھ کو ایک مقام تنہائی میں بٹھلائے میں کئی روز وہیں ٹھہرا رہا پس قسم ہے خدا کی میں نے کوئی امر باطن اور ظاہر نہ پایا جس کی حضرت نے مجھ کو نہ خبر دی اور نہیں پہونچا میں کسی مقام کی طرف اور نہ حال کی طرف اور نہ مجھ کو کوئی شہود ہوا اور نہ مجھ کو کوئی علم غیب کا کشف ہوا مگر حضرت نے قبل اس کے کہ میں اُس شہود کو پہونچوں اور مجھ کو علم غیب کا کشف حاصل ہو سب کی خبر پہلے ہی پہل دی اور اُس کے احکام کی تفصیل حضرت بیان فرمائے اور میرے مشکلات کا حل فرمائے اور مجھ کو اُس کا اصل اور فرع بتائے اور ہمیشہ حضرت مجھ کو ایک مقام سے دوسرے مقام کو پہونچاتے جس قدر خدانے اپنے علم سے چاہا مجھ کو حضرت نے اِن اُمور کی خبر دیئے جو میرے لئے واقع ہونے والے تھے پس جیسا کہ حضرت نے خبر دی ویسا ہی وقوع ہوا تیس سال کے بعد جب کہ حضرت نے مجھ کو لباس پہنائے فی مابین اس کے جو میں نے ابن نقطہ کو لباس پہنایا پچیس سال کا زمانہ گذرا تھا وہ ابن نقطہ کا حال ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت نے بیان فرمائے رضی اللہ عنہ۔ ناظرین خیال فرماسکتے ہیں کہ محض اس ایک ہی روایت میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ سے کس قدر کشف کثرت سے ظاہر ہوئے کہ بعضے تو اُس میں متعلق بہ غیب ماضی وبعضے متعلق بہ غیب حال اور بعض متعلق بہ غیب استقبالی ہیں اور جب حضرت کی ایک نظرِ فیض اثر اور کلاہ کے پہنانے سے شیخ عثمان صریفینی رحمۃ اللہ علیہ کو کشف ملکوت اور عوالم کا ہوا تو پھر حضرت کے مکشوفات غیبیہ کا حال اسی پر خیال ہوسکتا ہے کہ کس مرتبہ کا ہوگا شیخ عثمان صریفینی ایک مدت تک حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہے۔ حضرت اُن کی واردات گزشتہ اور حال اور آئندہ جو تیں

سال کے بعد تک ہونے والے تھے سب بیان فرمائے وہ واردات کس قدر کثرت سے ہوں گے کہ شیخ عثمان صریفینی رحمۃ اللہ علیہ اُس کو نہ بیان کر سکے اور نہ اُس کو شمار میں لائے۔ پس ایسی ذات بابرکت کو مصیبت کے وقت جو لوگ پکارنے کو منع کرتے ہیں اُن کی خوبی قسمت ہے کہ وہ حضرت کے فیض سے خود بھی محروم رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی محروم رکھتے ہیں۔ پھر شیخ عبدالکریم جیلی علیہ الرحمہ دوسرے صفت الٰہیہ کی تجلی کا حال بیان فرماتے ہیں **ومنهم من تجلى عليه بصفة البصر و ذلك انه لما تجلى عليه بصفة البصر العلمية الاحاطية والكشفية تجلى عليه بصفة البصر فكان بصر هذا العبد موضع علمه فما ثم علم يرجع الى الحق وما ثم علم يرجع الى الخلق الا و بصر هذا العبد واقع عليه فهو يبصر كما هى عليه فى غيب الغيب والعجب كل العجب ان يجهلها فى الشهادة فانظر الى هذا المشهد العلى والمنظر الجلى ما اعجبه وما اعذبه** ۔ترجمہ: اُن اہل تجلیات سے وہ ہیں کہ تجلی فرماتا ہے حق تعالیٰ اُن پر ساتھ صفت بصر کے اور یہ اس لئے ہے کہ جب حق تعالیٰ نے اُن پر متجلی ہوا ساتھ اُس صفت بصر کے جو از قبیل علم احاطیہ اور کشفیہ کے ہے تجلی کیا حق تعالیٰ نے اُن پر ساتھ صفت بصر کے پس ہوگئی بصر اس بندہ کی موضع علم میں اُس کے پس نہیں ہے اس جائے جو علم رجوع کرتا ہے خدا کی طرف اور نہیں ہے اس جائے وہ علم جو رجوع کرتا ہے خلق کی طرف مگر بصر اس بندہ کی واقع ہے اُس پر پس وہ دیکھتا ہے اُن اشیاء کو بعینہا مرتبہ غیب الغیب میں یعنی جو علم مخلوقات کا از قبیل حوادث ہے اور جو علم خدا کہ تجلی صفت خدا ہے اور بندہ کو وہ علم الٰہی کا احاطہ بمصداق **ولا يحيطون بشیءٍ من علمه الا بماشاء** کے دیا گیا ہے اُس پر تجلی صفت بصر الٰہیہ کی جو بندہ کو ہوتی ہے معلومات مخلوقات پر اُسی قدر معلومات خدا پر جس قدر اُس کو دیئے گئے واقع ہوتی ہے یہ توجیہ کلام شیخ اس وجہ سے کی گئی کہ خدا کے کل علم کا احاطہ بندہ کو نہیں ہوتا جیسا کہ خدا نے فرمایا **ولا يحيطون بشیءٍ من علمه** اور نہ کل علم حق سے بندہ محروم رہتا ہے۔ جیسا کہ خود

خدانے فرمایاالا بمــاشــآء یعنی جس قدر خدانے چاہا اُسی قدر اپنے علم کا احاطہ بندہ کو عنایت فرماتا ہے۔ پھر شیخ جو ارشاد فرماتے ہیں کہ مرتبۂ غیب الغیب میں بندہ کل اشیاء کو دیکھتا ہے اور مرتبۂ شہادت میں اُن کو نہیں جانتا ہے یہ حال اُس بندہ کا ہے جو ابھی تجلیات صفاتی میں ہے تجلیات ذاتیہ تک نہیں پہونچا کیونکہ شیخ اُس کی تصریح آئندہ قول میں فرماتے ہیں **وما ذٰلک الا ان العبد الصفاتی لیس بید خلقه شئی مما بیدحقه فلا اثنینیة** اور نہیں ہے یہ بات مگر اِس لئے کہ عبد صفاتی کے مخلوقی ہاتھ میں نہیں وہ چیز کہ خدا کے دست قدرت سے اُس کو مرتبۂ غیب الغیب میں ملی ہے پس اُس کو ہر دو مقام غیب اور مقام شہادت میں تجلی صفت الٰہیہ بصریہ نہیں ہے جیسا کہ شیخ نے اس اثنینیت کی تصریح فرمائے ہیں **اعــنــی لایــظهــر عــلــی الشهــادة فیـمـا هـو عـلـیـه غیبه الا بحکم الندور فی بعض الاشیاء فان الحق یبرزها اکراماً له** یعنی نہیں ظاہر کرتا ہے وہ عبد صفاتی اُن چیزوں کو جن پر اُس کا غیب ہے یعنی وہ خبر اور وہ معلومات جو عبد صفاتی کو مرتبۂ غیب میں حاصل ہوئی تھی اُس کو وہ بندۂ صفاتی مرتبہ شہادت میں ظاہر نہیں کرسکتا مگر شاذ اور نادر بعض اشیاء ہیں پس خدا بعض اُن چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اُس بندہ صفاتی کے لئے اِس عالم شہادت میں واسطے بزرگی اُس بندہ کے اب شیخ بندۂ واصل الی الذات کا حال بیان فرماتے ہیں **بخــلاف الـعبـدالذاتی فان شهادته غیبه و غیبـه شهـادتـه فـافهم** بخلاف اُس بندہ کے کہ تجلیات صفاتی سے ترقی کر کے تجلیات ذات تک پہونچ گیا ہے پس اُس کا مرتبہ شہادت عین مرتبۂ غیب ہے اور مرتبہ غیب اُس کا عین مرتبۂ شہادت ہے۔ یعنی جو بندہ کہ واصل الی الذات ہوگیا اُس کو مرتبۂ شہادت اور مرتبۂ غیب میں کچھ فرق نہیں ہے۔ جو چیز کہ اس کو مرتبۂ غیب میں حاصل ہے مرتبۂ شہادت میں بھی حاصل ہے اور جو مرتبۂ شہادت میں حاصل ہے مرتبۂ غیب میں حاصل ہے۔ پھر اس مقام کے دقیق ہونے کی وجہ سے شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کو خوب سمجھ لے انتہیٰ خوب سمجھ اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب اُن بزرگوں کے وسیلہ سے حق تعالیٰ اس مقام کو پہونچائے مبدأ فیض

تجلیات ذاتیہ وصفاتیہ سلطان الواصلین حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جن احادیث میں تجلی صفت بصر الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے اُن میں سے چند احادیث تیمناً وتبرکاً بیان کرتا ہوں۔ **وعن ابی سعید الخدری قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واله و سلم فی مرضه الذی مات فیه و نحن فی المسجد عاصبا رأسه بخرقة حتی اهوی فاستوی علیه واتبعناه قال والذی نفسی بیده انی لانظر الحوض من مقامی هذا الی اخر الحدیث رواه الدارمی** ۔ترجمہ: مروی ہے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہے اُنھوں نے کہ برآمد ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس مرض میں جس میں آپ کی رحلت شریف ہوئی یہاں تک کہ حضرت متوجہ ہوئے منبر شریف کی طرف پس منبر شریف پر برآمد ہوئے اور ہم نے حضرت کی اتباع کئے یعنی روبرو منبر شریف کے حاضر رہے۔ فرمائے حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ میں حوض کوثر کو اپنے اس مقام سے دیکھتا ہوں آخر حدیث تک یعنی یہ حدیث طویل ہے بقدر مناسب اس مقام کے حدیث نقل کی گئی روایت کی اس کو دارمی نے انتہی پس ظاہر ہے کہ مقام منبر شریف سے حوض کوثر جو آسمان پر ہے اُس کو ملاحظہ فرمانا تجلی بصر صفت الٰہیہ سے تھا بصر انسانی اُس کو دیکھنے سے قاصر ہے۔ دوسری حدیث **عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیه و اله و سلم یقول استووا واستووا استووا فوالذی نفسی بیده انی لا راکم من خلفی کما اراکم من بین یدی رواه ابو داؤد** ۔ترجمہ: مروی ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہے اُنھوں نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے سیدھے رہو سیدھے رہو سیدھے رہو نماز کی صف میں پس قسم ہے اُس ذات کی جو میرا نفس اُس کے ہاتھ میں ہے میں تم کو اپنے پس پشت سے دیکھتا ہوں جیسا کہ میں اپنے روبرو سے تم کو دیکھتا ہوں روایت کئے اس حدیث کو ابوداؤد نے انتہیٰ بصر بشری مقید آنکھ سے ہے جس سے آدمی فقط روبرو سے اپنے دیکھ سکتا ہے پسِ پشت اور روبرو سے برابر دیکھنا یہ بصرِ مطلق ہے جو تجلی بصر صفت الٰہی ہے۔ تیسری حدیث **عن انس قال نعی النبی صلی اللہ علیه و اله**

و سلم زیدا وجعفر وابن رواحة للناس قبل ان یاتیهم خبرهم فقال اخذ الرایة زید فاصیب ثم اخذ جعفر فاصیب ثم ابن رواحة فاصیب وعیناه تذرفان حتی اخذ الرایة سیف من سیوف اللہ یعنی خالد بن الولید حتی فتح اللہ رواہ البخاری ۔ترجمہ: مروی ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہے اُنھوں نے کہ خبر موت دیئے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے زیدؓ کی اور جعفرؓ کی اور ابن رواحہ کی آدمیوں کو قبل اس بات کے جو اُن کو خبر موت اُن لوگوں کی پہونچی پس فرمائے حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ لئے جھنڈا زیدؓ نے پس شہید ہوئے پھر لئے جعفرؓ شہید ہوئے پھر لئے ابن رواحہؓ پس وہ بھی شہید ہوئے اور حضرت کے چشمان شریف سے آنسو جاری تھے یہاں تک کہ جھنڈا لئے سیف من سیوف اللہ یعنی خالدؓ بن ولید یہاں تک کہ خدا نے فتح دیا روایت کئے اس حدیث کو بخاری۔ انتہیٰ۔ یہ واقع غزوۂ موتہ کا ہے جو زمین شام میں واقع ہے۔ حضرت مدینہ طیبہ میں اُن لوگوں کی خبر شہادت دیتے ہیں دوسری روایت میں یہ تفصیل ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہر ہر کی شہادت کے وقت فرادی فرادی اُن کی شہادت کی خبر دیئے جس سے ظاہر تھا کہ حضرت ﷺ اس واقعہ کو بچشم خود ملاحظہ فرمارہے ہیں جس کے دیکھنے سے بصر انسانی قاصر ہے۔ چوتھی حدیث **وعن جابر انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه و اٰله و سلم یقول لما کذّبنی قریش قمت فی الحجر فجلی اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرهم عن اٰیاته وانا انظر الیه متفق علیه** ۔ترجمہ: مروی ہے جابر رضی اللہ عنہ سے بہ تحقیق وہ سنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہ آپ فرماتے جب کہ مجھ کو قریش نے جھٹلائے یعنی جب حضرت نے قصہ معراج شریف کا جو آپ کی سیر مکہ معظّمہ سے بیت المقدس تک ہوئی۔ بیان فرمائے تو کفار قریش نے آپ کے اس ارشاد مبارک کی تصدیق نہیں کئے بلکہ انکار سے پیش آئے اور آپ سے پوچھے کہ بیت المقدس میں کیا کیا علامتیں ہیں آپ بیان کیجئے کیونکہ کبھی آپ نے معراج کے قبل بیت المقدس کو نہیں دیکھے تھے اس وقت کا واقعہ حضرت بیان فرماتے ہیں کہ میں اس وقت حطیم کعبہ

میں تھا پس خدا نے مجھ پر بیت المقدس کو ظاہر کردیا، پس میں نے بیت المقدس کے علامات بیان کرنا شروع کیا اور میں بیت المقدس حطیم کعبہ میں جو مکہ معظّمہ میں ہے دیکھ رہا تھا۔ اس روایت کو بخاری اور مسلم نے روایت کیئے۔ پانچویں حدیث **عن عبدالرحمن ابن عائش رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اٰلہ و سلم رایت ربی فی احسن صورۃ قال فیم یختصم الملاء الاعلی قلت انت اعلم قال فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدییی فعلمت مافی السموات والارض وتلاو کذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین رواہ الدارمی مرسلاً** ۔ترجمہ: مروی ہے عبدالرحمٰن ابن عائش رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے کہے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیکھا میں نے اپنے پروردگار کو بیچ بہترین صورت یعنی صفت کے فرمایا حق تعالیٰ نے کس چیز میں بحث کرتے ہیں جماعت فرشتوں کی میں نے کہا کہ تو مجھ سے بہتر جاننے والا ہے۔ فرمائے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پس رکھا حق تعالیٰ نے دستِ قدرت کو اپنے درمیان دوشانے میرے پس پایا میں اُس کی خنکی کو درمیان دوشانوں میرے پس جان لیا میں نے اُس چیز کو جو درمیان آسمانوں اور زمین کے ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت فرمائے اور ایسا ہی دکھائے ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو احوال سلطنت آسمانوں اور زمین کے تاکہ ہوجاویں یقین کرنے والوں سے یہ احادیث مشکوٰۃ سے منقول ہیں حدیث اخیر میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیت تلاوت فرمائے اُس میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ (نری) ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے اس سے اشارہ تجلی بصر صفت الٰہیہ کا ہے جیسا کہ وہ ظاہر ہے تجلی بصر صفت الٰہیہ کے متعلق بہت کرامات حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مروی ہیں اُن میں ایک کرامت جو برواۃ ثقات مروی ہے تیمناً وتبرکاً بیان کی جاتی ہے۔ کتاب بہجۃ الاسرار میں باسانید متصلہ شیخ ابوالحسن علی ابن ابی طاہر ابن نجا ابن غنائم الانصاری دمشقی فقیہ حنبلی واعظ مصری سے روایت ہے ۵۹۸ پانسو اٹھانوے

ہجری میں اُنھوں نے کہا کہ میں ایک بار حج کو گیا میں اور میرے ایک رفیق بغداد شریف میں آئے اُس کے قبل کبھی ہم بغداد شریف میں نہیں آئے تھے اور نہ ہم کو اہل بغداد سے کسی کے ساتھ معرفت تھی اور نہیں تھی ہمارے ساتھ مگر چھری پس اُس کو ہم نے بیچے اور اُس کی قیمت حاصل ہوئی اُس سے ہم نے چاول خرید کئے پس اُس کو ہم نے کھائے جو وہ کھانا ہمارے موافق مزاج نہیں تھا اور نہ اُس سے ہم سیر ہوئے اور ہم مجلس وعظ شریف میں شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے آئے پھر جب ہم حضرت کی مجلس وعظ شریف میں بیٹھ گئے حضرت اپنے وعظ مبارک کو قطع فرما کر ارشاد فرمائے کہ مساکین مسافرین ملک حجاز سے آئے اور نہیں تھی اُن کے ساتھ مگر ایک چھری پس اُس کو اُنھوں نے فروخت کئے اور اُس کی قیمت سے چاول خرید کئے مگر وہ طعام اُن کی طبیعت کے مناسب نہیں ہوا راوی کہتے ہیں کہ میں اس امر سے بہت متعجب ہوا یعنی یہ حال ہمارا حضرت کو بہ تفصیل کیوں کر مکشوف ہوا پس جب حضرت کا وعظ شریف ختم ہوا تو حضرت نے دستر خوان بچھانے کا حکم فرمائے راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے رفیق کو آہستہ کہا کہ تمہاری کیا خواہش ہے اُنھوں نے کہا کہ آش جو ساتھ گوشت درّاج پرندہ کے اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے خواہش شہد کی ہے پس حضرت نے خادم کو فرمائے کہ آش جو ساتھ گوشت دراج پرند کے اور شہد فوراً حاضر کر پس خادم دونوں چیزیں حاضر کیا۔ حضرت کا ارشاد ہوا یہ دونوں چیزیں دو شخص کے روبرو رکھ دے اور ہماری طرف اشارہ فرمائے پس خادم نے ان دو چیزوں کو حاضر کیا اور آش جَو یعنی جس میں درّاج کا گوشت شریک تھا میرے روبرو رکھا اور میرے رفیق کے روبرو شہد رکھا حضرت نے اُس خادم کو فرمائے کہ پلٹ کر رکھ جب برابر ہوگا، راوی کہتے ہیں کہ مجھے بے اختیاری ہوگئی ضبط نہ کر سکا اور لوگوں کے گردنوں کو روندتا ہوا دوڑ کر حضرت تک پہونچا حضرت نے ارشاد فرمائے کہ خوش حالی ہو واعظ دیار مصریہ کے لئے پس میں نے کہا سیدی یہ کیسا ہوگا اور مجھے سورۂ فاتحہ صحیح طور پر پڑھنا نہیں آتا حضرت نے فرمائے کہ مجھے حکم ہوا کہ یہ بات میں تم کو کہوں راوی کہتے ہیں کہ حضرت کی خدمت میں علم کی طرف

مشغول ہوا پس خدا نے مجھ پر علم ایک سال میں اُس قدر کشادہ کیا جو دوسروں کو بیس (۲۰) سال میں بھی حاصل نہ ہوسکے اور میں نے بغداد شریف میں وعظ بیان کیا پھر میں نے حضرت سے مصر کے سفر کا اذن چاہا۔ حضرت نے فرمایا قریب ہے کہ تم دمشق کو پہونچو گے اور تم لشکر کو تیار پاؤ گے اور ارادہ اُن کا ہوگا کہ مصر میں داخل ہو کر مصر کو فتح کرلیں تم اُن کو کہو کہ اس بار پلٹ جاؤ کیونکہ اس بار اپنی مراد کو نہ پاؤ گے پھر تم دوبارہ جب آؤ گے اپنے مقصد کو پہونچو گے اور مالک مصر ہوگے راوی کہتے ہیں کہ جب میں دمشق پہونچا ایسا ہی پایا جیسا حضرت نے فرمائے تھے اور جو ارشاد حضرت کا تھا میں نے اُن کو کہہ دیا پس اُنھوں نے قبول نہیں کئے اور میں مصر میں آیا دیکھا کہ خلیفہ مصر اُن کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں میں نے خلیفہ کو کہا کہ کچھ خوف نہیں وہ نامراد پلٹ جائیں گے اور تم کامیاب ہوگے پھر جب وہ لشکر مصر میں داخل ہوا تو شکست پایا پس خلیفۂ مصر مجھ کو اپنا ہم صحبت بنایا اور اپنے پوشیدہ باتوں پر مجھ کو مطلع کیا پھر وہ لشکر دمشق جب دوبارہ مصر میں آیا مصر کو فتح کرلیا اور میری بہت کچھ تعظیم کی بسبب اُس بات کے جو میں نے اُن کو کہا تھا دمشق میں اور مجھ کو دونوں دوستوں سے ایک لاکھ پچاس ہزار دینار حاصل ہوئے اُس بات پر جو مجھے محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے فرمائے تھے۔ انتہیٰ صاحب بہجۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ یہ شیخ ابوالحسن علی جو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فوائد حاصل کئے اُن کا لقب شیخ زین الدین ہے اُن کا حال لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ بہت مدت تک مصر میں رہے اور اُن کو کتاب تفسیر کی زبانی یاد تھی اُن کو قبول تام خواص اور عوام میں حاصل ہوا اور وہ ایک علماء محدثین سے ہوئے اور مصر میں مجلس وعظ منعقد کئے اور لوگوں کو اُن سے فائدہ ہوا اور ماہ رمضان ۵۹۹ پانسو ننانوے میں انتقال کئے اور ان کا مولد دمشق تھا۔ انتہیٰ اس روایت میں اگرچہ کئی کرامات حضرت کے مذکور ہیں مگر مناسب مقام دو کرامتیں ہیں ایک یہ کہ بہ تجلی بصر صفت الٰہیہ حضرت نے راوئ روایت کے حال کو تفصیلی دیکھ لیا وہ وارد بغداد شریف ہوئے اور اُن کے پاس سوائے ایک چھری کے نہیں تھی اُس کو فروخت کی وغیرہ وغیرہ۔ دوسرا یہ کہ حضرت نے مصر و دمشق کا حال

دیکھ لئے کہ وہاں تیاریاں جنگ کی ہورہی ہیں۔ پھر شیخ علیہ الرحمہ تجلی سمع صفت الٰہیہ کا حال بیان فرماتے ہیں **ومنهم من تجلی الله علیه فیسمع نطق الجمادات والنباتات والحیوانات وکلام الملئکة واختلاف اللغات وکان البعید عنده کالقریب** بعض اُن اہل تجلیات کے وہ ہیں کہ خدا جن پر تجلی صفت سماعت کی کرتا ہے پس وہ بات چیت جمادات کی اور نباتات کی اور حیوانات کی اور ملائکہ کا کلام اور مختلف زبانوں کو سنتے ہیں اور اُن کے نزدیک بعید مثل قریب کے ہوجاتا ہے انتہیٰ۔ منبع افادات تجلیات ذاتیہ وصفاتیہ الٰہیہ باعث ایجاد محدثات کونیہ سلطان الواصلین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سے جو اس طرف اشارہ ہے اُس میں سے چند احادیث اس جائے تبرکاً تیمناً نقل کی جاتے ہیں درباب سماعت نطق جمادات وحیوانات۔ **عن علی ابن ابی طالب رضی الله عنه قال کنت مع النبی صلی الله علیه و سلم بمکة فخرجنا فی بعض نواحیها فما استقبله جبل ولا شجر الا وهو یقول السلام علیک یا رسول الله صلی الله علیه و سلم رواه الترمذی والدارمی** ترجمہ مروی ہے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے فرمائے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ معظّمہ میں تھا پس ہم بعض نواحی مکہ کے طرف نکلے پس کوئی پہاڑ یا درخت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل نہ ہوتا مگر کہتا السلام علیک یا رسول اللہ روایت کئے اس حدیث کو ترمذی اور دارمی نے انتہیٰ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بہ فیضانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب علوم النبوی حیدر کرار رضی اللہ عنہٗ نطق جمادات اور نباتات کا سماعت فرمائے درباب سماعت نطق نباتات و حیوانات **عن یعلی بن مرة الثقفی قال ثلثة اشیاء رایتها من رسول الله صلی الله علیه و سلم بینما نحن نسیر معه اذ مررنا ببعیر یسنی علیه فلما راه البعیر جرجر فوضع جرانه فوقف علیه النبی صلی الله علیه و اله و سلم فقال این صاحب هذا البعیر فجاءه فقال بعنیه فقال نهبه لک یا رسول الله صلی الله**

علیہ و الہ و سلم وانہ لاھل بیتٍ مالھم معیشۃ غیرہ قال اذا ذکرت من امرہ فانہ مشکی کثرۃ العمل وقلۃ العلف فاحسنوا الیہ ثم سرنا حتی نزلنا منزلاً فنام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم فجاء ت شجرۃ تشق الارض حتی غشیہ ثم رجعت الی مکانھا فلما استیقظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ذکرت لہ ذٰلک فقال ھی شجرۃ استاذنت ربھا ان تسلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ و سلم فاذن لھا قال ثم سرنا فمر
رنابماء فاتتہ امراۃ بابنٍ لھاجنۃ فاخذالنبی صلی اللہ علیہ ثم قال اخرج فانی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ثم سرنا فلما رجعنا مررنا بذلک الماء فسئلتھا عن الصبی فقالت والذی بعثک بالحق مارایِنا منہ ریبا بعدک رواہ فی شرح السنۃ ۔ترجمہ: مروی ہے یُعلی ابن ثقفیؓ سے اُنھوں نے کہے کہ تین چیزوں کو یعنی معجزوں کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دیکھا اُس وقت کہ ہم حضرت کے ساتھ چل رہے تھے یکا یک ہمارا گذر ایک اونٹ پر جو پانی لادا گیا تھا ہوا جس وقت کہ اونٹ حضرت کو دیکھا آواز کیا اور اپنی گردن کو رکھ دیا حضرت اُس کے پاس ٹھہر گئے اور فرمائے کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے پس مالک شتر حاضر ہوا۔ حضرت نے صاحب شتر کو ارشاد فرمایا کہ تو اُس کو مجھے فروخت کردے صاحب شتر نے عرض کیا کہ ہم آپ کو اس شتر کو ہبہ کر دیتے ہیں وہ شتر ایسے گھر والوں کا ہے کہ اُن کے لئے گذر اوقات سوائے اس کے نہیں ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمائے کہ جب تو نے حال اُس کا بیان کیا پس وہ اونٹ کثرت محنت اور قلت چارہ کی شکایت کیا، پس تم اُس سے اچھا برتاؤ کرو پھر ہم چلے یہاں تک کہ ایک مقام پر اُترے حضرت آرام فرمائے پس ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا حضرت کے پاس آیا یہاں تک کہ حضرت کو ڈھانپ لیا پھر اپنی جائے پر پلٹ گیا جبکہ حضرت بیدار ہوئے میں نے یہ حال حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت نے فرمائے کہ وہ درخت اپنے پروردگار سے اذن چاہا کہ اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرے خدا نے اُس کو اذن دیا راوی کہتے

ہیں پھر ہم ایک پانی کی جائے پر گذرے، حضرت کی خدمت میں ایک عورت اپنا لڑکا لائی جو اُس کو جن کا خلل تھا حضرت نے اُس لڑکے کے تک پھوڑوں کو پکڑے اور فرمائے کہ نکل جا تحقیق کہ میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کا رسول ہوں، پھر ہم چلے جب پلٹے تو اُسی پانی پر ہمارا گذر ہوا حضرت نے اُس عورت سے اُس لڑکے کا حال پوچھے وہ عورت عرض کی کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق پر مبعوث کیا میں نے آپ کی تشریف لے گئے بعد کسی قسم کی شکایت نہیں دیکھی انتہیٰ۔ مناسبت اس روایت کی اس مقام سے ظاہر ہے کہ حضرت نے درخت کا سلام اور شتر کا کلام سمجھے اب وہ روایت بیان کرتا ہوں کہ جس سے حضرت کا نطقِ ملائکہ سننا اور سمجھنا اور دور و نزدیک کا سننا حضرت کا یکساں ہونا **ولـلترمذی نحوه عنه وعن ابـن عبـاس و معاذ ابن جبل وزاد فيه قال يا محمد صلى الله عليه و اٰله و سلم هـل تـدری فيـمـا يـختـصم الملأ الاعلى قلت نعم فی الكفارات و الكفارات الـمـكـث فـی الـمسـاجـد بعد الصلوٰة والمشی علی الاقدام الی الجماعات واسبـاغ الـوضوء فی المكاره فمن فعل ذٰلک عاش بخير ومات بخير وكان مـن خـطـيـئتـه كيـوم ولدته امه و قال يا محمد صلى الله عليه و اٰله و سلم اذا صـليـت فـقـل الـلهـم انـی اسئلک فعل الخيرات وترک المنكرات وحب الـمسـاكـيـن فـاذا اردت بـعبـادک فتـنـةً فـاقبضنی اليک غير مفتون قـال والدرجات افشاء السلام واطعام الطعام والصلوٰة والناس نيام** ۔ یہ ایک اخیر قطعہ حدیث کا ہے جس کا قطعۂ اولیٰ پہلے مذکور ہوا اُس کی ابتداء یہ ہے کہ حضرت نے فرمائے کہ میں نے اپنے پروردگار کو احسن صورت میں دیکھا ارشاد فرمایا کہ فرشتے آسمانوں کے کس امر میں بحث کرتے ہیں حضرت فرمائے کہ اے خدا تو خوب جانتا ہے پھر خدا اپنے کفِ دست کو میرے دوشانوں میں رکھ دیا جس کی خنکی میں نے اپنے دوشانوں میں پایا پس میں نے جان لیا اُن چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے انتہیٰ۔ ترجمہ اس قطعہ اخیرۂ حدیث کا یہ ہے کہ ترمذی نے مثل اسی کے روایت کیا عبدالرحمٰن اور ابن عباس اور معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہم سے اور زیادہ کیئے اس روایت میں آپ نے کہ فرمایا خدا نے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس چیز میں آسمان

والے یعنی فرشتے بحث کرر ہے ہیں میں نے کہا کہ کفارات میں یعنی اُن چیزوں میں جو بنی آدم
کے گناہ محو کردیتے ہیں اور کفارات یعنی بنی آدم کے گناہ محو کرنے والی چیزیں یہ ہیں توقف کرنا
مساجد میں بعد ادائی نماز یعنی بانتظار نماز دیگر یا بذکر الٰہی نہ بارتکاب فضول و ملا ہے کہ یہ
معصیت ہے اور جماعت کی طرف چلتے ہوئے جانا اور شدت کے وقت یعنی سردی کے وقت
پورا وضو کرنا جس نے ایسا کیا اُس کا جینا بھی اچھا اور مرنا بھی اچھا ہے اور ہوگا وہ شخص مانند اُس
دن کے جو اُس کی ماں نے اُس کو جنی اور فرمایا حق تعالیٰ نے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس
وقت تم نماز پڑھو تو کہو اللھم انی اسئلک الخ اور فرمایا حق تعالیٰ کہ باعث رفع درجات بنی
آدم کا عام کرنا سلام اور کھلانا کھانے کا اور نماز اس وقت ادا کرنا جس وقت لوگ سوتے ہوں
انتہیٰ ان احادیث سے جو مذکور ہوئیں اور سننا اور معلوم کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
لغات حیوانات اور نباتات اور ملائکہ کا جو مغائر بنی نوع انسان ہیں ظاہر ہوا اس قسم کے معجزات
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے شمار ظاہر ہوئے۔ اس مقام پر اسی قدر اکتفا کیا گیا اب
میں اُس معجزۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کرتا ہوں کہ آپ باوجود عربی ہونے اور عدم
ممارست بلغات عجمیہ کے تکلم بہ لغات عجمیہ فرمائے ہیں قاضی عیاض نے شفا میں فرمائے ہیں
واما علمه صلی الله علیه و اٰله و سلم بلغات العرب و حفظه معانی اشعارها فامر مشهورٌ قد نبّهنا علی بعضه اول الکتاب و کذٰلک حفظه لکثیر من لغات الامم کقوله فی الحدیث سنه سنه وهی حسنة بالجشیة وقوله ویکثر الهرج وهو القتل بهاو قوله فی حدیث ابی هریرة رضی الله عنه اشکنب دردای وجع البطن بالفارسیة الی غیر ذلک مما لایعلم بعض هذا ولا یقوم ببعضه الامن مارس الدرس والعکوف علی الکتب ومصاحبة اهلها عمرا وهو رجل کما قال الله تعالیٰ امی لم یکتب ولم یقرء ولا عرف بصحبة من هذه صفته ولانشأبین قوم لهم علم ولا قراء ة لشئ من هذه الامور ولاعرف هو قبل بشئی منها قال الله تعالیٰ وما کنت تتلومن قبله من کتاب و لا تخطّه بیمینک الاٰیة ۔ترجمہ: لیکن جاننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لغات عرب کو اور یاد رکھنا

آپ کا معانی کو اشعار عرب کے پس امر مشہور ہے تحقیق کہ اطلاع کئے ہم نے اُس کے بعض پر اول کتاب میں اور ایسا ہی یاد رکھنا آپ کا بہت سے لغات اور قوموں کے مثل قول حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنہ سنہ اور وہ بمعنی اچھے کے ہے زبان حبشیہ میں اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ ہوگا ہرج اُس کے معنی قتل ہیں اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حدیث میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اشکنب درد یعنی پیٹ کا درد زبان فارسی میں اور سوائے اس کے اُس قبیل سے کہ نہیں جانتا ہے اور نہیں قائم ہوتا ہے اُن لغات کے ساتھ اور نہ اُس کے بعض کے ساتھ مگر وہ شخص جو مداومت درس کی اور مطالعہ کتب اور مصاحبت اہل علم کی ایک عمر تک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امی ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اُمی فرمایا کہ آپ نہ لکھے نہ پڑھے اور نہ آپ لکھنے پڑھنے والوں کی صحبت میں رہنے سے مشہور تھے اور نہ اُن قوم میں آپ پرورش پائے جو اُن کو لکھنا پڑھنا آتا اور نہ اُس کے قبل لکھنے پڑھنے میں آپ مشہور تھے فرمایا حق تعالیٰ نے اور نہیں تھے کہ آپ تلاوت کرتے کسی کتاب کی اس کے قبل اور نہ اپنے سیدھے ہاتھ سے خط لکھتے آخر آیت تک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جو قدم بقدم اپنے جد امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں فیضان نبوی سے آپ پر تجلی سمع صفت الٰہیہ اس قدر کمالیت سے سرفراز ہوئی کہ جس پر آپ کا فیضان ہوا وہ کلمات ملائکہ واختلاف لغات سن لیا اور سمجھ گیا اور اُس پر کشف ملک اور ملکوت کا ہوگیا چنانچہ یہ امر اِس روایت سے ظاہر ہوگا بہجۃ الاسرار میں ابو محمد علی ابن ابی بکر بن ادریس روحانی یعقوبی سے ۶۱۵ چھ سو پندرہ میں روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ سیدی شیخ ابوالحسن علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے میرا ہاتھ پکڑے اور مجھے شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے ۵۵۰ میں اور حضرت کے خدمت بابرکت میں عرض کئے یہ میرا لڑکا ہے پس حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ نے اپنے جسم مبارک کی خلعت مجھ کو پہنائے اور مجھ کو ارشاد فرمائے کہ اے علی تم نے قمیص عافیت پہنے راوی کہتے ہیں کہ مجھ کو وہ لباس پہنے ہوئے پینسٹھ ۶۵ برس ہوئے کہ اب تک کوئی شکوہ مجھے نہیں ہوا پھر شیخ علی ابن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۶۰ پانسو ساٹھ میں یعنی دس سال کے بعد مجھے حضرت کی خدمت شریف میں حاضر کئے اور عرض کئے کہ میں آپ سے اس کے لئے خلعت باطنی چاہتا ہوں حضرت تھوڑی دیر مراقبہ

فرمائے پس میں دیکھا کہ ایک روشنی حضرت کے نور سے نکلی اور میرے ساتھ مل گئی پس میں نے اس وقت اصحاب قبور اور اُن کے احوال کو اور فرشتوں کو اور اُن کے مقامات کو دیکھا اور تسبیح فرشتوں کی باختلاف لغات اُن کے سنا اور میں پڑھ لیا اُس چیز کو کہ پیشانی پر ہر انسان کے لکھا ہے اور میرے لئے بڑی بڑی باتیں صاف طور سے کھل گئیں حضرت نے مجھ کو فرمائے کہ اُس کو لے اور خوف مت کر شیخ علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کی خدمت میں عرض کئے میں اُس کے زوال عقل کا خوف کرتا ہوں حضرت نے اپنا دست شریف میرے سینہ پر رکھے میں نے اپنے باطن میں پایا مثل صورت ستون کے پس میں نے خوف نہیں کیا اُس چیز سے جو مجھ کو مشاہدۂ انوار ہوا جو میں نے سنا اور میں اپنے میں نور پاتا ہوں اُس روشنی کا جو حضرت سے مجھ کو پہونچی اور ملکوت کے راستوں کو اُس روشنی سے مشاہدہ کرتا ہوں۔ انتہیٰ پس اس کرامات مبارک سے حضرت غوث اعظم کے ظاہر ہوا کہ حضرت کے فیضان سے راوی روایت کو تجلی سمع اور بصر الٰہی ہوئی جس سے عالم ملکوت کے فرشتوں کی تسبیح باختلاف لغات سنے پس حضرت غوث اعظم کے ذات مبارک کی طفیل سے اس قدر تجلیات الٰہیہ ابو محمد علیؒ پر ہوئے تو آپ کی ذات پر تجلیات کس کمالیت سے ہوئے ہوں گے آپ کو فنا فی الصفات کا حال جس کی طرف حدیث **کنت سمعه و بصره** سے اشارہ ہے قول سے شیخ عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ کے جس کی تطبیق حدیث اور احوال حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے کی گئی بخوبی معلوم ہوگا کہ مقام فنا فی الصفات میں تجلیات صفات الٰہیہ خاص بندوں پر کس طور سے وارد ہوتے ہیں اور اُس کا کیا اثر اُن پر ظاہر ہوتا ہے تجلی علم صفت الٰہیہ سے مغیبات کا احوال معلوم ہوتا ہے تجلی بصر صفت الٰہیہ سے وہ چیزیں دیکھ لیتے ہیں کہ بصارت انسانی اُن کے دیکھنے سے قاصر رہتی ہے۔ صفت سمع الٰہیہ سے وہ وہ باتیں سنی جاتی ہیں جو سماعت انسانی اُن کے سننے سے قاصر ہے۔ خدا نے احوال خاص اپنے خاص بندوں کا اس فائدہ کے لئے بیان فرمایا کہ عوام بشر خواص بشر کو بوجہ مماثلت ظاہری بشریت کے مثل اپنے نہ سمجھیں اور اُن کی طرف متوجہ رہنے سے باز نہ رہیں قرب اور بعد اُن کا برابر سمجھیں اور اُن سے استمداد ہر حال و ہر وقت میں کرتے رہیں بخیال مماثلت ظاہری اس فوز عظیم سے محروم نہ رہیں اگر چہ ہم عامیوں کیلئے محض حکم شرع شریف جس میں حکم نداء اور

استعانت از خاصانِ الٰہی وارد ہے کافی ہے مگر بااین ہمہ شارع علیہ السلام نے بکمال رحمت کشف حقیقت فرما دیئے کہ نداء باسماء خاصانِ الٰہی بلالحاظ قرب و بعد جائز ہے اس لئے کہ اُن کی صفات محو بہ صفات ذاتیہ وصفاتیہ الٰہیہ ہیں خدا نے اس راز مخفی کو ہم عامیوں کے فوائد کے لئے ظاہر کیا تا کہ ہم لوگ خاص لوگوں کو مثل اپنے سمجھ کر اُن کے فیضان سے محروم نہ رہیں۔ خاص لوگوں کو اس کی کیا ضرورت ہے کیونکہ خود اُن پر وہ احوال گزرتے ہیں جو مرتبۂ عین الیقین اور حق الیقین ہے شیخ عبدالحق دہلوی کہے ہیں کہ حق تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ میں جس بندہ کو دوست رکھتا ہوں میں اُس کی سماعت اور بصارت وغیرہ ہو جاتا ہوں وہ بندہ میرے ساتھ دیکھتا ہے میرے ساتھ سنتا ہے معنی اُس کے یہ کہ وہ نہیں دیکھتا کسی چیز کی جانب اور نہیں سنتا اور نہیں چلتا کسی چیز کی طرف مگر حق تعالیٰ اُس کے مشاہدہ اور نظر میں رہتا ہے۔ انتھیٰ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون حدیث کا اشارہ طرف فنا فی الصفات کے ہے کیونکہ جب خدا کسی بندہ پر اپنے کسی اسم کی تجلی فرماتا ہے تو وہ بندہ انوار میں اُس اسم کے محو ہو جاتا ہے۔ جب بندہ کو محویت انوار اسم الٰہی حاصل ہوگئی تو خدائے تعالیٰ کی ذات ہر وقت اُس کے شہود میں کیوں نہ ہو شیخ عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ تجلی اسماء کا حال فرماتے ہیں: **اذا تجلی اللہ تعالی علی عبد من عبادہ فی اسم من اسمائہ اصطلم العبد تحت انوار ذٰلک الاسم فمتی نادیت الحق بذٰلک الاسم اجابک العبد لوقوع ذٰلک الاسم علیہ فاول مشھد من تجلیات الاسماء ان یتجلی اللہ لعبدہ فی اسمہ الموجود فیطلق ھذا الاسم علی العبد واعلی منہ تجلیہ لہ فی اسمہ الواحد واعلی منہ تجلیہ لہ فی اسمہ اللہ فیصطلم العبد لھذا لتجلی ویندک جبلہ فنادہ الحق علی طور حقیقتہ انہ انا اللہ ھنا لک یمحو اللہ اسم العبد ویثبت لہ اسم اللہ فان قلت یا اللہ اجابک ھذاالعبد لبیک و سعدیک فلما ارتقی وقواہ اللہ وابقاہ بعد فنائہ کان اللہ مجیبا لمن دعا ھذاالعبد فان قلت مثلاً یا محمد صلی اللہ علیہ و اٰلہ و سلم اجابک اللہ لبیک و سعدیک** ۔ ترجمہ: جس وقت تجلی کرتا ہے حق تعالیٰ اوپر کسی بندہ کے اپنے بندوں سے ساتھ کسی اسم کے اپنے اسماء سے محو ہو جاتا ہے بندہ نیچے انوار اس اسم کے

پس جب تو پکارے حق تعالیٰ کو اُس اسم کے ساتھ جواب دیتا ہے بندہ تجھ کو بسبب واقع ہونے اس اسم کے اُس پر پس اول مشہد تجلیات اسماء سے یہ ہے کہ تجلی کرتا ہے حق تعالیٰ اپنے بندہ کے لئے اپنے اسم میں جوالموجود ہے پس اطلاق کیا جاتا ہے یہ اسم بندہ پر اور اعلیٰ اُس تجلی سے تجلی حق تعالیٰ کی بندہ کے لئے اسم میں حق تعالیٰ کے جوالواحد ہے اور اعلیٰ اُس تجلی سے تجلی حق تعالیٰ بندہ کے لئے اسم میں حق تعالیٰ کے جواللہ ہے پس محو ہو جاتا ہے بندہ اس تجلی کے سبب سے اور پارہ پارہ ہوتا ہے جبل طور وجود اُس کا پس ندا کرتا ہے۔ اُس کو حق تعالیٰ اُس کے کوہ طور حقیقت پر کہ میں اللہ ہوں اس مقام میں محو ہوتا ہے اسم بندہ کا اور ثابت ہوتا ہے اسم اللہ کا پس اگر تو کہے یا اللہ جواب دیتا ہے یہ بندہ تجھ کو لبیک وسعدیک پس جس وقت ترقی کیا بندہ اور تقویت دیا حق تعالیٰ اور باقی رکھا اُس کو بعد اُس کے فنا کے تو ہوگا حق تعالیٰ جواب دینے والا اُس شخص کو جس کو یہ بندہ پکارے پس اگر کہے تو مثلاً یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دے گا تجھے اللہ تعالیٰ لبیک و سعدیک انتہیٰ بوقت تجلی اسم الٰہی کے بندہ تحت انوار اسم کے فنا ہونا ایک کیفیت ذوقی ہے جس کے بیان سے پوری تشفی اور پورا اطمینان حاصل نہیں ہوسکتا۔ تشفی اور اطمینان اسی وقت حاصل ہوتا ہے کہ جب یہ کیفیت اُن پر گزرتی ہے بااین ہمہ کئی اُمور اس میں ضرور تصریح طلب ہیں جن کا بیان بہت ضرور ہے تاکہ اذہان میں یہ بات نہ سمائی جائے کہ یہ اُمور قانون شریعت کے خلاف ہیں امر اوّل یہ ہے کہ بوقت تجلی اسم الٰہی کے کسی بندہ پر اور محویت بندہ کے انوار میں اُس اسم الٰہی کے بوقت پکارنے خدا کے اُس اسم کے ساتھ خدا جواب دیتا ہے پس خدا کو کسی ایک اسم کے پکارنے سے بندہ جواب دینا کیسا ہوسکتا ہے تصریح اُس کی یہ ہے کہ محویت بندہ کی انوار اسم الٰہی میں اُس وقت متحقق ہوتی ہے جب بندہ کو خدا کی طرف سے کشش ہو جائے اور اس کو بشدت محبت خدا سے پیدا ہو جائے جس کو حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے **والذین اٰمنوا اشد حبا للہ** پس بندہ کی شدت محبت کو خدا کے ساتھ جس کا بیان قرآن مجید میں ہے بزرگان دین عشق الٰہی کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں تو اب سمجھنا چاہئے کہ مخلوق میں اگر کسی سے شدت تعلق ہو تو محبّ کو اپنے محبوب میں محویت ہو جاتی ہے اور محبّ اپنے کو فراموش کر جاتا ہے اور اپنے محبوب کو ہی یاد رکھتا ہے بلکہ اُس کو جمیع اشیاء سے فراموشی ہوتی ہے سوائے اپنے محبوب کے کسی کا

نام اُس کو یادنہیں رہتا جیسا کہ حال قیس اور مجنوں کا لیلیٰ کے ساتھ مشہور ہے کہ جب اُس کو پوچھا گیا کہ تم کہاں جاتے ہو اُس نے کہا کہ لیلیٰ کے پاس اور کہاں سے آئے ہو کہا لیلیٰ کے پاس سے اور تم کون ہو کہا لیلیٰ ہوں درحقیقت وہ اس وقت میں نہ لیلیٰ کے پاس گیا تھا نہ لیلیٰ کے پاس سے آیا بلکہ اور کہیں گیا تھا اور آیا تھا لیلیٰ اُس سے کوسوں دور تھی پس جب کہ شدت محبت میں جو بندہ کو بندہ کے ساتھ یہ حالت محویت کی پیدا ہوتی ہے تو جب بندہ کو بشدت محبت خدا سے پیدا ہوتو اس حالت میں محویت کا پیدا ہونا کیا عجب ہے کیوں کہ وہ سب پر غالب ہے اُس کو اپنے بندوں پر والدین سے شفقت کئی ہزار حصہ زیادہ ہے جب بندہ کو اُس کے ساتھ محبت پیدا ہو تو انوار اسم الٰہی اُس پر غالب ہوکر اُس کی ہستی سے اُس کو محو کردیں تو خدا کے اسم کے پکارنے سے کیوں وہ بندہ جواب نہ دے جس صورت میں بندہ انوار اسم الٰہی میں محویت پیدا کرتا ہے تو کیا وہ بندہ پن سے اور عبدیت سے معاذ اللہ باہر ہوتا ہے نہیں بلکہ جب بھی بندہ بندہ ہی ہے اور خدا خدا ہے تمیز فی ما بین عبد و معبود اس صورت میں علی حالہ قائم ہے بندہ وہ ہے کہ انوار اسم الٰہی میں محو ہوا خدا وہ ہے جو اپنے فضل و کرم سے کسی اپنے بندہ پر عنایت اپنی مبذول فرمائے اور اپنے اسماء و صفات کے انوار میں اپنے بندہ کو محو کرے پس اس محویت سے اُس بندہ کے عبدیت میں کسی وجہ کا فرق نہیں ہوا بلکہ بندہ علی حالہ بندہ ہے اور خدا وہی خدا ہے جو مالک الملک منزّہ عن صفات المخلوق ہے۔ دوسرا امر توضیح طلب یہ ہے کہ شیخ علیہ الرحمہ نے فرمائے کہ جب بندہ کی محویت کا درجہ ترقی کرے اور خدا بعد فناء وجود بشری تجلی اسم باقی کی اُس بندہ پر کرے تو اس صورت میں اگر اُس بندہ کو کوئی پکارے تو خدا جواب دیتا ہے پس اگر تو کہے مثلاً یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تجھ کو جواب دیتا ہے لبیک وسعدیک اس عبارت شیخ میں چند اشارات ہیں جس کا سمجھنا بہت ضرور ہے اول یہ ہے کہ پہلے درجہ کی محویت عبد میں شیخ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک مثال میں بیان نہیں فرمائے اور ایسا نہیں کہے کہ اگر تو اللہ کو پکارے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دیتے ہیں وجہ اُس کی ظاہر ہے کہ پہلا درجہ محویت کا درجہ ابتدائی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کمالات بشری ختم ہیں پس ابتدائی مرتبہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک بیان کرنا خالی از ترکِ ادب نہیں ہے دوسرا یہ ہے کہ شیخ علیہ الرحمہ نے لفظ مثلاً کا بعد

ذکر اسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کئے اور کہے کہ اگر تو کہے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثلاً تو حق تعالیٰ تجھ کو لبیک وسعد یک جواب دیتا ہے وجہ اُس کی یہ ہے کہ بعد ترقی پانے اُس بندہ کے درجہ اعلیٰ محویت میں اُس بندہ کو پکارنے سے خدا کا جواب دینا خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نہیں بلکہ اولیاء اُمت مرحومہ جو بہ تبعیت آپ کے اس مقام کو پہونچتے ہیں اُن کو بھی اگر پکارا جائے تو خدا آپ کی خاطر داری سے جواب دیتا ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ خدا مالک الملک شہنشاہ حقیقی ہے ایک بندہ عامی کے پکارنے کا جواب لبیک سعدیک دینا ایسا ہے کہ اعلیٰ مرتبہ والا ادنیٰ مرتبہ والے کو جواب دے سمجھنا چاہئے کہ یہ اخلاق الٰہی ہیں باوجود مرتبہ الوہیت جو مافوق اس کے کوئی مرتبہ نہیں اس قدر اخلاق کریمہ سے بندوں کے ساتھ پیش آنا یہ کام خدا کے لئے سزاوار ہے۔ ایسے ہی اخلاق کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت مرحومہ کو فرمائے۔ **تخلّقوا باخلاق اللہ** ذات مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی **متخلق باخلاق اللہ** تھی اگر کوئی ادنیٰ اُمتی غلام ہو یا بچہ ہو آپ کو پکارے تو آپ اُن کا جواب لبیک وسعدیک ارشاد فرماتے۔ اس مقام میں ایک نکتہ ہے جس کا سمجھنا بہت ضرور ہے وہ یہ ہے کہ حدیث میں آیا کہ اگر کوئی تین بار خدا کو یا ارحم الراحمین پکارے تو تیسرے بار خدا نہیں جواب دیتا بلکہ خدا کا فرشتہ اُس کو جواب دیتا ہے کہ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہوا پس جو تو چاہتا ہے اُس سے مانگ لے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا کو پکارنے سے تو خدا جواب نہیں دیتا بلکہ اُس کا فرشتہ جواب دیتا ہے اور خدا کے خاص لوگوں کے پکارنے سے خدا خود جواب دیتا ہے اور وہ بھی کس عنایت اور سرفرازی سے جو لبیک اور سعدیک ہے۔ نکتہ اس میں یہی ہے کہ خدا کے بارگاہ میں اپنے خاص لوگوں کو پکارنا مقبول ہے اور بوجہ اس مقبولیت کے خاص لوگوں کے پکارنے سے وہ سرفرازی اور عنایت خدا کے بندہ کے لئے ہوتی ہے جو اور کسی مقام میں نہیں ہوتی۔ چوتھی[۴] بات یہ ہے کہ خاصانِ خدا کے پکارنے کا خدا جواب دینا جو شیخ عبدالکریم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اُس کا بھی کوئی اصل مستند نص شرعی بھی ہے۔ **عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم من صلی علی واحد اصلی اللہ علیہ عشرا رواہ مسلم** جو شخص کہ مجھ پر درود پڑھے ایک بار رحمت

نازل کرے گا اللہ اُس پر دس بار روایت کئے اُس کو مسلم نے وعن انس رضی اللہ عنہٗ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم من صلی علی واحدا صلی اللہ علیہ عشر صلوات وحطت عنہ عشر خطیأت ورفعت لہ عشر درجات رواہ النسائی روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے کہے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو شخص کہ درود پڑھے مجھ پر ایک بار رحمت نازل کرے گا اُس پر حق تعالیٰ دس رحمتیں اور گرائی جائیں گی اُس سے دس گناہیں اور بلند ہوں گی اُس کے دس درجہ۔ روایت کئے اُس کو نسائی وعن ابی طلحۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ و سلم جاء ذات یوم والبشر فی وجھہ فقال انہ جاء نی جبرئیل فقال اما یرضیک یا محمد ﷺ ان لا یصلی علیک احد من امتک الاصلیت علیہ عشرا ولا یسلم علیک احد من امتک الاسلمت علیہ عشرا رواہ النسائی مروی ہے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک روز برآمد ہوئے اور حضرت کے چہرہ شریف سے خوشی دیکھی جاتی تھی پس فرمائے حضرت کہ تحقیق شان یہ ہے کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہے کہ کیا آپ خوش نہیں ہوا ے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس بات پر کہ نہیں درود پڑھے کوئی شخص آپ کا امتی آپ پر مگر رحمت نازل کروں گا اُس پر دس بار اور نہیں سلام عرض کرے گا آپ پر کوئی آپ کا امتی مگر سلام کروں گا میں اُس پر دس بار روایت کئے اُس کو نسائی ف ا۔ سیاق حدیث دال ہے اس امر پر کہ رحمت نازل کرنا دس ۱۰ بار حضرت پر درود پڑھنے والے کے لئے یا سلام کرنا دس بار حضرت پر سلام کرنے والے کیلئے ارشاد الٰہی ہے یہ اُمور بے حکم خدا از خود جبرئیل علیہ السلام حضرت کی خدمت شریف میں عرض نہیں کرسکتے۔ وعن عبداللہ ابن عمر فقال من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ و سلم واحدۃ صلی اللہ علیہ وملئکتہ سبعین صلوٰۃ رواہ احمد مروی ہے، عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہے اُنھوں نے جو شخص نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایک بار درود پڑھے تو خدا اور اُس کے فرشتے ستر بار اُس پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ روایت کی اُس کو احمد نے وعن عبدالرحمن ابن عوف قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم

حتی دخل نخلا فسجد فاطال السجود حتی خشیت ان یکون اللّٰہ تعالیٰ قدتوفاہ قال فجئت انظر فرفع راسہ فقال مالک فذکرت لہ ذٰلک فقال ان جبرئیل علیہ السلام قال لی الا ابشرّک ان اللّٰہ عزوجل یقول لک من صلی علیک صلوٰۃ صلیت علیہ ومن سلم علیک سلمت علیہ رواہ احمد کذافی المشکوٰۃ مروی ہے عبدالرحمٰن ابن عوف سے کہے اُنھوں نے کہ برآمد ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہاں تک کہ ایک نخلستان میں داخل ہوئے پس سجدہ فرمائے حضرت نے پس دراز کئے حضرت نے سجدہ کو یہاں تک کہ میں نے خوف کیا کہ خدا حضرت کو وفات تو نہ کیا ہو راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت کے پاس حاضر ہوکر حضرت کو دیکھتا رہا پس حضرت نے سجدہ سے سر اُٹھا کر ارشاد فرمائے کہ تمہارا کیا حال ہے یعنی تم کیوں میری طرف دیکھ رہے ہو راوی نے کہے کہ میں نے جو میرا خیال تھا حضرت کی خدمت میں عرض کیا پس حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرمائے کہ تحقیق جبرئیل علیہ السلام نے مجھے کہے کہ ایا نہ خوشخبری دوں آپ کو یا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس بات کی جو حق تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص آپ پر درود عرض کرے میں اُس پر رحمت نازل کرتا ہوں اور جو شخص کہ آپ پر سلام عرض کرے میں اُس پر سلام کرتا ہوں روایت کی اُس کو احمد نے یہ سب احادیث مشکوٰۃ سے منقول ہیں۔ انتھیٰ۔ ان سب حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت پر درود اور سلام عرض کرنے والے پر خدا کی رحمت اور سلام نازل ہوتا ہے بلکہ بعض روایت میں خدا کی جانب سے دس بار رحمت اور بعض روایت میں ستر بار بھی ہونا آیا ہے۔ درود عرض کرنے سے غرض اعتناء بشان آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے جیسا کہ ان اللّٰہ وملٰئکتہ کی تفسیر کتاب نورالانوار بحث مشترک میں بیان کی گئی ہے پس جیسا کہ درود عرض کرنا حضرت کی خدمت میں متوجہ ہونا ہے پس اس بناء پر ایک بار اپنی حالت پریشانی اور مصیبت میں پکارنے میں خدا اپنی وسعت رحمت سے اور بہ طفیل مقبولیت اسم مبارک آپ کے جو بارگاہِ الٰہی میں حاصل ہے اپنی توجہ وعنایت اور نظر رحمت ایک بار بلکہ دس بار یا ستر بار فرمائے تو کیا کوئی عجب کی بات ہے بلکہ استجابت دعا کے لئے یہ محل بارگاہ الٰہی میں بہت کچھ اُمیدیں پیدا کرتا ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں وہی دعا ماموِل اجابت ہے جو آپ کے توسل

کے ساتھ کی جائے۔ترمذی نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں **ان الدعاء موقوفٌ بین السماء والارض لا یصعد منها حتی تصلی علی نبیک صلی اللہ علیہ و الہ و سلم کذا فی المشکوٰۃ** تحقیق کہ دعا ٹھہری رہے گی درمیان آسمان اور زمین کے یہاں تک کہ درود پڑھے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر آپ کی تبعیت سے اولیاء اُمت کا بھی یہی حال ہے کہ اُن کو پکارنے سے بھی حق تعالیٰ کی عنایت اور نظر رحمت ہوتی ہے اور خدا بطفیل مقبولیت اُن کے اسماء مبارک کے دعا قبول فرماتا ہے جیسا کہ شیخ عبدالکریم جیلی کے کلام میں لفظ مثلاً سے اسی طرف اشارہ ہے جس کا بیان اوپر گذرا شیخ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ شیخ کامل جامع علم شریعت اور اُن کا کلام مستند ہے کتاب انسان کامل کے دیباچہ میں تحریر فرما چکے ہیں کہ ہر مسئلہ میری اس کتاب کا موید بکتاب وسنۃ ہے پس ذکی اور سلیم الطبع اس سے سمجھ لے سکتا ہے کہ جب حضرت کی طرف توجہ کرنے کا حکم خاص عبادت الٰہی میں ہوا اور آپ کے وسیلہ سے عبادت درجہ قبولیت کو پہونچی تو اور اُمور ماسواء عبادت الٰہی میں جو اُس سے کمتر ہوں ہم آپ کی توجہ کی طرف نہ کیوں محتاج ہوں اور کیوں نہ ہماری توجہ خاصانِ الٰہی کی طرف باعث ہماری صلاح اور فلاح کا ہو بلکہ بطریق اولیٰ ہم کو چاہئے کہ ہم اپنے ہر اُمور میں خاصانِ الٰہی کی طرف متوجہ ہوا کریں اور اُن سے ہر کام میں مدد چاہا کریں پھر اگر کسی کا ذہن یہاں تک کی رسائی سے قاصر ہو کر اُس کے ذہن میں یہ خیال آجائے کہ نداء کا حکم تو خاص عبادت میں ہی شارع کی جانب سے ہوا ہم اور اُمور میں جو ماوراء عبادت میں کیسا کریں اس وجہ سے صلوٰۃ الحاجت میں ندا کا حکم ہے جس سے یہ امر ہر متوسط ذہن بھی سمجھ سکتا ہے کہ خاصان الٰہی کو پکارنا اور اُن کی طرف متوجہ ہونا عبادت کے لئے خاص نہیں ہے۔ بلکہ ہر اُمور میں خواہ دینی ہو یا دنیوی مفید ہے پھر اگر اُس کے بھی سمجھنے سے ذہن قاصر اور دو طور سے شبہات کئے جائیں تو اُن کا ازالہ جوابات ذیل سے ہوسکتا ہے۔ پہلا یہ شبہ کہ صلوٰۃ الحاجہ خاص بحضوری آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تھی حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں شفاعت کر کے نابینا کو صلوٰۃ الحاجت کا حکم فرمائے شبہ دوم کہ یہ خاصان الٰہی بشر ہیں پس اُن کو کلمہ یا سے جو موضوع نداء حاضر کے لئے ہے غائب میں کس طور نداء کی جائے شبہ

اول کا جواب خود اسی حدیث سے ہے اس میں کوئی کلمہ ایسا نہیں ہے جس سے خصوصیت وقت یا حالت سمجھی جائے اس وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خصوصیت نہیں سمجھے بلکہ بلا خصوصیت اُس پر معمل رہے جس کا بیان اوپر بہ تفصیل گذرا شبہ ۲ دوم کا کشف حدیث **کنت سمعہ و بصرہ** سے کیا گیا جس سے آشکار ہوا کہ تجلیات صفاتیہ واسماء الٰہیہ خدا کے خاص بندوں پر وارد ہوتی ہیں تجلیات صفاتیہ سے وہ لوگ دوروں کا حال معلوم کرتے ہیں اُن کی بات سنتے اور دیکھتے ہیں جب اُن کو پکارو خدا تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ بوقت پکارنے خاصانِ الٰہی کے ایک تو خود خدا بندوں کے حال کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ خاصانِ الٰہی کو خدا کی جانب سے اُن کی حالت کی اطلاع ہوتی ہے اور وہ اُن کی حاجت روائی کے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا اور شفاعت کرتے ہیں پس جس کام میں خدا کی توجہ اور عنایت بھی مبذول ہو اور خاصانِ الٰہی کی شفاعت بھی ہو تو وہ حاجت روائی میں کیوں نہ حکم اکسیر رکھے پس جب نداء کرنا باسماء مقربانِ الٰہی بوقت حاجت روائی حدیث اور عمل صحابہ اور اجماع اور اقوال اور احوال اولیاء اللہ سے ثابت اور تجربات کثیرۂ بے شمار سے حاجت روائی میں حکم اکسیر رکھے تو نداء باسماء مقربان الٰہی بیشک جائز بلکہ باعث فوز عظیم اور سعادت کبریٰ ہے مولوی وکیل احمد صاحب سکندر پوری اپنی کتاب الوسیلۃ الجلیلہ میں مسئلہ ندا کو بدلائل کثیرہ ثابت کئے اور اقوال منکرین کو نقل کرکے ہر ہر اُن کے قول کا جواب بہ شرح وبسط لکھے ہیں مگر میں اس جائے اُس کا تھوڑا مضمون نقل کرتا ہوں وہ یہ ہے فتاوی شامی میں ہے **واما قصد المعنی الصحیح فالظاھر انہ لابأس** ۔یعنے عبارت شیئاً للہ سے قصد معنی صحیح کیا جائے تو کچھ خوف نہیں ہے۔ف امعنی صحیح سے یہ مراد ہے کہ اس قول کے معنی ایسے کئے جائیں کہ اے شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ اکراماً کچھ دیجئے مصنف کتاب الوسیلۃ الجلیلہ نے پہلے اس کے بیان کردیئے ہیں کہ وہابیہ مفسدہ برپا کرنے کے لئے ایک معنی غلط اپنے دل سے گھڑ کر اس قول کو منع کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اے شیخ عبدالقادر خدا کے لئے یعنی خدا کے نفع کے لئے مجھے کچھ دیجئے حقیقت میں کوئی بھی بوقت کہنے اس قول کے اس معنی کو خیال نہیں کرتا پھر صاحب الوسیلۃ الجلیلہ فتاوی خیریہ سے نقل کرتے ہیں۔**یا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ فھو نداء اذا اضیف شئی للہ فھو طلب**

الشی اکراماللّٰہ فما الموجب بحرمتہ یعنی یا شیخ عبدالقادر رضی اللّٰہ عنہ ندا ہے جب شیء للّٰہ ملایا گیا تو یہ طلب شئی ہے۔ اکراماً اللّٰہ تعالیٰ پھر حرمت کا کوئی منشاء پایا نہیں جاتا۔ فتاوی علامہ سید عمر بصری مکی میں ہے قول العامة شيئا لله يا فلان عربية لا عجمية لكنها من مولدات اهل العرب فلم تحفظ لاحد من الائمة نصافی النهی عنها وليس المراد بها فی اطلاقها شيئاً يستدعی مفسدة الحرام والمكروه لانهم انما يذكرنها استمداد او تعظيما لمن يحسنون فيه الظن یعنی شیئاً للّٰہ۔ یا فلاں عربی ہے عجمی نہیں ہے لیکن یہ ترکیب مولدات یعنی ایجاد عرب سے ہے ائمہ سے اُس کے نہی یعنی منع منقول نہیں ہے یہ ترکیب ایسے محل پر مذکور نہیں ہوتی جہاں حرام یا مکروہ لازم آتا ہو اس لئے کہ اس سے استمداد ایسے شخص سے کی جاتی ہے جس سے حسن ظن عقیدہ ہوتا ہے۔ علامہ شیخ حسین مکی نے کشط الوہاب میں لکھا ہے واذا ثبت الانبياء والاولياء بعد الارتحال من هذا الدار اسمع وابصر من الاحياء فنادهم بعض الملهوفين و طلب منهم التوسل والدعاء عندالله لكشف مغمومه واساءة حاله وقال مثلا يا عبدالقادر رضی الله عنه شيئا لله فلا نرى به بأسا وشناعة ويكون طلبا للتوسل والشفاعة لانا نعتقد ان النداء بعدالموت لا يملك شيئا من التصرف فی الوجود بل لامعطی ولا وهب الا الله النافع الكريم الودود ولا يطلب منهم الا ما يملكونه وهو التوسل عندالله فی قضاء الاوطار وهذا التوسل جائز كما ثبت بالاخبار والآثار اور جب ثابت ہوئی یہ بات کہ تحقیق کہ انبیاء اور اولیاء بعد رحلت اس دار دنیا سے بہت سننے والے اور بہت دیکھنے والے ہیں احیاء سے پس کوئی خستہ حال اُن کو پکارے اور اُن سے توسل اور دعا چاہے خدا کے پاس تا کہ اُس کا رنج اور فکر دور ہو جائے اور کہے مثلاً یا عبدالقادر رضی اللّٰہ عنہ شیئاً للّٰہ پس نہیں دیکھتے ہیں ہم اس میں کچھ خوف اور برائی اور ہے یہ قول طلب کرنا توسل اور شفاعت کا اس لئے کہ ہم اعتقاد کرتے ہیں کہ کوئی بعد موت کے کوئی چیز میں تصرف فی الوجود کا مالک نہیں ہوتا بلکہ نہیں ہے معطی اور واہب سوائے خدائے نافع کریم اور ودود کے اور نہیں طلب کیا جاتا ہے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللّٰہ سے مگر اُس چیز کو جس کے

وہ مالک ہوتے ہیں تو وہ توسل ہے خدا کے پاس قضاء حاجات کیلئے اور یہ توسل جائز ہے۔ جیسا کہ یہ امر احادیث سے ثابت ہے مولانا شاہ ولی اللہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض اصحابِ طریقہ قادریہ برائے حصول مہمات ختم بدین طور می کنند اول دو رکعت نفل می خوانند بعد ازاں یکصد و یازدہ بار درود میخوانند بعد ازاں یکصد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یازدہ بار یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ ایک مرتبہ سورۃ یٰسین بعد ازاں اگر ختم کلاں خوانند سورۂ الم نشرح یک ہزار و یازدہ بار بخوانند و اگر ختم خرد بخوانند ایک صد و چہل و یکبار بخوانند بعد ازاں در ہر تقدیر درود یکصد و یازدہ بار خواندہ تمام می کنند و از خداء تعالیٰ طلب یعنی حاجات می خواہند مولوی محمد غوث مدرسی نے انہار المفاخر فی مناقب الشیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ نیز از دعوات عظیمہ و اسرار فخیمہ است و در قضائے حوائج از تجربات است و معمولات شیوخ سلسلہ قادریہ است بلکہ در غوثیہ از رسالہ حقیقۃ الحقائق می آرد کہ وے رضی اللہ عنہ فرمودہ است **اسمی کاسم الاعظم** یعنی نام من مانند نام الٰہی است در تاثیر و انجاح حوائج و درخواندن آن ترتیبا تے متعددہ گفتہ اند۔ انتھیٰ الوسیلۃ الجلیلہ میں دوسرے مقام پر لکھا ہے شرح برزخ میں ہے **مروی فی الاخبار ان الانسان اذا یصعب علیه امر فینا دی ولیا من اولیاء الله تعالیٰ فان کان حیا یسمعه الریح طرفة العین او یعلمه الولی یکشف القلوب فیعین له بالشفاعة عندالله تعالیٰ وعلیه المشائخ** یعنی مروی ہے کہ جب آدمی کو کوئی مشکل پیش آ جائے پس وہ اولیاء اللہ سے کسی ولی کو پکارتا ہے۔ پس اگر وہ ولی زندہ ہوں تو اُن کو ہوا ایک پلک مارنے میں سنا دیتی ہے یا خود وہ ولی کشف القلوب سے جان لیتے ہیں اگر وہ ولی کی رحلت ہوگئی ہے پس اُن کو ملائکہ پہونچا دیتے ہیں پس وہ ولی اُس شخص کی مدد کرتے ہیں شفاعت کے ساتھ حق تعالیٰ کے پاس اور بزرگان دین کا یہی مسلک ہے شیخ عبدالوہاب شعرانی مشارق الانوار القدسیہ فی بیان عہود العبودیۃ میں لکھتے ہیں **قد سمعت سیدی علی الخواص رحمة الله تعالیٰ علیه اذا سالتم الله حاجة فاسئلوه بحق محمد صلی الله علیه و اله و سلم وقولوا اللهم انا نسئلک بحق محمد ان تفعل لنا کذا فان لله ملکاً یبلغ ذلک لرسول الله صلی الله**

علیہ و الہ و سلم ان فلانا سال اللّٰہ بحقک فی حاجة کذا و کذا فیسأل النبی صلی اللّٰہ علیہ و الہ و سلم ربہ فی قضاء تلک الحاجة فیجاب لان دعائہ صلی اللّٰہ علیہ و الہ و سلم مستجاب قال و لذلک القول فی سوالکم اللّٰہ تعالیٰ باولیائہ فان الملک یبلغھم فیشفعون فی قضاء تلک الحاجة یعنی شیخ علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ فرمائے کہ جب تم کو اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا ہو تو تم آپ کے حق کے ساتھ سوال کرو اور کہو کہ اے پروردگار بہ طفیل حق محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تو ہمارے لئے ایسا کر پس اللہ کا ایک فرشتہ ہے کہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پہونچا تا ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے پروردگار سے اُس شخص کی حاجت روائی کے لئے شفاعت کرتے ہیں پس وہ مقبول ہوتی ہے اس لئے کہ دعا حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مقبول ہے اولیاء کا بھی ایسا ہی حال ہے کہ فرشتہ اُن کو پہونچا ہے اور وہ حاجت روائی کے لئے شفاعت کرتے ہیں۔ انتھیٰ۔ ف جبکہ خدا سے بحق آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا بحق اولیاء اللہ دعا کرنے کی صورت میں فرشتہ آپ کو یا اولیاء اللہ کو یہ امر پہونچا تا ہے تو خود حضرت صلی اللہ علیہ و الہ وسلم یا اولیاء اللہ کو ندا کیا جائے تو کیوں نہ فرشتہ آپ کو یا اولیاء اللہ کو پہونچائے انتھیٰ ایضاً ایک دوسرے مقام پر صاحب الوسیلۃ الجلیلہ لکھتے ہیں اب اس مقام پر ہم مجوزین استغاثہ کے نام نامی لکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت عباس ابن عبدالمطلب حضرت عمر ابن الخطاب اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ حضرت علی ابن ابی طالب حضرت عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ ابن عباس، انس ابن مالک، سواد ابن قارب، عکاشہ عثمان ابن حنیف، نابغہ جعدی عقبہ بن غزوان و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین، حسن بصری، محمد ابن المنکد ر، امام علی موسی رضا ابن ابی فدیک، اوستاد محمد ابن ادریس یعنی امام شافعی، امام بن المقر ی ابوالقاسم، ابوالقاسم سلیمان ابن احمد عبرانی، صاحب معاجم ثلثہ ابن الجلال ابی اللیث نصر سمرقندی، حاتم اصم علامہ تقی علی ابن عبدالکافی سبکی صاحب شفاء السقام محی الدین، ابوزکریا یحیٰی بن شریف النووی محمد بن حرب ہلالی ابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن محمد استاد امام بخاری و مسلم، ابوبکر احمد الحسین بیہقی صاحب سنن بزاز ابن سنی، صاحب کتاب عمل الیوم واللیلہ، قاضی عیاض مالک صاحب شفاء شہاب الدین احمد بن محمد

البرنسی المعروف برزوق شارح کتاب الحکم شیخ ابوالعباس، حضرمی عبدالرحمٰن ابن علی البغدادی المکتی، ابی الفرج ابن جوزی، سراج الدین عمر بن حفص بلقینی، عبدالرؤف منادی شارح جامع صغیر فی حدیث البشیر النذیر ابوالشیخ عبداللہ بن حبان مؤلف کتاب العظمۃ وغیرہ۔ ابوبکر اقطع، حافظ شمش الدین محمد بن جزی صاحب حصن حصین، ابراہیم طبرانی صاحب مواہب الرحمٰن و شرح آں، برہان شیخ حسن، شرنبلالی صاحب مراقی الفلاح شرح نورالایضاح شیخ احمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ ابن حاج ابوعبداللہ محمد بن محمد عبدری فاسی مالکی صاحب مدخل، شہاب الدین احمد بن حجر مکی ہیثمی، صاحب الجواہر المنظم شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی تلمیذ حافظ ابن حجر عسقلانی مؤلف مقاصد حسنہ وقول بدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع وغیرہما۔ واقدی صاحب فتوح الشام، ابونصر صباغ ابن نجار بغدادی ابن عساکر دمشقی، ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ بن النعمان مالکی صاحب مصباح الظلام فی المستغثین بخیر الانام، ابوحامد محمد ابن محمد غزالی، کمال الدین محمد بن عبدالواحد سکندری معروف بہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر حسن بن منصور بن محمود فخر الدین قاضی خاں، ابوداؤد مالکی صاحب کتاب البیان والانتصار ابن شاہین، شیخ الاسلام خیر الدین رملی صاحب فتاوی خیریہ، شوبری خشی شرح منہاج یحیٰی، صرصری صاحب شعر مشہور، موافق الدین بن قدامہ حنبلی صاحب معنی ذوی الفہام، نجم الدین احمد بن صمدانی حرانی حنبلی صاحب رعایۃ الکبری وابوعبداللہ شمس الدین محمد بن مفلح حنبلی صاحب فروغ برماوی صاحب دلائل واضحات فی اثبات الکرامات فی الحیٰوۃ وبعد الممات، شیخ الاسلام بن شحنہ حنفی، شیخ عبدالباقی مقدسی حنفی، شیخ احمد عجمی حنفی، نورالدین علی سمہودی صاحب خلاصۃ الوفاء، شیخ الاسلام برہان الدین ابراہیم بن جمعان جعبری صاحب عمدۃ التحصین بعدۃ الحصن الحصین، حافظ عبداللہ بن سعد مشہور بابن ابی حمزہ اندلسی مالکی صاحب شرح مختصر البخاری ابن اثیر صاحب نہایہ شیخ ابوطاہر شیخ حسن عدوی حمزاوی، صاحب نفحات نبویہ فی الفضائل العاشوریہ سید احمد حموی صاحب نفحات القرب والاتصال، شیخ عبدالوہاب شعرانی صاحب لواقح الانوار، علامہ سعد الدین تفتازانی جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی شیخ شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن سعید بوصیری صاحب قصیدہ بردہ، ابن صاحب مناسک المشاہد، کمال الدین رملکانی صاحب عمل المقبول فی زیارۃ الرسول

صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم، امام فخر الدین محمد بن عمر رازی صاحب تفسیر کبیر، عبداللہ بن عمر قاضی بیضاوی صاحب تفسیر مشہور، حافظ الدین عبداللہ نسفی صاحب کنز و مدارک، محمد فاضل دہلوی صاحب مرز الحسنات شرح دلائل الخیرات، عبدالرحمٰن جامی، علی ابن سلطان محمد المشہو ر بملّا علی قاری صاحب مرقات، شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب اشعۃ اللمعات شیخ الاسلام صاحب کشف الغطاء، شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، شاہ عبدالعزیز دہلوی صاحب فتح العزیز، مولوی رفیع الدین صاحب دہلوی ابن شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی، مولوی محمد مخصوص اللہ دہلوی صاحب مفید الایمان جواب تقویۃ الایمان، ملا عابد سندھی مدنی استاد شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی مجددی جن کا ایک رسالہ وجیزہ خاص استغاثہ اور توسل میں ہے، مولانا واستادنا محمد عبدالحلیم لکھنوی صاحب نور الایمان بزیارت حبیب الرحمٰن، مولوی تراب علی لکھنوی صاحب سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح، مولوی فضل رسول بدایونی صاحب تصحیح المسائل، حضرات منکرین ان اسماء گرامی کو ملاحظہ فرما کر سمجھ سکتے ہیں کہ جب ایسے ایسے اجلۂ صحابہ و تابعین وائمہ محدثین ومفسرین وفقہاء جواز کے قائل ہوں تو مجوزین کے نسبت شرک اور بدعت کا کلمہ کہنا کس قدر نازیبا ہے انتھی۔ دوسرے مقام کتاب الوسیلۃ الجلیلہ میں تحریر ہے کسی مسئلہ میں اختلاف ہونے سے یہ جائز نہیں کہ ایک مخالف کا قول سند کر کے دوسرا قول خلاف شرع کہا جائے۔ فرقان میں ہے **واذا خالف الشخص قول بعض الفقهاء و وافق قول اٰخرین لم یکن لاحد ان یلزمه بقول المخالف ویقول هو خالف الشرع** یعنی اگر ایک شخص کا قول بعض فقہاء کے مخالف ہو اور موافق دوسرے فقہا کے ہو تو کسی کو یہ بات سزاوار نہیں ہے کہ اُس کو الزام دے اور کہے کہ اُس شخص نے مخالفت شرع شریف کی پھر اگر ہم تسلیم کرلیں کہ اس مسئلہ میں کسی نے اختلاف بھی کیا ہو اور وہ اپنے جاننے میں ٹھیک کہتا ہو تو کیا اس اختلاف سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ استغاثہ خلاف شرع ہے جب اس قدر کہنا جائز نہ ہوا تو شرک بدعت کہنا کب جائز ہوگا۔ انتہیٰ۔ سوال دوم یہ تھا کہ جولوگ منع ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اولیاء اللہ کرتے ہیں اُن کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اُس کا جواب یہ ہے کہ جولوگ ندا کو منع کرتے ہیں دو فریق ہیں ایک وہ لوگ ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم

اوراولیاء اللہ کی خدمت میں بے ادب ہیں وہ فریق وہابیہ نجدیہ ہیں اُن کے پیچھے بے شبہ نماز جائز نہیں۔فتویٰ چارسو علماء حرمین شریفین و ہندوستان کا اس بات پر مرتب ہے جو کتاب فتح المبین میں درج ہے اور مطبوع بھی ہوا دوسرے وہ فریق ہیں کہ مقربانِ الٰہی کی خدمت میں باادب ہیں لیکن بغلبۂ ظاہر بلافکر وتدبر کہتے ہیں اور منکر ندا ہوتے ہیں اُن کے پیچھے نماز بے شک جائز ہے۔ اُمید ہے کہ بہ برکت اُن کے آداب کے اُن کو فہم سلیم خدا نصیب فرمادے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ و سلم سیما علی ولدہ الشریف الغوث الاعظم وبارک و سلم۔۔

تمت بالخیر